مولائے کائنات ؑ کے فیصلے



حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (مرحوم)

ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ○ قم ○ ایران

مولائے کائنات علیہ السلام کے فیصلے

مؤلف

حجۃ الاسلام علامہ شیخ ذبیح اللہ محلاتی مدظلہ العالی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

کتاب : مولائے کائنات کے فیصلے

مؤلف : حجۃ الاسلام علامہ شیخ ذبیح اللہ محلاتی مدظلہ العالی

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسنین جعفری فاضل قم

پروف ریڈنگ : ملک ابرار حسین میثم حیدری۔ محمد عمران حیدر جعفری
چودھری اعجاز علی حیدری

فنی تعاون : زہراء بتول جعفری ۔ محدثہ بتول جعفری

اشاعت : اکتوبر 2010ء

صفحات : 512

قیمت : -/500 روپے

ملنے کا پتہ

اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِینؒ ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20 غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

سلونی کے جھروکوں سے

مولائے کائنات جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام آسمانِ فضائل کا مہر عالم تاب ہیں۔ آپؑ کے اوصافِ محاسن اور فضائل و مناقب میں سے ایک ایک تاج افتخار کا گوہر شاہوار کیے جانے کا مستحق ہے۔

باب شہرِ علم، روحِ ھل اتٰی مولیٰ علیؑ
اہلِ عرفاں کے گرامی پیشوا مولیٰ علیؑ
مرتضیٰ، ہارونِ فخرِ الانبیا مولیٰ علیؑ
شمعِ دانش، نیرِ برجِ ولا مولیٰ علیؑ

علی علیہ السلام انسانِ کامل، امامِ اوّل، بابِ مدینۂ علم اور دُنیا کے تمام انصاف پسندوں کے لیے نمونۂ عمل اور مشعلِ راہ ہیں۔ نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے ایمان کی حقیقت و ماہیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

الایمان علی اربع دعائم علی الصبر ، والیقین ، والعدل ، والجهاد

''ایمان چار ستونوں پر قائم ہے: صبر، یقین، عدل اور جہاد پر''۔

پھر آپؑ نے فرمایا: صبر و یقین کے بھی چار چار درجے ہیں اور عدل کے متعلق آپؑ نے ارشاد فرمایا:

والعدل منها علی اربع شعب ، علی غائص الفهم وغور العلم وزهرة الحكم ورساخة الحلم، فمن فهم علم غور العلم ومن حلم ولم يفرط فی امره عاش فی الناس حميدا

''عدل کی چار شاخیں ہیں: فہم رسا، علم کی گہرائی تک پہنچنا، حسنِ فیصلہ اور قوتِ برداشت کی پختگی۔ چنانچہ جس نے غور وفکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا، اور جو علم کی گہرائیوں میں اُترا، وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہوکر پلٹا اور جس نے حلم و بُردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی، اور اس نے لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی''۔

جناب امیرالمومنینؑ کے اِس فرمان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عدل کی تہہ تک پہنچنے والی فکر، علمی گہرائی، فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری کی اشد ضرورت ہے۔ اور عقل کی پائیداری معرفتِ علم حاصل کرنے میں ہے۔ جیسا کہ باب العلم کا ارشاد گرامی قدر ہے: ''علم عقل کا چراغ ہے''۔ یعنی علم ایسا چراغ ہے کہ عقل نے اِس کو روشن کیا ہے اور اِس سے جہالت کی تاریکی کو زائل کیا ہے۔

علم عقل کی نشانی ہے۔ جس کے پاس علم ہوگا وہ صاحبِ عقل ہوگا، اور اُمور میں اس سے مشورہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ علم فکر کو قوت وجلا بخشتا ہے لہٰذا مشورے میں صاحبِ علم کی رائے کو بے علم کی رائے پر ترجیح دینی چاہیے۔

اگر کسی میں علمی گہرائی، فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری جیسی خصوصیات کی کمی ہے تو ایسا شخص عدل نہیں کرسکتا ہے کیونکہ اُس میں قاضی بننے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی

ہے کہ ''ہم نے انھیں فیصلہ کی قوت عطا کی تھی اور ان کی زندگی میں بھی ایک مقام ایسا آیا جب ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے فیصلہ کی اصلاح کی تھی''۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاءؑ کو بہترین قوتِ فیصلہ اور عملی استعداد کی فضیلت و شرف عطا فرمایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تمام انبیائے کرامؑ اپنے وقت کے بہترین منصف تھے مگر ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے عظیم ترین منصف اور جج تھے۔ اور آپؐ عدل و انصاف کی اُس آخری منزل پر فائز تھے کہ آپؐ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا حرام قرار دیا گیا، اور آپؐ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کرنا ایمان کا پہلا معیار مقرر کیا گیا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام کے متعلق حضور پُرنور سرکار دو عالمؐ نے فرمایا: ''میں نبیوں کا خاتم اور علیؑ وصیوں کے خاتم ہیں۔ علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو مجھے اپنے پروردگار سے ہے۔ میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے''۔

آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں آپؑ کو قاضی مقرر کیا تھا اور صحابہ کرام کے مجمع میں یہ اعلان فرمایا تھا: ''علیؑ تم میں سے سب سے بڑا قاضی ہے۔ میرے بعد تمام اُمت میں سب سے بڑھ کر عالم علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ علیؑ میرے علوم کا ظرف ہے، میں حکمت کا در ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ علیؑ تم سب میں بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں''۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے عہدِ نبوت میں بھی عجیب و غریب فیصلے کیے تھے جنھیں رسولؐ خدا نے سراہا تھا۔ وصالِ رسولؐ کے بعد خلفائے ثلاثہ کے عہدِ حکومت میں بھی اکثر و بیشتر مسائل آپؑ ہی حل کیا کرتے تھے۔ اور آپؑ نے اپنی خلافت کے دوران بھی فیصلے صادر فرمائے۔ وہ فیصلے رہتی دنیا تک کائنات کے تمام قاضیوں اور ججز کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ مولائے کائناتؑ صرف عادل ہی نہیں تھے بلکہ بہترین عدالت

خواہ تھے۔ یہ کوئی آپؑ کا ذاتی خیال نہ تھا بلکہ قانونِ خداوندی تھا اور وہ اس کی عملی تفسیر تھے۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہے: ''تم مضبوطی سے عدل کے قیام پر قائم رہو''۔ آپؑ پیکرِ عدل و انصاف تھے۔ مولائے کائناتؑ وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کی زندگی میں دیگر بہت سے کمالات وصفات کے علاوہ عدالت کا پہلو بہت ہی روشن اور واضح ہے۔

آپؑ اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''خدا کی قسم! مجھے خاردار جھاڑی کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو، یا مالِ دنیا سے کوئی چیز غصب کی ہو۔ میں اس نفس کی خاطر کیوں کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے''۔

عدل اُس کی ذات ہے، انصاف اس کا اِنصرام
صبر ہے اُس کی معیشت، حلم ہے اُس کا نظام
وہ شفاعت کی علامت رحمتوں کا وہ مقام
وہ ولایت کا نصیبہ وہ شریعت کا امامؑ

رسولؐ کے حقیقی جانشین جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی سیرت اس قدر درخشاں اور وسیع ہے کہ آپؑ کی حیاتِ مقدسؑ کے ہر پہلوئے عظمیٰ کا احاطہ کسی عام انسان کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ آپؑ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کی بہترین مثال نظر آتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ سے آپؑ کی قربت و قرابت

اور حیات، اسلام کے روزِ اوّل سے پیغمبرِ اسلام کی رحلت تک اسلام کے لیے ایثار اور جانفشانیوں کے درخشاں نقوش یہ بات پوری طرح روشن اور واضح کردیتے ہیں کہ آپؑ ایک بانفوذ شخصیت کے مالک تھے۔

بائے بسم اللہ اُس کے نام کی آواز ہے
وہ زمین و آسماں کا نقطۂ آغاز ہے
وہ کتابِ زندگی میں کُن فکاں کا راز ہے
وہ نبیؐ کے بعد لوح و لفظ کا دَم ساز ہے

نہج البلاغہ میں آپؑ فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کے مابین معاملات کو درست رکھا اور دوسرے لوگوں کے درمیان کے معاملات درست کردے گا، اور جس نے اپنی آخرت کا معاملہ سنوار لیا، اللہ اس کی دنیا کے معاملات سنوار دے گا۔ اور جس نے اپنے نفس کو اپنا نصیحت گر بنایا، اللہ اپنی طرف سے اِس کا نگہبان مقرر کردے گا''۔

امام المتقین علی علیہ السلام نے حضرت مالکِ اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک سیاسی و اجتماعی مکتوب میں فرمایا تھا:

''تمہاری نظر میں بہترین اور پسندیدہ طریقۂ کار وہ ہونا چاہیے جو حق کی بنیاد پر بہترین ہو، انصاف کے لحاظ سے اور رعایا کی خوشنودی کے مطابق ہو، کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر اور بے اعتبار بنا دیتی ہے''۔

مولاؑ کے اُس خط کے یہ صرف چند الفاظ میں اپنی تحریر میں شامل کر رہا ہوں۔ اگرچہ آپؑ کا وہ مکتوب جو حضرت مالکِ اشترؓ کے نام تھا، ایک عالمی سیاسی منشور ہے اور حق و انصاف کے بارے میں وہ درس ہے جسے اگر انسان اپنا نصب العین بنالے تو یہ زندگی جنت کا نمونہ بن جائے۔

میری ایک عرصۂ دراز سے شدید خواہش تھی کہ مولائے کائناتؑ کے فیصلوں پر مبنی ایک مفصل کتاب منظرعام پر آنی چاہیے، اور اِس نیک خواہش کا پورے ملک سے قارئین کرام مجھ سے اظہار بھی فرمارہے تھے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے حقائق پر مبنی فیصلوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب مومنین کے لیے منظرعام پر آنی چاہیے۔ مجھے اِس کتاب کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اگرچہ گوناگوں مصروفیات تھیں لیکن ان سب مصروفیات کے باوجود میں نے اپنی دلی خواہش کو سامنے رکھ کر انسانِ کامل، امامِ اوّل امیرالمومنین علی علیہ السلام کی مقدس ارفع و اعلیٰ سنہری زندگی کے ہر گوشہ میں اُترنے کی جسارت کررہا ہوں۔ اور آپؑ کے بحرِ بیکراں فضائل و کمالات کے ایک ایک اطہر و منور پہلو کو متلاشیانِ حق کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ گم گشتہ جادۂ حق کو پاسکیں اور اپنی آخرت سنوار سکیں۔

آپؑ کی سیرت کے ہر دو پہلو علمی اور عملی مثالی اور سیرتِ مصطفویؐ کے مکمل آئینہ دار تھے۔ آپؑ کے کردار کی رفعت و تقدس کا اندازہ محسنِ انسانیت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ پاک سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے''۔

علیؑ کائنات کے وہ عظیم انسان ہیں جن کی حیاتِ مقدسہ ایک کامل و اکمل اسوہ ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ آپؑ علمِ رسول کا جوہر اور آئینہ تمام نما تھے۔ رسولؐ خدا نے علیؑ کی محبت کو ایمان کی نشانی اور آپؑ سے بغض کو کفر و نفاق کی علامت قرار دیا اور پھر ارشاد فرمایا: ''علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو مجھے اپنے پروردگار سے ہے''۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان فرمایا:

''میرے اصحاب میں سب سے زیادہ جچا تلا فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالبؑ ہیں''۔

آپؑ جب عہدۂ امامت و ولایت پر متمکن ہوکر فیصلہ فرماتے تھے تو آپؑ کو فقط رضائے الٰہی ملحوظ ہوتی تھی۔ آپؑ کی حیاتِ مقدسہ کا ایک یہ بھی روشن پہلو ہے کہ جب آپؑ کے دروازۂ ولایت پر آپؑ کے کٹر دشمن یا اقتدار پر براجمان ہونے والے بھی کوئی مشکل مسئلہ لے کر آتے تو آپؑ خندہ پیشانی سے ان کا مسئلہ سنتے اور بہترین فیصلہ فرماتے کیونکہ آپؑ علمِ فقہ کے شہریار اور تاجدار تھے اور آپؑ کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپؑ بنی نوع انسان کے مسائل کو حل کریں اور ان کی مشکل کشائی کریں۔

رفتار کہ ایام کی گردش ہو گرفتار
گفتار کہ بہتا ہوا معنی کا سمندر
ہاں منبرِ انصاف کے لائق ہے تری ذات
ہے مجلسِ شوریٰ بھی تیرے دم سے منور
الحاد کے طوفان میں تو نوحؑ کی کشتی
تو تیرگیٔ شرک میں توحید کا نیر

ترجمہ کرتے وقت جہاں اور بہت سے مقاصد ملحوظ خاطر تھے، وہاں ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ آج کا قاضی آپؑ کی ذات کے ان روشن پہلوؤں کا مطالعہ کرے جو قضاوت کی ذمہ داریوں میں حق اور سچ کا حقیقی راستہ ہے۔

آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دعا ہے کہ خداوندا! ہم پر ایسے حکام کو مسلط نہ کرے جو ولی برحق علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نقشِ قدم پر نہ چلتا ہو۔

اے رب العالمین! امامِ زمانہ کے ظہور میں تعجیل فرما، تاکہ جس طرح آج یہ دنیا ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہے، اس دنیا کو پھر ایک بار عدل و انصاف سے بھر دے۔

مؤلف حجۃ الاسلام شیخ ذبیح اللہ محلاتی مدظلہ العالی کی تصنیف کو ترجمہ کرنے میں

ہمارے شریکِ سفر حجۃ الاسلام علامہ مشتاق حسین صاحب بھی تھے۔ آپ ایک قابلِ قدر علمی شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور برادر بزرگوار حضرت علامہ محمد حسن جعفری صاحب بھی ہمارے شکریہ کے حق دار ہیں جنھوں نے ہمیشہ ہماری ہمت افزائی فرمائی اور ہمیں اپنی مشاورتِ علمی سے نوازا۔

کتابِ ہذا کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتے جا رہا ہے۔ مسودہ کو re-write کرنے کے لیے ہم نے کنیزِ زہراءؑ راشدہ عطا شاہ کو زحمت دی۔ آپ پوری جانفشانی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئیں۔ آپ کے اندر محبتِ اہلِ بیتؑ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپ کے جذبات واحساسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مکتب کی آبیاری کے لیے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کے تصدق میں ان کو مشنِ محمدؐ و آلِ محمدؑ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بلیاتِ ارضی وسماوی سے محفوظ و مامون رکھے۔

پروردگار! بحق آلِ محمدؑ ہماری اِس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرما! اور ہمیں علومِ آلِ محمدؑ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرما۔

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا

ریاض حسین جعفری، فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

گنجائشِ توصیف کہاں مدحِ علیؑ میں

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے یہ (علیؑ) اور اس کے شیعہ روزِ قیامت قطعی کامیاب ہوں گے، تم میں سب سے پہلے یہ ایمان لایا، تم سب سے زیادہ رعیت میں انصاف کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ تم میں مساوات برتنے والا ہے اور خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ صاحبِ علم و کرم و شرافت و شجاعت اور صاحبِ مرتبہ و منزلت ہے"۔ یہ ارشادِ رسولِ معظمؐ کا ہے۔ کن کے بارے میں، وہ جنھیں قرآن میں "خیر البریہ" (بہترین مخلوق) کے نام سے یاد فرمایا گیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً خیر البریہ (بہترین مخلوق) ہیں"۔

تو اصحابِ پیغمبرؐ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ جب جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام تشریف لاتے تو کہتے تھے کہ خیر البریہ آ گئے۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عالم ہست و بود کی وہ عظیم ترین اور منفرد ہستی ہیں جن کی عظمت و بلندی و ہمہ گیری اور جامعیت اور عالمی و آفاقی برتری کے اپنے بیگانے دوست و دشمن سب ہی معترف ہیں اور کسی کو بھی ان کے بلند امتیازات اور نمایاں خصوصیات سے انکار نہیں ہے۔

پروردگارِ عالم سورۂ مائدہ (آیت ۵۵) میں صراحت کے ساتھ ارشاد فرما رہا ہے: "تمھارا سرپرست خدا ہے، اس کا پیغمبرؐ اور وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اُنھوں نے

نماز قائم کی ہے اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کی ہے''۔

یہ آیت اللہ، رسولؐ اور فقط مولائے کائنات علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی، کیونکہ آپؑ ہی وہ واحد ہستی ہیں کہ جنھوں نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی۔ یہاں بھی یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہ آیت کن کی شان میں نازل ہوئی، اُن کی شان میں جنھیں قرآن خیرالبریہ کہہ رہا ہے اور جنھیں رسولؐ خیر البشر بھی کہہ رہے ہیں اور خیرالوصیین بھی کہہ رہے ہیں۔ یہ آیت اُن کی شان میں ہے جو اُمت کے ولی ہیں۔ ان کی عظمت اظہر من الشمس ہے۔ ان کا کوئی ہمسر ہے نہ کوئی نظیر۔ مولائے کُل نے پیغمبرؐ خدا سے تمام علوم سیکھے اور دین و دنیا دونوں کے احکام حاصل کیے۔ اسی وجہ سے سرورِ دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو قرآن کا مثل، صاحبانِ عقل و بصیرت کے لیے ہادی و پیشوا اور نفاق کے طوفانِ تلاطم میں سفینۂ نجات قرار دیا۔

پیغمبرؐ خدا نے مقامِ جحفہ پر خطبہ ارشاد فرمایا: کیا میں تم پر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟

لوگوں نے کہا: بے شک یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: میں تم سے دو چیزوں کے متعلق پوچھوں گا: ایک کتابِ خدا، دوسرے میرے اہلِ بیت علیہم السلام۔

پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! عنقریب میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: ایک اپنے پروردگار کی کتاب اور دوسری اپنی عترت و اہلِ بیتؑ۔ پھر جناب علی مرتضیٰؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور ارشاد فرمایا: دیکھو! یہ علیؑ ہیں۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے۔

آنحضرتؐ نے اِس کلام اللہ اور اہلِ بیتؑ کی عظمت وجلالت کے بارے میں اِس حدیث کو کئی مواقع پر بتکرار ارشاد فرمایا۔ کبھی غدیرِ خم میں اعلان کیا، کبھی حج کے موقع پر عرفہ کے دن اعلان کیا، کبھی طائف کی واپسی پر اس حدیث کو بیان فرمایا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں برسرِ منبر اعلان فرمایا اور دوسری مرتبہ بسترِ مرگ میں اپنے حجرہ میں فرمایا، اور یہ وہ موقع تھا کہ آپؐ کا حجرہ اصحابِ رسولؐ سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے بار بار اہلِ بیتؑ کی عظمت اور جلالت کا اعلان کیا کہ اگر پہلے کسی کے کانوں میں یہ بات نہ پڑی ہو تو اب سُن لے کہ اہلِ بیت طاہرینؑ خدا اور رسولؐ کے نزدیک قرآن کے ہم پلہ و ہم وزن ہیں۔ جو قرآن کی شان ہے وہی ان کی بھی شان ہے۔ جس طرح قرآن کا اتباع و اطاعت ہر مسلم پر فرض ہے اسی طرح اہلِ بیتؑ کی اطاعت بھی ہر ایک پر واجب ولازم ہے۔

آپؐ نے فرازِ منبرِ غدیر سے اعلان فرمایا:

اِن اللّٰہ مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بھم من انفسھم فمن کنت مولا فعلی مولاہ

''خدا میرا مولا ہے، میں ایمان والوں کا مولا ہوں، اور خود ان سے زیادہ ان پر اختیار رکھتا ہوں۔ پس! جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں''۔

سرکارِ دوعالمؐ نے اس جملے کو چار بار دہرایا اور بعدازاں ارشاد فرمایا:

''پروردگار! جو علیؑ سے محبت کرے تو اسے دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ، علیؑ کی کمک کرنے والوں کی مدد فرما، اور جو لوگ علیؑ سے رُوگردانی کریں ان سے تو

بھی منہ موڑ لے اور اے پالنے والے! علیؑ جدھر کا رُخ کریں تو
حق کو بھی اِسی طرف پھیر دے"۔

اپنے ارشاد کے آخر میں رسولِ معظمؐ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے جو کچھ کہا ہے اسے دہراؤ اور علیؑ کو امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے سلامی دو۔

سرکارِ دوعالمؐ کے آخری جملے کے ساتھ ہی لوگ جوق در جوق منبر رسولؐ کی طرف بڑھے، سارے مجمع نے ایک آواز ہو کر عرض کی: بسر و چشم ہم دل و جان سے اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم بجالائیں گے اور پھر تمام حاضرین نے مبارک و سلامت کے شور میں علی ابن ابی طالبؑ کی بیعت کرنا شروع کی۔ ہر شخص نے باری باری بیعت کی۔ یہ جشن اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ تین دن تک منعقد رہا۔ اِسی اثناء میں امینِ وحی یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ، آیہ ۳)

"آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، نیز تم پر اپنی نعمت بھی
پوری کر دی اور اسلام کے آئین کو تمہارے لیے پسند کر لیا"۔

دینِ الٰہی کی تہذیب بالکل اُچھوتی اور اس کا نظامِ معاشرت قطعی طور پر سب سے الگ تھلگ ہے۔ خم کے میدان اور ساحلِ غدیر پر جب خاتم الانبیاءؐ خدا کے حکم سے مولائے متقیانؑ کی وصایت و نیابت کا اعلان فرما چکے تو جناب علی مرتضیٰؑ کو اپنے قریب بلایا اور اپنا خاص عمامہ "سحاب" مولاؑ کے سر پر باندھا اور ارشاد فرمایا:

یَاعَلِی العَمَائِمُ تِیجَانُ العَرَب

"اے علیؑ! عمامے عرب کے تاج ہیں"۔

ایک روایت کے مطابق سرکارِ دوجہاںؐ نے اپنے دستِ مبارک سے جناب امیر علیہ السلام کے سرِاقدس پر عمامہ باندھا جس کا ایک سرا پیٹھ پر لٹکا دیا، اور دوسرا سرا سامنے کندھوں پر ڈال دیا۔ اس کے بعد رسولِؐ خدا نے فرمایا: ''اے علیؑ! ذرا پیچھے تو مڑو''۔ جناب علیؑ نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر ارشاد ہوا: ''اچھا اب میری طرف رُخ کرو''۔ امامت نے رسالت کی طرف رُخ موڑا۔ رسالت مآبؐ کی محبت بھری نظروں نے سر سے پاؤں تک علیؑ کو دیکھا اور فرمایا:

هَكَذَا تَكُونُ تِيجَانُ الْمَلَائِكَةِ

''ملائکہ کے تاج بھی ایسے ہی ہوتے ہیں''۔

اور پھر فرمایا: اے علیؑ! بدر و حنین کے معرکوں میں پاک پروردگار نے جن فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد کی تھی وہ عمامہ پوش تھے اور عمامہ وہ طرہ امتیاز ہے جو کفر و ایمان کے در میں حدِ فاصل کا کام کرتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

اے علیؑ! اُٹھو، میں نے اپنے بعد کے زمانے کے لیے تمھیں اُمت کا امام اور ملّت کا رہنما بنایا ہے۔

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُم بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِي

''میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اُسے مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے: ایک کتابِ خدا اور دوسری میری عترت''۔

اس حدیث ثقلین کی تائید طبرانی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جن میں آنحضرتؐ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''دیکھو ان دونوں سے آگے نہ بڑھ جانا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ پیچھے رہ جانا ورنہ تب بھی ہلاک ہو جاؤ گے، اور انھیں سکھانا پڑھانا نہیں

بلکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں"۔

یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اہلِ بیتؑ کے جو افراد مراتبِ عالیہ اور درجات دینیہ پر فائز ہوئے انھیں اپنے ماسوا تمام لوگوں پر تفوق و برتری حاصل ہے۔ یہ حدیث ہر مسلم کو اہلِ بیتؑ کی عظمت و جلالت کا قائل کرتی ہے اور ان کا پیرو بناتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ دینی معاملات میں بس انھی کی پیروی کی جائے۔ اہلِ بیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے نوحؑ کا سفینہ کہ جو شخص اس پر سوار ہوا، اس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہوگیا۔ نیز سرکارِ دوعالمؐ کا یہ ارشاد کہ تمہارے درمیان میرے اہلِ بیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لیے بابِ حطہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔

آقائے دوجہان کا قول ہے: "ستارے زمین کے باشندوں کے لیے غرقابی سے امان ہیں اور میرے اہلِ بیتؑ میری اُمت کے لیے دینی معلومات میں اختلاف کے وقت امان ہیں"۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی اہلِ بیتؑ کی عظمت و جلالت کے بارے میں اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

> "پیغمبرؐ کی عترت تمام عترتوں میں بہترین عترت ہے۔ آپ کا گھرانہ تمام گھرانوں سے بہتر گھرانہ ہے۔ آپ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ حرم کی چار دیواری میں وہ روئیداد ہوا، اوجِ بزرگی تک بلند ہوا۔ اس درخت کی شاخیں دراز اور پھل اس کے ناممکن الحصول ہیں۔ ہم ہی پیغمبرؐ کی نشانیاں ہیں اور ہم ہی اصحاب ہیں۔ ہم ہی خزینہ دار ہیں، ہم ہی دروازے ہیں۔ گھروں میں دروازے ہی سے آیا جاتا ہے۔ جو شخص دروازے

سے نہ آئے اسے چور کہا جاتا ہے"۔

ایک اور موقع پر مولاؑ نے فرمایا:

"ہم ہی سے تم نے تاریکیوں میں ہدایت پائی۔ ہمارے ہی ذریعے بلندیوں پر فائز ہوئے۔ ہماری ہی وجہ سے تاریکیوں سے نکلے"۔

پھر ارشاد فرمایا:

"ہم ہی شرفاء ہیں، ہمارے بزرگ بزرگانِ انبیاءؑ ہیں۔ ہماری جماعت خدا کی جماعت ہے اور باغی گروہ شیطان کی جماعت ہے۔ جو شخص ہمیں اور ہمارے دشمنوں کو برابر رکھے وہ ہم سے نہیں"۔

"مولائے کائناتؑ کے فیصلے" اس کتاب کا مقدمہ تیار کرتے وقت میرے سامنے آقائے دوجہانؐ سیدالانبیاء نبی آخرالزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ ثقلین بھی ہے اور آپؐ کے فرامین بھی ہیں لیکن افسوس کہ بعد از رسولؐ خدا اُمت نے آپؐ کی اُن احادیث اور فرامین کو یکسر بھلا دیا جو اہلِ بیتؑ کی شان کی مرتبت اور ولایت وامامت کے بارے میں تھے۔ اُمت نے ان سے بغض رکھا، آپؑ کے دشمن ہوگئے، آپؑ سے جدائی اختیار کی۔ آپؑ کو اذیتیں دیں۔ سب وشتم کیا، آپ پر ظلم کیا۔ آپؑ کے حریف بنے، آپؑ سے جنگ کی، خود آپؐ کے اہلِ بیتؑ پر تلوار چلائی، جبکہ رسولؐ نے جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا:

"علی ابن ابی طالب علیہ السلام بلاشک میرا بھائی میرا مثل ونظیر ہے، میرے بعد یہی حاکم اور صاحب امر ہے اور دُنیا وآخرت دونوں جگہ یہ میرا علم بردار ہے۔ اور میرے حوضِ کوثر اور میری شفاعت کا مالک ومختار ہے۔ ہر مسلمان کا سردار اور ہر مومن کا

امام ہے۔ ہر متقی کا رہنما، اور وہ میرا وصی اور میرے اہلِ بیتؑ
اور میری اُمت پر میری زندگی اور میرے بعد میرا خلیفہ و جانشین
ہے۔اس کا محبّ اور دوست میرا محبّ اور دوست ہے اور اس کا
دشمن و بدخواہ میرا دشمن و بدخواہ ہے اور اس کو ولی مان کر میری
اُمت رحمتِ خدا کی حق دار ہے اور اس کی عداوت اور دشمنی کی
وجہ سے مخالف جماعت مطعون بن گئی۔ میں ان کو دیکھ کر غم زدہ
ہو جاتا ہوں۔ مجھے اُمت کی غداری یاد آ جاتی ہے جو میرے بعد
اس کی اُمت کرے گی۔ یہاں تک کہ میری نشست گاہ سے اس
کو ہٹا دیا جائے گا، حالانکہ میرے بعد یہ جگہ خدا نے اس کے
واسطے بنائی تھی اور پھر یہ معاملہ یونہی چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ
اس کے سر پر تلوار لگائی جائے گی، اور اس کی داڑھی اس کے
خون سے رنگین ہو جائے گی اور یہ کوئی پوشیدہ امر نہیں بلکہ بہت
ہی روشن اور کھلی حقیقت ہے کہ جس کا اقرار دشمن بھی کرتے
ہیں۔آپ کو بہت زیادہ عدل خواہی کی بنا پر محرابِ مسجد میں شہید
کر دیا گیا۔

کیا عدالت جرم ہے، یہ کون سی عدالت تھی جس کی بنا پر سیرتِ پیغمبرؐ پر چلنے
والے ایک عظیم عادل حکمران کو شہید کیا گیا۔ وہ حکمران جس نے خلفائے ثلاثہ میں سے
ہر ایک کے ساتھ سچے دل سے خیر خواہی کی۔ ہمیشہ ان کو مشورہ دیتے رہے۔آپؑ نے
مصالحانہ روش رکھی اور شاہانِ وقت سے صلح و آشتی کو اپنا وطیرہ بنایا۔

آپؑ دیکھتے تھے کہ مسندِ رسولؐ غیروں کے قبضہ میں ہے، حالانکہ رسولؐ آپ
کے حوالے کر گئے تھے مگر پھر بھی آپؑ ان سے آمادۂ پیکار نہ ہوئے۔ اپنا حق لینے کے

لیے کمربستہ نہ ہوئے۔ صرف اس لیے کہ اُمت کا بھلا ہو، دین پر آنچ نہ آئے۔ آغاز سے قطع نظر کر کے انجام کو ترجیح دی۔ اس کے لیے آپ کو جو مشقتیں جھیلنی پڑیں اور جن ہولناک حالات سے گزرنا پڑا وہ بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ کے کندھوں پر دو ایسے گراں بوجھ تھے جو آپ کو تھکائے دے رہے تھے۔ ایک طرف خلافتِ رسولؐ تمام نصوص و تاکیداتِ پیغمبرؐ کے ساتھ دل کو خون کر دینے والی صدا اور جگر کو چاک چاک کر دینے والی کراہ آپؑ سے فریاد کر رہی تھی اور آپ کو ہر لحہ بے چین کیے ہوئے تھے اور دوسری جانب فتنہ و فساد کے اُٹھتے ہوئے طوفان، ایک طرف حق مٹ رہا تھا اور اسلام کے مٹ جانے کا خوف اور دوسری طرف رسولِؐ اعظم کی محنت کے ضائع ہونے کا غم، لہٰذا فطری و طبعی طور پر جناب مولائے کائناتؑ کے لیے بس یہی راہ نکلتی تھی کہ اسلام کی زندگی کو اپنے حق کے لیے قربان کر دیں۔ عام مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر اپنی محرومی گوارا کرلیں۔ رسولِؐ خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی دلوں کے کھوٹ آشکار ہو چکے تھے اور اُمت اسلامیہ نے رسولؐ کے اس مشہور فرمان کو بھلا دیا جنھوں نے پیغمبر اکرمؐ کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔ ان منکرین ولایت و امامت نے شق القمر کے اس معجزے سے بھی انکار کر دیا کہ ایسا واقعہ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ جب ان منکرین و منافقین نے اتنے بڑے اجرامِ فلکی کو دو نیم ہوتے ہوئے دیکھا مگر منکر ہو گئے تو خود ہی سوچیے ان منافقین کو بھلا رسالت مآبؐ کے ہاتھوں میں علی مرتضیٰؑ کا ہاتھ یاد رہتا۔

رسولِؐ اکرم کی عدم موجودگی کے منافقین کی منافقت زور پکڑ رہی تھی۔ کافروں کے نفوس سرکش ہو چکے تھے اور ارکانِ دین میں تزلزل پیدا ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے دل شکستہ تھے۔ عرب کی اکثر جماعتیں مرتد ہو چکی تھیں۔ ان حالات میں امیر المومنین ڈرے کہ اگر میں لوگوں کے امور اپنے ہاتھ میں لینے کی جدوجہد کرتا ہوں تو بڑی تباہی پھیلے گی۔ مسلمانوں کے اندر خوف کی حالت، منافقین کا بڑھتا ہوا زور، مرتد ہونے

والوں کا وہ عالم، کافروں کا اُٹھتا ہوا طوفان، لہٰذا جناب مولا علیؑ کو دین کی بہبودی کے خیال نے مجبور کیا، کیونکہ آپ کو اچھی طرح یقین تھا کہ ان حالات میں اگر میں طلبِ خلافت کرتا ہوں تو اُمت کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ لہٰذا آپؑ نے اسلام کی بقا کو ترجیح دی۔ عامۃ المسلمین کی بھلائی کو مقدم رکھا اور انجام کو آغاز سے بہتر سمجھتے ہوئے طاقت کے ذریعے سے خلافت سے باز رہے اور آپ خانہ نشین ہوگئے۔ بیعت نہ کرنا تھی، نہ کی۔ اگرچہ آپؑ کے گلے میں رسی باندھ کر گھر سے نکالا بھی گیا لیکن آپؑ نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا جس سے دین پر آنچ بھی نہ آنے پائی اور آپؑ کا حقِ خلافت بھی محفوظ رہا۔

یہاں میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں جناب امام علی علیہ السلام کی برحق حکومت کے بارے میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے "خطبۂ لُمعہ" کو مختصر طور پر اس مقدمہ "مولائے کائناتؑ کے فیصلے" کی زینت بناؤں جس میں آپؑ فرماتی ہیں:

"خدا کی قسم! اگر حضرت علیؑ بعد ختمی مرتبتؐ اقتدار پا لیتے تو لوگ حق کے روشن راستے اور خدا کے واضح دلائل سے رُوگردانی نہ کرتے"۔

یعنی ___ کہ آپؑ فرما رہی ہیں کہ اگر مولا علی علیہ السلام کو خلافت مل جاتی اور لوگوں کی یہ حالت ہوتی تو آپؑ لوگوں کو اِسی حالت پر نہ چھوڑتے۔

"بے شک آپ ان کو حق کی واضح شاہراہ اور آشکار دلائل کی طرف پلٹا دیتے"۔

یعنی ___ اگر اقتدار آپؑ کو مل جاتا تو لوگوں کے انحرافِ حق اور الٰہی اقتدار کے مقابلے میں ان کی بے اعتنائی کو برداشت نہ کرتے، بلکہ ان کو حق و حقیقت اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت فرماتے۔

"آپؑ لوگوں کو انتہائی نرمی اور عطوفت کے ساتھ حق پر گامزن فرماتے"۔

یعنی ـــــ جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: اگر اقتدار علی علیہ السلام کے پاس ہوتا تو لوگوں کو خدا کے روشن دلائل کی طرف رہنمائی فرماتے، اور اس راہ میں کسی قسم کی سختی اور خشونت سے کام نہ لیتے کیونکہ سختی اور طاقت کے بل بوتے پر لوگوں کو ہدایت نہیں کی جا سکتی۔

''اور لوگوں کو کوئی صدمہ نہ پہنچتا''۔

یعنی ـــــ جو شخص دوسرے لوگوں کی ہدایت اور قیادت کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ آرام اور نرمی کے ساتھ ہدایت کے عمل کو اس طرح انجام دے کہ لوگوں پر دباؤ اور صدمہ نہ پڑے۔ اسی لیے آپؑ فرماتی ہیں:

''لوگوں کو آرام اور نرمی و شفقت سے راہِ حق پر لے کر چلتے کہ وہ زخمی نہ ہو جائیں''۔

یعنی ـــــ خشاشہ وہ لکڑی کی نکیل جسے اُونٹ کی ناک میں سوراخ کر کے ڈالا جاتا تھا اور رسی کو اس نکیل سے باندھ کر کھینچتے تھے۔ اگر کوئی سختی سے اسے کھینچتا تو اُونٹ کا ناک زخمی ہو جاتا تھا۔

''اور اس سے سیر کرنے والا نہیں تھکتا تھا''۔

یعنی ـــــ آپؑ کے فرمان کا مطلب ہے کہ سواری کو تیز چلایا جائے تو اس کا سوار یقیناً تھک جاتا ہے۔ اگر آرام یا آہستہ چلائے تو کبھی تھکتا نہیں اور اپنی منزل تک نہایت آرام و سکون سے پہنچ جاتا ہے۔

''اور اس اُونٹ پر جو سوار ہو وہ تھکتا نہیں''۔

یعنی ـــــ آپؑ کی تشبیہات یہ ہیں کہ اگر اسلامی معاشرے کی قیادت جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوتی تو انسانیت کا یہ کاررواں نرمی اور سکون کے ساتھ حرکت کرتا۔

''اور بے شک آپؑ لوگوں کو صاف وشفاف اور گوارا چشمہ تک لے جاتے جہاں وہ پیٹ بھر کر پانی پیتے''۔

یعنی ـــــ اگر کسی پیاسے قافلے کو پانی کے گھاٹ تک کوئی رہنمائی کرنا چاہے تو ممکن ہے وہ انھیں صاف وشفاف اور گوارا چشمے تک لے جائے۔ یہاں جناب سیدہؑ نے جناب علی علیہ السلام کے پروگراموں کو گوارا، صاف اور مفید پانی سے تعبیر کیا ہے۔

''اس کے دونوں کنارے پانی سے بھرے ہوئے ہیں، اور اس کے اطراف میں گندگی نہیں ہے''۔

یعنی ـــــ جنابِ فاطمہ زہراؑ فرماتی ہیں: اگر حکومت مولائے کائناتؑ کے حوالے کر دیتے تو وہ تمہیں ایسے چشمۂ حیات پر لے جاتے جس کا پانی صاف وشفاف اور مفید ہوتا۔ آپؑ جن تعبیرات اور شبہات سے بات کر رہی ہیں اُس کا مطلب یہ ہے کہ آپؑ فرما رہی ہیں کہ اگر مسلمانوں کو ذرا بھی رسولؐ کے فرامین کا پاس ولحاظ ہوتا اور باگ ڈور جناب علی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوتی تو معاشرے میں فقر وفاقہ، ناانصافی اور ایک دوسرے پر برتری وغیرہ کا خاتمہ ہو جاتا اور منابع اور وسائل کو عدل کے ساتھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

''اور انھیں سیراب کر کے واپس لے آتے''۔

''اور (جناب علیؑ) ان کو آشکار اور پوشیدہ طور پر نصیحت فرماتے اور ان کے خیر خواہ ہوتے''۔

یعنی ـــــ جہاں آپؑ ظاہری طور پر خیر خواہ نظر آتے، وہاں باطن میں بھی لوگوں کے خیر خواہ اور ان کے دل سوز ہوتے۔

''اور قومی خزانے سے اپنے لیے کوئی جائیداد نہ بناتے اور اپنے

سرمائے میں اضافہ نہ فرماتے''۔

یعنی — آپؑ بیت المال کو اپنی ذات، برادری، دوستوں اور پارٹی کے افراد کے مفاد میں استعمال نہ کرتے اور اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے اس سے غلط فائدہ نہ اُٹھاتے۔

''دنیا سے کوئی استفادہ نہ فرماتے، سوائے اس کے کہ پیاس مٹانے کے لیے ایک گھونٹ پانی پیتے اور یتیم کے کفیل کی طرح بھوک مٹانے کے لیے ایک روٹی کھاتے''۔

''اگر جنابِ علیؑ کی حکومت ہوتی تو لوگوں پر واضح ہوتا کہ دنیا کی رنگینیوں سے منہ پھیرنے والا کون ہے اور اس کی طرف رغبت رکھنے والے کون ہیں''۔

یعنی — جس حکومت کے سربراہ علی علیہ السلام جیسی ہستی ہو تو اگر اس حکومت کی راہ میں بیت المال سے خرچ کرتے تو بھی عرف اور شریعت کی رُو سے اس میں کوئی اشکال نہ ہوتا۔

''اور سچے سے جھوٹے کو پہچان لیتے''۔

یعنی — کہ اس طرح مسلمانوں کو معلوم ہوتا کہ حقیقت میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا کون دنیا کے حریص ہیں اور کون دنیا سے روگردان۔

(اس ''خطبہ لُمعہ'' کو آیت اللہ مطہری شہید کی تحریر سے مختصر الفاظ میں لیا گیا ہے جو خطبہ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے ترجمان ہیں)۔

جنابِ سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا یہ خطبہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کو بعد رسالت مآبؐ کے جو رہنما ملے وہ سفینۂ دین کے لیے وہ سہارا تھے جس کے لیے بار بار سرکارِ دوعالمؐ نے ارشاد فرمایا: میری اہل بیتؑ کی مثال بابِ حطہ

اور سفینۂ نوحؑ کی سی ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی ہے کہ مولائے کائنات علی علیہ السلام جو علم، شجاعت، قیادت، تدبر، عدالت اور تقویٰ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے اُمت نے ان سے کم مرتبہ لوگوں کو کیونکر اپنا امام اور خلیفہ بنایا۔ اگر یہی اُمت جناب علی مرتضیٰؑ کا ساتھ دیتی اور انھیں سیرتِ رسولؐ کے مطابق تیس برس تک اُمت کی قیادت کرنے کا موقع ملتا تو اسلام کی روشنی زمانے میں ہر سُو پھیل جاتی۔ اسلامی عقائد لوگوں کے دلوں میں پختگی کے ساتھ جاگزیں ہو جاتے۔ پھر نہ کوئی فتنہ صغریٰ ہوتا نہ کوئی فتنہ کبریٰ جنم لیتا۔ اگر امیرالمومنین جناب علی علیہ السلام اور ان کے بعد گیارہ آئمہ طاہرینؑ کو قیادت کا موقع ملتا۔ جن کا تعیین رسولِ اکرمؐ نے فرمایا تھا تو دنیا میں صرف مذہب اسلام ہی ہوتا اور ہر جگہ صرف مسلمان ہی مسلمان ہوتے۔ اور کرۂ ارض کی تقدیر بدل جاتی اور انسانیت کو پُرسکون ماحول ملتا اور عدل وانصاف سے لوگوں کی تقدیر بدل جاتی۔

مگر افسوس کہ سابق اُمتوں کی طرح مسلم اُمہ بھی اس امتحان میں ناکام رہی۔

اگرچہ آلِ محمدؐ کا نظریۂ خلافت اور منصبِ امامت اللہ کے اختیار میں ہے اور یہی محبانِ آلِ رسولؐ کا نظریہ ہے۔ جس کو عقل تسلیم کرتی ہے، ضمیر کو تسکین ملتی ہے اور جس کی تائید قرآن وسنت سے بھی ہوتی ہے اور مومنین کا ایمان اِسی نظریۂ پر پختہ ہے۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک طرف علم کی سرپرستی سے نوعِ انسان کے کاررواں کو آگے بڑھایا اور دوسری طرف عمل کے وہ روشن نمونے پیش کیے جو ہر منزل میں شمعِ راہ کا کام دیتے اور زندگی کے اعلیٰ قدروں سے روشناس کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کی زندگی اور اس کے روشن آثار کی پیروی کی

جائے۔ آپ کے افکار ونظریات سے روشنی لی جائے اور آپ کی ہدایات وتعلیمات سے عمل کی راہیں متعین کی جائیں اوران کے اُصولِ زندگی کی غیر متزلزل بنیادوں پر معاشرہ کی تشکیل وتعمیر کی جائے تا کہ انفرادی و اجتماعی زندگی دینی تقاضوں سے ہم آہنگ اور اخلاقی رفعتوں سے ہمکنار ہوسکے۔

اُصولِ کافی میں رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ جوکوئی چاہے کہ وہ ایسی رسی کو پکڑ لے جو کبھی نہ ٹوٹے تو اسے چاہیے کہ میرے بھائی، میرے وصی علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت سے تمسک کرے۔ اس لیے کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا اللہ رب العزت اسے ہلاک ہونے نہیں دے گا۔ جو شخص ان سے بُغض و دشمنی رکھے گا خدا اسے نجات نہیں دے گا۔

میری دعا ہے ذاتِ لم یزل ولا یزال سے کہ ہمیں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے دوستوں، محبوں، موالیوں اور بہترین ماننے والوں میں شامل فرما اور اس عظیم محبت پر قائم ودائم رکھ اوران کے نقشِ قدم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین!

بے شمار درود وسلام ہو جناب امیر المومنین علی مرتضیٰؑ پر اور آپؑ کی اولادِ معصوم پر جن کی پاک ہستیوں نے سخت ترین حالات میں بھی حق کو سربلند رکھا، اور جن کی ہمت اور عزمِ محکم سے اعتبارِ انسانیت قائم ہے۔

گنجائشِ توصیف کہاں مدحِ علیؑ میں
یہ مدح مکمل ہے علیؑ کیا ہے، علیؑ ہے
(محسن نقوی)

میں محترم حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری صاحب کی بے حد مشکور وممنون ہوں کہ جنھوں نے احکامِ قضائیہ امیر المومنینؑ کی ترتیب اور تالیف کا مجھے موقع دیا۔

بارگاہِ پنجتن پاکؑ میں دعا ہے کہ ربِ کائنات آغا صاحب کو طویل اور صحت مند زندگی عطا فرمائے تا کہ ادارہ منہاج الصالحین ان کی اعلیٰ وارفع خدمات جو آلِ محمدؐ کے لیے تحریر و تالیف اور اشاعت و ترویج کی صورت میں بے حد نمایاں اور قابلِ تعریف و تحسین ہیں۔ ان کی ذات کی برکتوں اور ان کی سرپرستی میں ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ خداوند کریم انھیں اپنی رحمتوں کے سایے میں رکھے اور ان کی دینی اور اشاعتی خدمات کا ان کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

کنیزِ درِ بتولؑ مسز راشدہ عطا شاہ، لاہور

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ثم الصلوٰۃ
والسلام علی اشرف ولا آدم صاحب لواء الحمد والعلم
وعلی الہ الطیبین سیّما بن عمہ امیرالمومنین
صاحب السیف والقلم الحاکم فی .... والعادل فی
القضیۃ ینبوع العلم والحکم

اما بعد! بندہ شرمندہ ذبیح اللہ بن محمد علی اکبر بن اسماعیل محلاتی تجاوز اللہ عن سیاٰتھم عرض پرداز ہے کہ یہ مجموعہ بنام "حق المبین در احکام قضائیہ امیرالمومنین" قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے وہ فیصلے ہیں جو آپؑ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور خلفائے ثلاثہ اور اپنے عہدِ حکومت میں کیے تھے۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں آپؑ کی زبانی مشکل مسائل کے جوابات ہیں۔

میں نے عراق میں قیام کے دوران متعدد کتابوں سے یہ مواد جمع کیا تھا، اور اس کتاب کو عربی زبان میں شائع کروایا تھا۔ پھر جب میں حوادثِ زمانہ سے مجبور ہو کر ہجرت کر کے تہران آیا تو دوستوں نے مجھ سے شدید تقاضا کیا کہ میں اپنی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کر کے اسے منظرِ عام پر لاؤں، چنانچہ خدا پر توکل کر کے میں نے اس کا فارسی میں

باب اوّل

عہدِ نبوت

قاضیٔ دین رسولؐ اللہ علی علیہ السلام کے فیصلے

حیدر کتابِ دیں کے مطالب کا نام ہے
حیدر ہر اِک امر پہ غالب کا نام ہے
حیدر نبیؐ کی فکر کے قالب کا نام ہے
حیدر شرافتِ ابوطالبؑ کا نام ہے
حیدر سے جس کو بغض ہے وہ نامراد ہے
دُنیا میں شاد ہے نہ وہ عقبیٰ میں شاد ہے

حنظلہ بن ابی سفیان کا جھوٹا دعویٰ

جب نبی آخرالزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اہلِ مکہ کی تمام امانتیں جو اِس وقت آنحضرتؐ کے پاس تھیں، انھیں سیدالصادقین علی علیہ السلام کے سپرد کیا، تاکہ تمام امانتیں صاحبانِ امانت تک پہنچ جائیں۔ حنظلہ بن ابی سفیان نے عمیر بن وائل ثقفی کو بلایا اور اُس سے کہا:

تم علی ابن ابی طالبؑ کے پاس جاؤ اور اُن سے اسّی (۸۰) مثقال سونے کا دعویٰ کرو، کیونکہ میں نے مثقال سونا محمدؐ کے پاس بطورِ امانت رکھا ہوا تھا۔ حضرت محمدؐ تو مدینہ کی طرف کوچ فرما گئے ہیں اور مکّہ میں اُن کے وکیل علیؑ ہیں جو اِس وقت لوگوں کی امانتیں بحکمِ رسولؐ اُن کے سپرد کر رہے ہیں۔ تم جاؤ اور جا کر اُن سے کہو کہ آپ میری بھی امانت مجھے واپس کیجیے۔ اگر علیؑ تم سے گواہ طلب کریں تو کہہ دینا کہ ہماری گواہی میں اہلِ قریش کی تمام جماعت موجود ہے۔ تیرے اِس کام کے بدلے میں، میں

عمیر بن وائل نے اپنے کام کی اُجرت میں گلو بند لیا، اور جناب امیر المومنینؑ کے پاس آیا۔ جس طرح اسے کہا گیا تھا اُسی طرح اُس نے امانت کا دعویٰ کیا۔ خلیفۃ الرسولؐ جناب مولا علی علیہ السلام نے عمیر بن وائل سے امانت کی نشانی طلب کی۔ اور اہلِ مکّہ کی امانتوں میں تلاش کیا تو اس امانت کے آثار بھی نہ ملے، جب کہ ہر امانت پر اس کے مالک کا نام لکھا ہوا تھا۔ امیر علیہ السلام نے عمیر سے فرمایا: اے عمیر بن وائل! ان امانتوں میں تمہاری تو کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

اس نے کہا: میرے چند گواہ ہیں۔

آپؑ نے دریافت فرمایا: تمہارے گواہ کون ہیں؟ انھیں بلا لاؤ۔

عمیر نے کہا: میرے گواہ ابوجہل، اس کا بیٹا عکرمہ، عقبہ بن معیط، ابوسفیان اور اس کا بیٹا حنظلہ ہیں اور میری گواہی کے لیے حاضر ہیں۔

امام المتقین علی علیہ السلام جان گئے کہ یہ جھوٹوں کی گواہی لایا ہے اور فریب کہہ رہا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے حکم دیا کہ اپنے گواہوں کو لے کر خانہ کعبہ میں حاضر ہو۔ آپؑ نے گواہوں کو ایسی جگہ طلب کیا کہ گواہ عمیر کی بات نہ سن سکیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے برادر عمیر بن ثقفی! جس امانت کا آپ دعویٰ کر رہے ہیں وہ امانت دن کے کس لمحے میں رسولِؐ خدا کے سپرد کی تھی؟

اُس نے کہا: میں نے دوپہر کے وقت رسولِؐ خدا کے سپرد کی تھی، اور اُنھوں نے میرے ہاتھ سے لے کر اِسے اپنے غلام کے حوالے کر دیا تھا۔

اِس کے بعد آپؑ نے ابوجہل کو طلب کیا، لیکن اُس نے گواہی دینے سے انکار کر دیا اور کہا: مجھ پر گواہی دینا کوئی فرض تو نہیں ہے۔

پھر جناب امیرؑ نے ابوسفیان کو بلایا اور پوچھا۔

ابوسفیان نے کہا: اِس نے اپنی امانت غروبِ آفتاب کے وقت محمدؐ کے حوالے

کی اور آپؑ نے اپنی عباء کی جیب میں اُسے ڈالا۔ پھر مولا امیرالمومنینؑ نے حنظلہ کو بلایا اور پوچھا کہ بتاؤ اے حنظلہ بن ابی سفیان! عمیر نے اپنی امانت رسولِؐ خدا کو دن کے کن اوقات میں سپرد کی تھی؟

حنظلہ نے کہا: عین دوپہر کا وقت تھا، جب یہ امانت محمدؐ نے لی، وہ ابھی اس کی امانت کو اپنے ہاتھ ہی میں رکھے ہوئے تھے کہ عمیر وہاں سے واپس آ گیا۔ پھر عقبہ آیا اور اُس نے گواہی میں کہا: محمدؐ نے یہ امانت عصر کے وقت لی اور فوراً ہی اِسے اپنے گھر بھیج دیا۔ پھر عکرمہ کو بلایا گیا اور اُس سے پوچھا گیا۔ اُس نے جواب میں کہا: محمدؐ نے یہ امانت طلوعِ آفتاب کے وقت لی تھی اور اس امانت کو آپؐ کی والدہ فاطمہؑ بنت اسد کے گھر روانہ فرمایا تھا۔

جب عمیر بن وائل ثقفی نے اپنے گواہوں کے یہ متضاد بیان سنے تو اُس کا رنگ اُڑ گیا، اور جان گیا کہ اب رسوائی کے سوا اس کے دامن میں کچھ نہیں پڑنے والا ہے، پریشان ہوگیا، رنگ زرد ہوگیا۔

جنابِ خیرالوصیین علی علیہ السلام نے اِس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اے عمیر! تیرا رنگ کیوں زرد ہوگیا ہے؟ اور اب یہ پریشانی کیسی؟

عمیر نے کہا: یا علیؑ! میں کسی کے مکروفریب میں آ گیا تھا۔ میں رسوا نہیں ہونا چاہتا، میں اصل بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس مقدس گھر کی قسم! کہ میں نے محمدؐ کے پاس اپنی کوئی امانت نہیں رکھی تھی۔ حنظلہ بن ابن سفیان نے مجھے لالچ دیا اور ابوسفیان نے مجھے اِس جھوٹے دعویٰ پر اُکسایا، اور اِس فریب کاری کے بدلے میں ان لوگوں نے مجھے دینار اور ہندہ کا گلوبند، جس پر ہندہ کا نام بھی نقش ہے بطورِ رشوت دیئے ہیں۔ میں وہ دینار اور گلوبند ان کو واپس کرتا ہوں۔ اِس وقت عمیر کے حامی جھوٹے گواہان کے سر ندامت سے جھک گئے۔

جناب امیر المومنینؑ نے اِسی لمحے میں اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ تلوار لائی جائے جو گوشۂ خانہ میں موجود ہے۔

غلام تلوار لے کر حاضر ہوا، آپؑ نے اِس تلوار کو ابوسفیان کے سامنے رکھا اور فرمایا: اِس تلوار کو پہچانتے ہو؟

ابوسفیان اور اِس کے ساتھیوں نے کہا: ہاں، یہ تلوار حنظلہ کی ہے اور یہ تو چوری ہو چکی تھی۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ تلوار حنظلہ کی ہے، لیکن اِسے کسی نے بھی چرایا نہیں تھا۔

ابوسفیان نے کہا: میں سچ کہتا ہوں کہ یہ چوری ہو گئی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تو سچ کہتا ہے تو بتاؤ تمہارا غلام مھلّع اسود کہاں ہے؟

ابوسفیان نے کہا: کسی کام کے لیے طائف گیا ہوا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہے، کیا اس کے بعد تو نے اِسے دیکھا ہے؟ اگر تو سچا ہے تو اِسے حاضر کر۔ ابوسفیان خاموش اور پریشان ہو گیا۔ اس کے بعد مولائے کائنات نے سردارانِ قریش کے دس غلاموں کو حکم دیا کہ ابوسفیان کے ساتھ جائیں اور زمین کے فلاں ٹکڑے پر گڑھا کھودیں اور اس میں دفن مھلّع کو باہر لائیں اور اس لاش کو خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکا دیں۔ لوگ حرمِ کعبہ میں اکٹھے ہو گئے اور اس غلام کے قتل کا سبب دریافت کرنے لگے۔

اِس وقت سید الصادقین علی علیہ السلام نے فرمایا: حنظلہ اور ابوسفیان نے مھلّع کو رشوت دی تھی اور اس سے کہا تھا کہ اگر تو علیؑ کو قتل کر دے گا تو ہم تجھے آزاد کر دیں گے۔ حنظلہ نے اپنی تلوار اس کو دی اور وہ اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ گیا تا کہ مجھے قتل کر سکے۔ جب میں اُس کے قریب سے گزرا تو وہ مجھ پر وار کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

میں نے اِسی لمحے اُس سے تلوار کھینچ لی اور ایک ہی ضرب سے اُسے جہنم رسید کر دیا۔ یوں ان کے مکروفریب کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔

عمیر بن وائل ثقفی نے جب یہ داستانِ حقیقت سنی تو اُس کے دل میں اللہ اور رسولؐ کی محبت کا نور چمک اُٹھا، اُس نے جذبۂ ایمان میں اسی وقت کہا:

اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ واشھد انّ محمدًا رسول اللّٰہ

چار افراد کے خوں بہا کا فیصلہ

یہ حدیث مختلف اسناد کے ساتھ شیعہ سُنّی کتب میں موجود ہے۔ یہاں ہم علی ابن ابراہیم جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ہیں، کی روایت پر اکتفا کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسولؐ خدا نے امیرالمومنینؑ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ اِسی دوران کچھ افراد نے شیر کو شکار کرنے کے لیے ایک گہرا گڑھا کھودا، شیر اس گڑھے میں گر گیا۔ اب شیر کا تماشا دیکھنے کے لیے وہاں لوگوں کا ایک جمِ غفیر جمع ہوگیا۔ شیر کو دیکھنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کو دھکے دینے لگے۔ اتنے میں ایک شخص کا پاؤں پھسل گیا۔ جیسے ہی وہ گڑھے میں گرنے لگا۔ اُس نے گرتے ہوئے گڑھے پر کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص کا دامن پکڑ لیا۔ اُس دوسرے شخص نے کسی تیسرے مرد کا دامن پکڑ لیا، اور اِس تیسرے شخص نے بھی کسی اور کا دامن پکڑا اور یوں چاروں افراد گڑھے میں گر گئے۔ شیر نے ان چاروں کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔ نزدیک کھڑے ہوئے ایک شخص نے لپک کر شیر کے سر پر تلوار کا وار کیا اور اُسے مار ڈالا۔ اِس کے بعد تمام افراد اُس پہلے شخص کے گھر کی طرف روانہ ہوئے جس نے گڑھے میں گرتے ہوئے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اور اِس دوسرے شخص نے بھی ایک تیسرے شخص کو پکڑ لیا تھا، حتیٰ کہ چار افراد شیر کے گڑھے میں گر کر ہلاک ہوگئے۔ اِس وقت ان تمام افراد کا پہلے شخص کے ورثاء سے ایک ہی اصرار تھا کہ تم لوگ ان تین افراد کی دیت

ادا کرو، کیونکہ تمھارا آدمی ان تین اشخاص کی ہلاکت کا سبب بنا ہے۔

پہلے آدمی کے ورثاء نے کہا: ہمارے آدمی سے صرف ایک آدمی کی ہلاکت ہوئی ہے، اس لیے ہم ایک آدمی کا خون بہا دیں گے نا کہ تین کا۔ اِس بات پر دونوں طرف کے لوگوں میں خوب اختلاف بڑھ گیا۔ مقتولین کے ورثاء نے تلواریں کھینچ لیں اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ معاملہ خون خرابے تک جا پہنچا تو کچھ لوگوں نے معاملے کو بگڑنے سے بچانے کے لیے مشورہ دیا کہ کیوں نا اِس معاملے کو جناب امیرالمومنینؑ کے پاس لے کر چلیں تا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو سکے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام ان دنوں یمن میں ہی تھے۔ تمام افراد آپؑ کے پاس آئے اور آپؑ کو تمام قصے سے آگاہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ ابھی رسولؐ خدا سرورِ دوجہان زندہ ہیں اور میں (امیرالمومنینؑ) بھی تمھارے درمیان موجود ہوں (اگر تم چاہتے ہو کہ بغیر جھگڑے کے تمہارے اختلافات ختم ہو جائیں) چنانچہ ان لوگوں نے آپؑ کی بات بڑے غور سے سنی اور بڑے ادب و احترام سے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے کہ جناب امیر علیہ السلام ان کے درمیان فیصلہ کریں۔

جناب امیر علیہ السلام نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں آپ لوگوں کے درمیان ایک فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر آپ لوگ اس فیصلے پر راضی ہو گئے تو بہت خوب اور اگر راضی نہ ہوئے تو خاموشی اختیار کریں اور اس معاملے کو رسولؐ خدا کی عدالتِ عالیہ میں لے جا کر پیش کریں تا کہ وہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور آپ لوگ اس باہمی اختلافات سے بچ جائیں۔ تمام لوگ امیرالمومنینؑ کی اِس رائے سے راضی ہو گئے۔

پھر خیرالوصیین علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ وہ تمام لوگ جو گڑھے کے اطراف

میں موجود تھے، سب کے سب حاضر ہوں اور وہ تمام قبائل مل کر ایک مکمل خون بہا، اور ایک آدھا خون بہا، ایک تہائی خون بہا اور ایک چوتھائی خون بہا فراہم کریں۔

پہلے مقتول کے وارث دوسرے مقتول کے ورثا کی چوتھائی، دوسرے کو تہائی اور تیسرے کو آدھا اور چوتھے کو مکمل خون بہا دیں۔ کچھ لوگوں نے تو اِس فیصلے پر رضامندی کا اظہار کیا، مگر کچھ لوگ اِس فیصلے پر راضی نہ ہوئے۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم لوگ اِس فیصلے پر راضی نہیں ہو تو تمھیں اختیار ہے کہ میرا یہ فیصلہ لے کر رسولِ خدا کی خدمت میں جاؤ، تاکہ آنحضرتؐ تمہارے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

روزِ جمعہ تھا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ ابراہیم پر موجود تھے۔ یہ لوگ اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سنایا۔

آپؐ نے فرمایا: ان شاء اللہ میں آپ کے درمیان فیصلہ کروں گا۔

اس وقت ایک مدعی نے کہا: یارسولؐ اللہ! جناب علی ابن ابی طالبؑ نے بھی ہمارے درمیان فیصلہ کیا ہے۔

نبی آخرالزمانؐ نے فرمایا: کیسے فیصلہ کیا ہے؟

اِس شخص نے مولا علی علیہ السلام کے فیصلے کی کیفیت بیان کی۔ سرورِ دو جہاںؐ نے جب علی علیہ السلام کا فیصلہ سنا تو فرمایا: فیصلہ تو ایسے ہی ہے جس طرح علیؑ نے فرمایا ہے۔ تمام مجمع آپؐ کے فیصلے پر راضی ہوگیا۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے کہ پہلا شخص جو پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گڑھے میں گرا تھا اُس کا خاندان خون بہا نہیں لے گا۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ ایک تہائی خون بہا دوسرے آدمی کے ورثا کو دیں۔ کیونکہ اس نے اِسے پکڑا تھا اور اِس دوسرے شخص کی ہلاکت کا سبب بنا، چنانچہ دوسرے شخص کے ورثا تیسرے

آدمی کے وارث کو دو تہائی خون بہا ادا کریں۔ کیونکہ اس نے اسے پکڑا تھا۔ اور تیسرے کے ورثا تمام خون بہا چوتھے ہلاک ہونے والے کے وارث کو دیں، کیونکہ اس نے کسی کو نہیں تھاما تھا۔ پہلا شخص اپنے پاؤں کے پھسلنے کی وجہ سے گڑھے میں گرا اور شیر کی درندگی کا شکار ہوا، اور اپنے ساتھ تین افراد کی ہلاکت کا بھی سبب بنا۔ پس خون بہا کے تین حصے ہوں گے اور ہر مقتول دیت کا حق دار ہوگا۔

اس فیصلے کی وضاحت یوں ہے کہ دوسرے کو ایک شخص نے ہلاک کیا، جب کہ اس نے دو آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس بنا پر دو تہائی خون بہا تیسرے مقتول کے ورثا کو اور ایک تہائی پہلے مقتول کے وارث لیں۔ اور تیسرے کے وارث تمام خون بہا چوتھے کے ورثا کو دیں، کیونکہ چوتھے شخص نے تو کسی کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ حقیقت میں چوتھے کا خون بہا تینوں کی گردن پر برابر ہے۔ یہ تینوں چوتھے کے قتل کا سبب بنے ہیں۔

بروایت شیخ مفیدؒ جب یہ بات منبرِ رسولؐ خدا تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ ہمارے اور تمہارے درمیان ایسے عدل و انصاف کرتے ہیں، جیسے عرش پر خداوند متعال فیصلے

کنیز کے بچے کا باپ کون؟

ذخائر العقبیٰ کے مؤلف نے زید بن ارقم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تین افراد ایک بچے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ (سیاق و سباق کے حوالے سے زمانہ جاہلیت میں ایک ہی وقت میں یہ کنیز تین افراد کی ہوس کا شکار ہوئی)۔ ان میں سے ہر ایک اُس بچے کے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔

جب معاملہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے ان کے درمیان صلح کرانے کی بہت کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ معاملہ جوں کا توں ہی تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اب میں ہر ایک کے نام قرعہ ڈالتا ہوں، جس کے نام قرعہ

آدمی کے وارث کو دو تہائی خون بہا ادا کریں۔ کیونکہ اس نے اِسے پکڑا تھا۔ اور تیسرے کے ورثا تمام خون بہا چوتھے ہلاک ہونے والے کے وارث کو دیں، کیونکہ اس نے کسی کو نہیں تھاما تھا۔ پہلا شخص اپنے پاؤں کے پھسلنے کی وجہ سے گڑھے میں گرا اور شیر کی درندگی کا شکار ہوا، اور اپنے ساتھ تین افراد کی ہلاکت کا بھی سبب بنا۔ پس خون بہا کے تین حصے ہوں گے اور ہر مقتول دیت کا حق دار ہوگا۔

اِس فیصلہ کی وضاحت یوں ہے کہ دوسرے کو ایک شخص نے ہلاک کیا، جب کہ اس نے دو آدمیوں کو مار ڈالا۔ اِس بنا پر دو تہائی خون بہا تیسرے مقتول کے ورثا کو اور ایک تہائی پہلے مقتول کے وارث لیں۔ اور تیسرے کے وارث تمام خون بہا چوتھے کے ورثا کو دیں، کیونکہ چوتھے شخص نے تو کسی کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ حقیقت میں چوتھے کا خون بہا تینوں کی گردن پر برابر ہے۔ یہ تینوں چوتھے کے قتل کا سبب بنے ہیں۔

بروایتِ شیخ مفیدؒ جب یہ بات منبرِ رسولؐ خدا تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ ہمارے اور تمہارے درمیان ایسے عدل و انصاف کرتے ہیں، جیسے عرش پر خداوند متعال فیصلے کرتا ہے۔

کنیز کے بچے کا باپ کون؟

ذخائر العقبیٰ کے مؤلف نے زید بن ارقم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تین افراد ایک بچے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ (سیاق و سباق کے حوالے سے زمانہ جاہلیت میں ایک ہی وقت میں یہ کنیز تین افراد کی ہوس کا شکار ہوئی)۔ ان میں سے ہر ایک اُس بچے کے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔

جب معاملہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے ان کے درمیان صلح کرانے کی بہت کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ معاملہ جوں کا توں ہی تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب میں ہر ایک کے نام قرعہ ڈالتا ہوں، جس کے نام قرعہ

نکلے گا یہ بچہ اُسی کا ہوگا۔

قرعہ ڈالا گیا، جس کے نام کے ساتھ لڑکے کا نام نکلا، اِسی کا بیٹا قرار دیا اور لڑکے کو غلام فرض کیا اور اِس کی قیمت لگائی گئی، اور دو تہائی قیمت دوسرے دوافراد سے لی جو اِس بچے کے دعوے دار تھے۔

قرعہ اِس طرح ڈالا گیا کہ ان تینوں دعویٰ داروں کے نام تین ٹکڑوں پر لکھے گئے اور ان کے ناموں کو تین ٹکڑوں میں چھپایا گیا۔ بچے سے کہا کہ ان میں سے ایک ٹکڑے کو اُٹھائے، ہر بار قرعہ ایک ہی آدمی کے نام نکلا۔ جب ختمی مرتبتؐ نے فیصلہ سنا تو آپؐ نے فرمایا:

الحمد للہ الذی جعل فینا اھلبیتٌ من یقضی علیٌ

(سنن داؤد علیہ السلام)

ذخائر میں یہ روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ''اگر یہ فیصلہ میرے سامنے لاتے تو میں بھی اسی طرح فیصلہ کرتا جس طرح علی مرتضیٰؑ نے فیصلہ کیا ہے''۔

فرمانِ رسولؐ ہے:

''رعیت پر سب سے زیادہ مہربان، مقدمات میں سب سے زیادہ علم کے حامل اور خدا کے نزدیک بلحاظ فضل وشرف سب سے عظیم علیؑ ہے''۔

ایک بچے کے دو دعویٰ دار

علی بن ابراہیم قمی کتاب ''عجائب الاحکام امیر المومنینؑ'' میں اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ دو لوگ امیر المومنینؑ کے پاس ایک مقدمہ لے کر آئے۔ وہ دونوں آدمی ایک کنیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے۔ ان دونوں نے حرمت کے

باوجود جہالت کی وجہ سے اس کنیز سے اجتماعی زیادتی کی، اور وہ کنیز حاملہ ہوگئی۔ وضع حمل کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ یہ دونوں اِس بچے کو اپنی طرف نسبت دے رہے تھے۔
آخرکار یہ معاملہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ جنابِ امیرؑ نے اِس لڑکے کا قرعہ ڈالا، لیکن قرعہ ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کے نام نکلا، سیدالصادقین علیؑ نے اِس بچے کو اُس شخص کے ساتھ ملحق کردیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا اور اُس شخص کو حکم دیا گیا کہ وہ بچے کی آدھی قیمت اپنے دوسرے حصّے دار کو ادا کرے، اس لیے کہ اگر یہ بچہ غلام ہوتا تو کچھ قیمت رکھتا۔ چونکہ اب یہ ایک آزاد انسان ہے، لہٰذا اِسی طرح اس کی قیمت لگائی جائے اور نصف قیمت صاحبِ پسر اپنے شریک کو دے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں جانتا کہ تم نے اتمامِ حجت کے بعد اس پر عمل کیا ہے یعنی حرمت کا علم رکھتے ہوئے جان بوجھ کر اِس پر عمل کیا ہے تو میں تمہاری سزا میں سختی کرتا۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام کا یہ فیصلہ جب رسولؐ خدا تک پہنچا تو آپؐ نے تصدیق فرمائی، اور خدائے واحدہٗ لاشریک کا شکرادا کیا اور فرمایا:
”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے میری اہلِ بیتؑ میں سے ایک شخص کو منتخب کیا ہے کہ وہ فیصلہ کرتے وقت سنتِ داؤدؑ پر فیصلے کرے۔ سنتِ داؤدؑ کے فیصلہ سے مراد الہام کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے“۔

جناب امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: جب رسولؐ خدا نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپؐ مجھے لوگوں کے درمیان قضاوت کے لیے بھیج رہے ہیں کہ ان کو حلال وحرام اور قرآن پر عمل کرنے کی

تلقین کروں اور ان کے درمیان حکومت کروں، حالانکہ میں ابھی جوان ہوں، میں ان فیصلوں کے بارے میں علم و دانش نہیں رکھتا۔

سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا: یا علیؑ! میرے نزدیک آئیں۔ ولی المومنین علی علیہ السلام رسولؐ خدا کے قریب ہوئے تو آپؐ نے علیؑ کو اپنے سینے سے لگایا۔ بہ روایتِ دیگر جنابِ امیرؑ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ''خداوند! علیؑ کے دل کو ہدایت اور رہنمائی عطا فرما، اور ان کی زبان کو ثابت رکھ''۔

خلیفۃ الرسولؐ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اس کے بعد لوگوں کے درمیان جو بھی فیصلہ کیا ہے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

گائے نے گدھے کو مار ڈالا

ارشاد میں شیخ مفید بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہوئے رسولؐ خدا کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یارسولؐ اللہ! اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا ہے۔

رسالت مآبؐ نے فرمایا: تم دونوں ابوبکر کے پاس جاؤ کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔ وہ دونوں حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے نبی کو چھوڑ کر میرے پاس آگئے ہو؟

انہوں نے کہا: ہم محمد مصطفیٰؐ کے حکم سے آپ کے پاس آئے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے معاملہ سنا اور کہا: حیوان نے حیوان کو مارا ہے۔ اس میں مالک کا کیا قصور ہے؟ گائے کے مالک پر کوئی دیت لازم ہی نہیں آتی۔ وہ دونوں پھر سرکار دوعالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر کا فیصلہ سنایا۔

آپؐ نے فرمایا: عمر کے پاس جاؤ۔

وہ دونوں حضرت عمر کے پاس آئے، لیکن حضرت عمر نے بھی وہی فیصلہ سنایا جو حضرت ابوبکر سنا چکے تھے۔ پھر وہ دونوں رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جب وہ جنابِ امیرؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ نے فرمایا:

"اگر گائے خود گدھے کی جگہ پر گئی ہے تو گائے کا مالک گدھے کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرے اور اگر گدھا گائے کی جگہ گیا تھا، تو گائے کے مالک پر کوئی دیت لازم نہیں ہے"۔

یہ فیصلہ سن کر دونوں فریق پھر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور جناب امیرالمومنینؑ کا فیصلہ رسولِ خدا کو سنایا۔

رسولِ خدا نے فرمایا: "علیؑ نے تمہارے درمیان خدا کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے"۔

فرمانِ رسولؐ ہے: "میرے بعد تمام اُمت میں سب سے بڑھ کر عالم علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں"۔

ایک شخص کا رسولِ خدا پر ستر درہم کا دعویٰ

شیخ صدوق من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو سرکارِ دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ستر درہم میں آپؐ کے پاس اُونٹ فروخت کیا تھا، اور اب مجھے اس کی رقم چاہیے۔

رسولِ خدا نے فرمایا: میں ستر درہم تجھے دے چکا ہوں۔

روایت ہے کہ ایک بدو رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک اُونٹنی بھی تھی۔

بدو نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! کیا آپ یہ ناقہ خریدیں گے؟

Scanned with CamScanner

آپؐ نے فرمایا: اے اعرابی! تو اِس ناقہ کو کتنے میں فروخت کرے گا۔

بدو نے کہا: بائیس درہم میں۔

جناب ختمی مرتبتؐ نے فرمایا: اے اعرابی! تیری ناقہ کی قیمت تو اس سے زیادہ ہے اور آپؐ نے اس کی لگی ہوئی قیمت کو اِس قدر بڑھایا کہ اُس بدو سے آپؐ نے چار سو درہم میں وہ ناقہ خریدی اور درہم اعرابی کے دامن میں ڈالے۔

ناگاہ اُس بدو نے ہاتھ مارا اور ناقہ کی مہار پکڑ لی، اور کہا: یہ ناقہ بھی میری ہے اور یہ درہم بھی میرے ہیں۔ آپؐ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کریں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر حاضر ہوئے۔

رحمتِ دوجہاں محمد مصطفیؐ نے فرمایا: "آؤ یہ میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گا"۔

آنحضرتؐ نے تمام ماجرا حضرت ابوبکر کو سنایا۔

حضرت ابوبکر نے عرض کی: معاملہ واضح ہے، کیونکہ یہ بدو ثبوت طلب کر رہا ہے لہٰذا آپ پر ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔

اتنے میں حضرت عمر بن خطاب نمودار ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے اعرابی! اگر تو راضی ہو تو یہ دونوں شخص ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔

بدو بولا: ہاں اے محمدؐ! میں اِس بات پر راضی ہوں۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: اے عمر! میرے اور اس اعرابی کے درمیان فیصلہ کر۔

حضرت عمر نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! معاملہ کیا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ ناقہ میری ہے اور درہم اعرابی کے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: اے اعرابی! اب تو اپنی بات کہہ۔

اعرابی نے کہا: ناقہ اور درہم دونوں میرے ہیں۔ اگر محمدؐ اِس بات کا دعویٰ

کرتے ہیں کہ یہ ناقہ ان کی ہے تو ثبوت پیش کریں۔

حضرت عمر نے معاملہ پر غور کرتے ہوئے کہا: قضیہ واضح ہے۔ اعرابی ثبوت مانگتا ہے اور اُس نے قسم کھائی ہے کہ اپنا حق لے کر رہوں گا۔ نبی آخرالزمانؐ نے حضرت عمر کا فیصلہ سن کر فرمایا: میں اِس دعویٰ کا فیصلہ اس مرد سے کراؤں گا جو حکمِ پروردگار سے ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اتنے میں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام تشریف لائے، آپؑ نے دربارِ رسالت میں دیکھا کہ ایک بدو رسولِؐ خدا کے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔

جناب امیرؑ نے عرض کیا: یا خیر البشر! یارسولؐ اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟

فرمایا: اے ابوالحسنؑ! میرے اور اس اعرابی کے درمیان فیصلہ کریں۔

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے اعرابی! تو رسولِؐ خدا کے خلاف کیا دعویٰ کرتا ہے؟

کہا: میں ناقہ کی قیمت کا مطالبہ کرتا ہوں جو ان کے ہاں میں بیچ چکا ہوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کچھ فرمائیے۔

فرمایا: اے ابوالحسنؑ! میں ناقے کی تمام قیمت ادا کر چکا ہوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے اعرابی! رسولِؐ خدا سچ فرما رہے ہیں کہ ناقے کی قیمت تجھے ادا کر چکے ہیں۔

اعرابی نے کہا: نہیں مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنی تلوار کو نیام سے نکالا اور ایک ضرب سے اعرابی کا سر اُڑا دیا۔

سرکار دو عالمؐ نے فرمایا: یا علیؑ! ایسا کیوں کیا؟

عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کے اوامر و نواہی اور جنت و دوزخ، ثواب و

عذاب اور وحی خداوند تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ناقہ اعرابی کی قیمت کی تصدیق نہ کرے۔

میں نے اعرابی کو اس لیے قتل کیا ہے کہ اس نے آپؐ کی تکذیب کی ہے اور اس نے آپؐ پر جھوٹا دعویٰ کیا۔

جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے، اور تو نے سچا فیصلہ کیا ہے لیکن پھر کسی کے ساتھ اِس طرح نہ کرنا۔

اس کے بعد رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: ''حکمِ خدا اِس طرح تھا کہ علیؑ فیصلہ کرے نہ کہ تم فیصلہ کرو''۔

حدیث نبویؐ ہے: ''علیؑ نیکوکاروں کے امام اور بدکاروں کو موت کے گھاٹ اُتارنے والے ہیں۔ جس نے علیؑ کی مدد کی وہ کامیاب و فتح یاب ہوا اور جس نے علیؑ کی مدد سے گریز کیا وہ بے یار و مددگار ہے''۔

کھیل تماشا اور موت

علی بن ابراہیم قمی کتاب عجائب احکام امیرالمومنینؑ میں روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت ہنسی مزاح اور کھیل کھیل میں ایک دوسری عورت کی گردن پر سوار ہوگئی کہ اتنے میں ایک تیسری عورت آئی اس نے اس عورت کی ٹانگ پکڑی جو دوسری عورت کو اُٹھائے ہوئے تھی۔ وہ خوف سے سر کے بل گر پڑی اور وہ عورت جو اِس عورت پر سوار تھی وہ بھی گری اور مرگئی۔

لوگ یہ فیصلہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس لے آئے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ خون بہا کے تین حصے ہوں گے۔ ایک حصہ وہ عورت دے جس نے ٹانگ پکڑی تھی۔ دوسرا حصہ وہ عورت دے جس نے اس عورت کو اپنی گردن پر سوار کیا تھا۔ اور تیسرا حصہ ساقط ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے والی عورت ہنسی مزاح اور کھیل تماشے کے

طور پر سوار ہوئی تھی، اور اس نے اپنے قتل پر خود اعانت کی تھی۔ دراصل اِس مرنے والی عورت نے ان دو عورتوں کو بذاتِ خود اپنی ہلاکت میں شریک کیا۔

جب اِس فیصلے کی خبر بارگاہِ رسالت تک پہنچی تو آپؐ نے اس کی تصدیق فرمائی اور اس فیصلے کو درست شمار فرمایا۔

شیخ مفیدؒ نے ''ارشاد'' میں، ابنِ شہرآشوب نے ''مناقب'' میں، ابن اثیر جزری نے ''نہایہ'' میں اور زمخشری نے ''فائق'' میں اور دیگر نے بھی اِس حدیث کو نقل کیا ہے۔

وہ عورت جو عورت پر سوار ہوئی اور گر کر مرگئی اِسے ''واقعہ'' کہتے ہیں۔ اور جس عورت پر سوار ہوئی تھی اِسے ''قامعہ'' کہتے ہیں۔ جس نے ٹانگ پکڑی تھی وہ ''قارصہ'' کہلاتی ہے۔

ایک جماعت پر دیوار کا گرنا

شیخ مفیدؒ ''ارشاد'' میں اور ابن شہرآشوب ''مناقب'' میں اور ان کے علاوہ علی بن ابراہیم اور دیگر روایت نگار نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک جماعت پر دیوار گرگئی۔ تمام جماعت کے لوگ دیوار کے نیچے دب کر مرگئے۔ ان مرنے والوں میں ایک آزاد عورت اور ایک کنیز مملوکہ بھی شامل تھی۔ ان دونوں کی گود میں بچے تھے۔ آزاد عورت کا آزاد مرد سے اور کنیز نے غلام مرد کا بچہ جنا تھا۔ اب لوگوں کے لیے یہ جاننا مشکل ہوگیا کہ کون سا بچہ مملوک ہے اور کون سا بچہ آزاد۔

جنابِ ولی المومنین علی علیہ السلام نے ان بچوں کے درمیان قرعہ ڈالنے کا حکم دیا۔ اب جس کی آزادی کا قرعہ نکلا آپ نے حکم فرمایا کہ وہ مملوک ہے، اور آپؑ نے بچہ مملوک کو آزاد اور طفلِ آزاد کو غلام قرار دیا۔

آپؑ نے حکم فرمایا کہ یہ بچہ میراث سے اِسی طرح سے حصّہ لے گا جس طرح ایک آزاد انسان میراث پاتا ہے۔ جب اِس فیصلے کی خبر بارگاہِ رسالت میں پہنچی تو آپؐ

نے تصدیق فرمائی اور جناب امیرؑ کے لیے دعا فرمائی اور اس فیصلے کو درست قرار دیا۔

قاتل گھوڑے کے مالک پر دیت نہیں

بحارالانوار اور قصص الانبیاء کے مؤلفین اپنی اسناد سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا نے جناب امیر علیہ السلام کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، اُن ہی دنوں اتفاقاً ایک دن ایک سرکش گھوڑا اپنے مالک کے گھر سے بھاگ گیا، بھاگتے ہوئے ایک شخص کو ایسی لات ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اِس شخص کے ورثا نے خوب احتجاج کیا اور گھوڑے کے مالک کا گریبان پکڑا اور خون بہا کا مطالبہ کیا۔ معاملہ خوب گرم ہو گیا تو لوگ امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے، گھوڑے کے مالک نے جناب امیرؑ کے حضور پیش ہو کر عرض کی:

"اے امیر المومنینؑ! میرا گھوڑا گھر سے بھاگ گیا تھا"۔ اس بات کے گواہ میرے ساتھ ہیں۔ گھوڑے نے سرکشی میں دوڑتے ہوئے اس شخص کو لات رسید کی، جس سے وہ مر گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے تمام معاملہ سنا اور فرمایا: گھوڑے کے مالک پہ کچھ دیت نہیں ہے۔

مقتول کے ورثاء رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطورِ شکایت عرض کی: یارسولؐ اللہ! علی علیہ السلام نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے۔ ہمارے مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا ہے۔

سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا: "علیؑ ظالم نہیں ہے۔ وہ خیر الوصیین ہے۔ علیؑ ظلم کرنے کے لیے پیدا ہی نہیں ہوا، وہ ولی المومنینؑ ہے۔ ولایت علیؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ میرا بھی وہی فیصلہ ہے جو علیؑ کا ہے۔ میرا قول اسی کا قول ہے۔ علیؑ کی ولایت و قول اور حکم کو منافق کے سوا کوئی رد نہیں کرتا"۔

جب اہلِ یمن نے رسولِ خدا سے علیؑ کے بارے میں یہ فرمانِ ذیشان سنا تو عرض کرنے لگے: یارسولؐ اللہ! ہم علیؑ کے فیصلے پر راضی ہیں اوران کی بات کو دل وجان سے پسند کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''تمہارا اس فیصلے پر راضی ہونا تمہاری توبہ ہے''۔

حدیث رسولؐ ہے: ''علیؑ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں، جس نے شک کیا وہ کافر ہوا''۔

اُونٹ کا شترمرغ کے انڈے توڑنا

کتاب عجائب احکام امیرالمومنینؑ کے مؤلف نے صاحبِ مناقب سے یہ روایت نقل کی ہے جو کہ ایک انصاری کے حوالے سے روایت ہے۔ ایک مسافر نے اپنے اُونٹ کو ایسی جگہ باندھا جہاں شترمرغ کے انڈے بچے نکالنے کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انڈے تمام کے تمام اُونٹ کے پاؤں تلے آئے اور ٹوٹ گئے۔ جس شخص کے اُونٹ کے پاؤں تلے آ کر شترمرغ کے انڈے ٹوٹے تھے وہ ادائیگی حج کے لیے احرام میں تھا۔ شترمرغ کے انڈوں کے ٹوٹنے کی وجہ سے پریشان ہوا اور جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور تمام معاملہ بیان کیا کہ اس کا کفارہ کیا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اُونٹ کے پاؤں سے پامال ہونے والے ہر انڈے کے بدلے ایک اُونٹنی کی قربانی خانہ کعبہ میں ادا کر۔ یا پامال شدہ انڈوں کی تعداد کے مطابق نر اُونٹ مادہ اُونٹنیوں پر چھوڑ دے۔ ان اُونٹنیوں سے جو بچے پیدا ہوں وہی خانہ کعبہ میں قربان کر۔ اگر وہ اُونٹنیاں بچے نہ دیں تو اس پر کچھ کفارہ نہیں ہے۔

وہ شخص رسولِ خدا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے آپؐ سے جناب امیر کے فیصلے کی وضاحت چاہی۔ جب آپؐ جناب امیر علیہ السلام کے فیصلے کو سن چکے

تو آپؐ نے فرمایا: فیصلہ وہی ہے جو علیؑ نے کر دیا ہے۔ ہاں! اگر تو مزید رسائی چاہتا ہے تو دوسرا عمل میں بتا دیتا ہوں۔

اگر تو اُسے بجا لائے تو تیرے لیے کافی ہے۔ وہ عمل یہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے انڈے کے بدلے ایک دن روزہ رکھ یا ایک مسکین کو کھانا کھلا۔ چنانچہ یہ شخص حج کے اعمال میں مشغول ہو گیا اور سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰؐ نے جناب مولا علیؑ کے فیصلے کی تائید فرمائی۔ چونکہ وہ شخص جناب امیر علیہ السلام کے بتائے ہوئے کفارہ کی قدرت نہیں رکھتا تھا، اس لیے آپؐ نے اِسے دوسرے عمل کی اجازت دے دی۔

ان شاء اللہ! اِسی فیصلے کی مثل ایک فیصلہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے باب میں پیش کیا جائے گا۔

ایک یہودی اور مسلمان کا جھگڑا

علامہ مجلسی بحار الانوار، جلد نہم میں تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جس نے گذشتہ شب خوشنودیِ خدا اور رسولؐ کے لیے ایک شخص کو قتل کیا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں نے قتل کیا ہے۔

جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا: یا علیؑ! اپنا معاملہ بیان کرو۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یا رسولؐ اللہ! گذشتہ شب دو آدمی ایک فلاں یہودی اور دوسرا فلاں انصاری آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ وہ دونوں میرے پاس چلے آئے۔

یہودی نے کہا: یا ابا الحسنؑ! میرا اِس انصاری شخص کے ساتھ ایک بات پر جھگڑا ہوا۔ ہم دونوں یہ تنازعہ لے کر آپؑ کے بھائی محمدؐ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے میرے

علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قضاوت وعدالت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنی تمام مشکلات کے حل کے لیے امیر المومنینؑ کے پاس آتے اور آپؑ کے فیصلوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے، اور علمائے عامہ وخاصہ نے نقل کیا ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی حیات طیبہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے جو بھی فیصلے کیے، ان تمام فیصلوں کی آپؐ نے تائید فرمائی اور جناب علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں دعا فرمائی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کے منصبِ خلافت کے استحقاق کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

علی کا نطق "سَلُونِی" کی آبشار کی ضو
علی کا حُسن، مدوِ مہر میں حیات کی رَو
علی ہنسے تو چھٹے دوجہاں میں صبح کی پو
علی جب چپ ہو تو رُک جائے نبضِ عالم نو
علی رُکے تو نواءِ خامشی میں ڈھلتی ہے
علی چلے تو زمانے کی سانس چلتی ہے

Scanned with CamScanner

علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قضاوت و عدالت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنی تمام مشکلات کے حل کے لیے امیرالمومنینؑ کے پاس آتے اور آپؑ کے فیصلوں کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے، اور علمائے عامہ و خاصہ نے نقل کیا ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی حیاتِ طیبہ میں امیرالمومنین علیہ السلام نے جو بھی فیصلے کیے، ان تمام فیصلوں کی آپؐ نے تائید فرمائی اور جناب علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں دعا فرمائی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جنابِ مولائے کائنات علی علیہ السلام کے منصبِ خلافت کے استحقاق کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے ۔

علیؑ کا نطق "سَلُونِی" کی آبشار کی ضَو
علیؑ کا حُسن، مدومہر میں حیات کی رَو
علیؑ ہنسے تو پھٹے دوجہاں میں صبح کی پو
علیؑ جب چپ ہوتو رُک جائے نبضِ عالمِ نُو
علیؑ رُکے تو نواء خامشی میں ڈھلتی ہے
علیؑ چلے تو زمانے کی سانس چلتی ہے

(64) MIS

باب دوئم

حضرت علی علیہ السلام کے فیصلے

زمانۂ خلافت حضرت ابوبکر میں

ارض و سما پر جس کی حکومت کے ہیں نشان
زیرِ قدم ہے جس کے امامت کی کہکشاں
چلتے ہیں جس کے دَر سے فقیہوں کے کارواں
لپٹے ہیں جس کی خاک سے حق کے مزاج داں
مابین آسمان و زمین جو وکیل ہے
جس کا وجودِ پاک شرف کی دلیل ہے

ایک شرابی اور آیتِ حُرمت

فاضل کاشانی ہدایۃ الطالبین میں، شیخ مفید ارشاد میں، علی بن ابراہیم قمی کتاب عجائب احکام امیر المومنین میں، ابن شہر آشوب مناقب میں، شیخ کلینی اُصولِ کافی میں اور دیگر مؤلفین اپنی اپنی اسناد سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص نے شراب پی۔ لوگ اِس شرابی کو حضرت ابوبکر کے پاس لائے تاکہ اسے شرعی سزا دی جائے۔

خلیفۂ اوّل نے اس شرابی سے پوچھا: کیا تو نے شراب پی ہے؟

اُس نے کہا: ہاں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تو نہیں جانتا کہ شراب کا پینا حرام ہے؟

شرابی نے کہا: میں مسلمان ہوں اور ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں جو شراب کو حلال سمجھ کر پیتے ہیں۔ اگر میں یہ جانتا کہ شراب پینا حرام ہے تو میں اس سے

اجتنا ... ر ...

اس وقت وہاں حضرت عمر بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے اُن سے مخاطب ہوکر کہا: اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت عمر نے کہا: حضرت! مسئلہ بہت مشکل ہے اس کا حل سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے کسی اور کے پاس نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: علی ابن ابی طالبؑ کو بلانا چاہیے۔

حضرت عمر نے کہا: حق تو یہ ہے کہ ہمیں علیؑ کے پاس جانا چاہیے، تاکہ فیصلہ انہی کے ہاں ہو۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دوسرے حاضرین کے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور آپؑ کے سامنے تمام واقعہ بیان کیا۔

تمام معاملہ سن کر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: کسی شخص کو اسی وقت انصار و مہاجرین کے پاس بھیج کر اِس بات کی تصدیق کرائی جائے کہ کیا ان لوگوں نے اِس شخص کے سامنے حُرمت والی آیت پڑھی ہے؟

مہاجرین اور انصارانِ مدینہ میں سے کسی ایک نے بھی اِس بات کی گواہی نہ دی۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ نے اِس شخص کو آزاد کردیا اور فرمایا: ''اگر اس کے بعد بھی تو نے شراب پی تو میں تجھے شرعی سزا دوں گا''۔

سیدالاوّلین و آخرین مصطفیٰؐ و مجتبیٰ محمد رسولؐ اللہ کا مقامِ دفن

نورالدین بن شہاب الدین الشافعی، تاریخ خلاصۃ الوفاء میں جناب حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں: جس وقت سرورِ انبیاء، رحمتِ تمام محمد مصطفیٰؐ نے اس دارفانی سے رحلت فرمائی تو اہلِ مدینہ کے درمیان آپؐ کے مقامِ دفن کے بارے اختلاف پیدا ہوگیا تو امام المتقین علی علیہ السلام نے فرمایا: آپؐ اِسی مقام پر دفن ہوں گے، جہاں آپؐ کی روحِ مبارک جسدِ رحمت سے جدا ہوئی۔

مرد کا مرد سے نکاح گناہِ کبیرہ ہے

علی متقی کنز العمال جلد سوم میں محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہیں کہ خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر کو خط لکھا کہ عرب کے کچھ قبائل کے مرد مردوں سے نکاح کر رہے ہیں، جس طرح عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے، یعنی اغلام واقع ہو رہا ہے۔

یہ خط جب حضرت ابوبکر کو ملا تو اُنھوں نے اصحابِ رسول کو ایک مقام پر جمع کیا اور ان سے اِس مسئلے کے فیصلے کے بارے میں مشورہ لیا۔ ان اصحاب میں امیر المومنین علی علیہ السلام بھی موجود تھے۔ جب حضرت ابوبکر نے آپؑ سے اس مسئلے کا حل پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

''یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک قوم اس گناہ کی مرتکب ہوئی تھی، خداوند عالم نے ان پر عذاب نازل کر دیا تھا۔ لہٰذا اس مسئلے کا فیصلہ یہ ہے کہ اس جرم کا مرتکب ہونے والے افراد کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے''۔

حضرت ابوبکر نے یہ فیصلہ سن کر اُسی وقت حکم دیا کہ جو کوئی اِس گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو، اُسے زندہ آگ میں جلایا جائے۔

عالمِ خواب میں جماع

ابن شہرآشوب مناقب میں فرماتے ہیں: ایک شخص ایک آدمی کو پکڑ کر حضرت ابوبکر کے پاس لایا اور کہا: اے خلیفۂ اوّل! یہ شخص کہتا ہے کہ اس نے عالمِ خواب میں میری ماں سے جماع کیا ہے۔

حضرت ابوبکر یہ بات سن کر پریشان ہو گئے اور سوچنے لگے اس معاملے کا کس طرح سے فیصلہ کیا جائے۔

اسی اثناء میں جناب امیر علیہ السلام تشریف فرما ہوئے۔ آپؑ نے معاملہ سنا

اور فیصلہ دیا کہ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو تازیانے مارے جائیں کیونکہ خواب کی حقیقت مثلِ سایہ کی ہے۔ اور اس شخص کو بھی تازیانے لگائے جائیں تا کہ یہ پھر کسی دوسرے مسلمان کو اِس طرح سے اذیت نہ پہنچائے۔

یہ روایت عجائب احکام امیرالمومنینؑ اور امالی شیخ طوسی میں بھی مذکور ہے۔

حدیثِ رسولِؐ خدا ہے:

فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ

فکونوالہ انصار صدق موالیا

''جس کا میں حاکم ہوں یہ بھی اس کا فرماں روا ہے۔ لوگو! تم سب علیؑ کے سچے حامی اور تابعدار بنو''۔

صبح عقد ہوا شام کو بچہ جنا

ابن شہرآشوب اور دیگر نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص صبح کے وقت ایک عورت سے عقد کرتا ہے اور وہ عورت شام کے وقت اس کے بچے کو جنم دیتی ہے۔ چند لمحوں کے بعد وہ شخص مر جاتا ہے۔ چنانچہ وہ عورت اور بچہ اس شخص کی جمع کردہ مال و دولت کے وارث بن گئے، کیا ایسا ممکن ہے؟

حضرت ابوبکر نے جواب میں کچھ نہ کہا اور خاموش ہو گئے۔

اس وقت مولائے کائنات علی علیہ السلام بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ممکن ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس یہ عورت کنیز تھی اور یہ کنیز اِس شخص سے حاملہ تھی۔ جب بچے کی پیدائش کا وقت قریب آیا تو اِس شخص نے کنیز کو آزاد کر دیا۔ پھر صبح کے وقت اِسی عورت کے ساتھ نکاح کیا اور شام کے وقت اِس عورت نے اس کے بچے کو جنا۔ بچے کی پیدائش کے چند لمحوں بعد وہ شخص وفات پا گیا۔ یوں یہ عورت اور اس کا بیٹا اس کی وراثت کے مالک بن گئے۔

علیؑ ہے منزلِ ادراک و آگہی کا نشاں
علیؑ ہے رونقِ ہنگامہ زمان و مکاں
علیؑ کے دم سے دمادم رواں دواں یہ جہاں
علیؑ کے دستِ کرم کی کرن کراں بہ کراں



باب سوئم

حضرت علی علیہ السلام کے فیصلے

زمانۂ خلافت حضرت عمر میں

جو مظہرِ تجلی وحدت ہے وہ علیؑ
جو وارثِ علوم رسالتؐ ہے وہ علیؑ
جو افتخار حُسنِ شجاعت ہے وہ علیؑ
جو شہریارِ بزمِ امامت ہے وہ علیؑ
وہ بزمِ کائنات میں بھی لاجواب ہے
وہ خالقِ ازل کا حسین انتخاب ہے

تاریخ شاہد ہے کہ امام المتقین ، ناصرِ رسولؐ اللہ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے دبستانِ رسالت میں تعلیم و تربیت پائی۔ نبوت کی تجلیوں سے آئینہ دل و دماغ پر جلا کی اور اس مرتبۂ علمی پر فائز ہوئے کہ علم وحکمت کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو آپؑ پر منکشف نہ ہوا ہو۔ قرونِ اولیٰ اور اس کے بعد کے ادوار میں ایک فرد بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جو علم میں آپؑ کا ہم پایہ ہو۔ عوام سے لے کر مسندِ نشینانِ خلافت تک آپؑ کے سرچشمۂ علم سے سرابی کے محتاج رہے اور انھیں جب بھی کسی مشکل مسئلہ کے حل کی ضرورت پڑی تو آپؑ کے درِانور پر ہی دستک دیتے۔

تمام علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کسی بھی فیصلے کے بارے میں خلفائے ثلاثہ سے رجوع نہیں کیا، بلکہ تمام خلفائے ثلاثہ اور دیگر لوگوں نے ہمیشہ جناب امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔

مولائے کائناتؑ علومِ دینی و شرعی میں اس بلند مقام پر فائز تھے کہ انسان کی قوت پرواز اس تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کے علمی تفوق کی یہ

ایک روشن دلیل ہے کہ آپؑ نے ہر مسئلہ چاہے وہ اُمورِ دینیہ سے متعلق ہو یا مسائلِ عقلیہ سے، ریاضی سے متعلق ہو یا ہیئت سے، فلسفہ سے متعلق ہو یا کلام سے، طبیعات سے متعلق ہو یا الٰہیات سے عجز و درماندگی کا اظہار کیا ہو یا غور و فکر کی ضرورت پڑی ہو یا کسی سے پوچھنے کی احتیاج محسوس کی ہو، بلکہ جب بھی کوئی پیچیدہ مسئلہ آپؑ کے سامنے پیش ہوا، جس کے حل کے لیے دوسرے عاجز و درماندہ ہوتے، آپؑ اِسے آسانی سے حل فرما دیتے۔ خلیفۂ دوئم حضرت عمر کو بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو آپؑ سے رہنمائی حاصل کرتے اور اگر کوئی حکم دے چکے ہوتے اور جناب امیر علیہ السلام اِس کے خلاف رائے دیتے تو آپؑ اپنے فیصلے میں تبدیلی کر کے اعلانیہ کہتے:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ (ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۵۸)

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو چکا ہوتا"۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ پر کسی کو مقدم نہیں کیا جاسکتا۔ آپؑ کا دوسروں سے بے نیاز ہونا، اور تمام لوگوں کا اپنی احتیاط کو ان سے وابستہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپؑ امامِ کل ہیں۔

آپؑ کا فرمان ہے:

لو کسرت الی الو سادہ ثم جلسۃ علیها لقضیت بین اهل التوریت بتوراتهم وبین اهل الانجیل بانجیلهم وبین اهل الزبور بزبورهم وبین اهل الفرقان بفرقانهم (مطالب السئول، ص۸۹)

"اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے تو میں اہلِ تورات میں تورات کی رُو سے، اہلِ انجیل میں انجیل کی رُو، سے اہلِ زبور میں زبور کی رُو سے اور اہلِ قرآن میں قرآن کی رُو سے فیصلے کرتا"۔

جو ہے بحکمِ ذاتِ خدا، ناظمِ حساب
جس کے مزاج میں نہیں احساسِ اضطراب
جو ہے بساطِ ارض پہ علمِ نبیؐ کا باب
جس کو خراج دے کے نکلتا ہے آفتاب
ضربت پہ جس کے کُل عبادت کو ناز ہے
جس کی وفا پہ کُل نبوت کو ناز ہے

دولوگوں کی امانت

یہ واقعہ ریاض النضرہ میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں درج کیا ہے۔اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ حنفی نے ازالۃ الخفاء اور دیگر مؤلفین نے بھی اِسے نقل کیا ہے۔محب الدین طبری ذخائرالعقبیٰ میں بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی ایک سو دینار ایک عورت کے پاس بطورِ امانت رکھنے کے لیے آئے اور دونوں نے اِس عورت کو دینار حوالے کرتے ہوئے کہا: یہ ہماری امانت ہے۔اگر ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس آئیں تو یہ تھیلی ہمیں واپس کرنا، اگر ہم میں سے کوئی ایک آئے تو اس کو یہ تھیلی نہ دینا۔

عرصۂ دراز کے بعد ان میں سے ایک شخص اِس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساتھی مرگیا ہے جو امانت ہم نے تمہارے پاس رکھی تھی وہ مجھے واپس دے دو۔اس عورت نے دینار دینے سے انکار کر دیا۔وہ شخص اس عورت کے خاندان والوں کے پاس گیا اور شکایت کی۔عورت کے رشتہ داروں نے اِس پر دباؤ ڈالا کہ اس شخص کی جو امانت تمہارے پاس ہے وہ اِسے لوٹا دو۔

ابھی اِس بات کو ایک سال گزرا تھا کہ اُس شخص کا دوسرا ساتھی بھی آگیا۔تو اس نے عورت سے اپنی رکھی ہوئی امانت کی واپسی کا مطالبہ کیا۔وہ عورت اُسے دیکھ کر حیرت میں پڑگئی اور بولی: تمہارا ساتھی ایک سال پہلے آیا تھا اور اُس نے کہا تھا کہ

تم دنیا سے چل بسے ہو۔ لہٰذا میں نے اُس کے مطالبہ پر اُسے امانت واپس کردی۔

وہ شخص یہ بات سن کر پریشان ہوا مگر اپنے مطالبے پر ڈٹا رہا۔ آخرکار معاملہ طول پکڑ گیا اور وہ دونوں حضرت عمر کے پاس آئے اور اپنا قصہ بیان کیا۔ حضرت عمر نے دونوں کا بیان سن کر عورت سے کہا: تو ہر حال میں اس شخص کو اس کی امانت واپس کرنے کی پابند ہے۔

وہ عورت پریشان ہوگئی اور حضرت عمر کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کیا: اے خلیفۂ وقت! آپ ہمیں اباالحسن علی ابن ابی طالبؑ کے پاس جانے کی مہلت دیجیے، تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں۔

حضرت عمر نے اس بات کو قبول کیا۔ جب وہ دونوں جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ نے اس شخص سے فرمایا:

اے عبدِ خدا! جب تم نے امانت رکھی تھی تو تم دونوں اِس کے پاس آئے تھے اور تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ جب ہم دونوں آئیں تو ہمیں یہ امانت واپس کرنا، اب تم اپنے ساتھی کو لے کر آؤ تو بعد میں تمہاری امانت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تمہاری رقم تمہارا ساتھی لے گیا ہے۔ جاؤ اور اس سے خود وصول کرلو۔ اس عورت کا کوئی قصور نہیں، بلکہ تمہارے ساتھی نے تمہارے ساتھ فریب کیا ہے۔

جب حضرت عمر نے یہ فیصلہ سنا تو بے ساختہ کہا:

لَا اَبقَانِی اللّٰہُ بَعدِ عَلی

''اے اللہ! مجھے علیؑ کے بعد زندہ نہ رکھنا''۔

حاملہ عورت کی سزا

محب الدین ذخائر العقبیٰ میں بیان کرتے ہیں: چند افراد ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر کے پاس لائے۔ اس عورت نے ان سب کے سامنے زنا کا اعتراف کیا۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ یہ گناہ گار ہے اسے شرعی سزا دی جائے۔

لوگ اُسے پکڑ کر لے جا رہے تھے کہ اسی اثناء میں مولیٰ المومنین علی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جناب امیرؑ نے پوچھا: اس عورت کو کہاں لے جا رہے ہو؟

لوگوں نے کہا: حضرت عمر نے اسے شرعی سزا دینے کا حکم دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، کیونکہ تم عورت کو تو شرعی سزا دے سکتے ہو مگر جو بچہ شکمِ مادر میں ہے اس پر تو کوئی شرعی سزا نہیں ہے۔

آپؑ کا فیصلہ سن کر حضرت عمر نے سوال کیا کہ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

مولیٰ المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب تک وضعِ حمل نہیں ہو جاتا اس وقت تک عورت کو چھوڑ دو۔

خلیفۂ دوئم نے جناب امیر علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا اور تین مرتبہ کہا:

كُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنِّی

''تمام لوگ ہی مجھ سے زیادہ فقیہہ ہیں''۔

مناقب میں ابن شہرآشوب نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ جب وضع حمل ہوا تو عورت اِس دنیا سے چل بسی۔ جب حضرت عمر نے عورت کے وفات پا جانے کے بارے میں سنا تو کہا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ

''آج اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ سن لو تمام لوگ ہی مجھ سے زیادہ فقیہہ ہیں''۔

خوف زدہ حاملہ عورت کی سنگساری کا حکم

علمائے اہلِ سنت قاضی عبدالجبار نے اس حدیث اور واقعہ کو مغنی میں، احمد بن حنبل نے مسند احمد میں، عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ میں، شاہ ولی اللہ حنفی دہلوی نے ازالۃ

الخفاء میں، سید شریف جرجانی نے شرح قرائن میں، فخر رازی نے کتاب اربعین میں، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں، موفق بن احمد خوازرمی نے کتاب مناقب میں اور علی متقی نے کنزالعمال باب فضائلِ صحابہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ مگر ہم یہاں شیخ مفید کی 'ارشادٗ سے اور علی بن عیسیٰ کی کشف الغمہ سے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک عورت کو لایا گیا۔ جس پر زنا کا الزام تھا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا: تو اس گناہ کی مرتکب ہوئی ہے۔

عورت اتنے بڑے ہجوم میں بے حد خوفزدہ تھی اور خلیفہٗ وقت کے سامنے اسی خوف کی وجہ سے اُس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔

خلیفہ نے حکم دیا اس زانیہ کو سنگسار کردو۔ اہلکار عورت کو سنگسار کرنے کے لیے لے کر جانے لگے تو راستے میں امیر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپؑ نے ان سے دریافت فرمایا: اس عورت کو کس جرم میں پکڑ کر لے جا رہے ہو؟

اُنھوں نے جواب دیا: حضرت عمر نے حکم دیا ہے کہ اسے سنگسار کریں۔

مولائے کائناتؑ نے اسے چھوڑنے کا حکم دیا اور حضرت عمر کے پاس چلے آئے۔ فرمایا: کیا آپ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟

حضرت عمر نے کہا: جی ہاں کیونکہ اس عورت نے میرے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ عورت تیری سلطنت وحکومت میں ہے، لیکن جو بچہ اس عورت کے شکم میں ہے یہ کس کی حکومت میں ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: شاید آپ نے اس عورت کو ڈرایا اور دھمکایا ہے اور اس نے خوف کی وجہ سے اقرار کیا ہے؟

حضرت عمر نے کہا: اے ابا الحسنؑ! بات حقیقت میں ایسی ہی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: شاید آپ نے رسولؐ خدا سے یہ نہیں سنا کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص خوف و تکلیف کی وجہ سے اپنے جرم کا اعتراف کرے، اس پر حد نہیں ہے۔ اسی طرح جس کو ہم ڈرائیں دھمکائیں اُس پر رُعب ڈالیں اس کا اقرار نہیں ہے۔

حضرت عمر نے اُسی وقت عورت کو رہا کر دیا اور کہا: کائنات کی تمام عورتیں علی ابن ابی طالبؑ جیسا بچہ جننے سے عاجز ہیں۔ پھر کہا:

لَوۡلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔

علیؑ ہی سرمایۂ یقین ہے
امیر و سلطانِ مومنین ہے
علیؑ ہی مولائے متقین ہے
علیؑ محمدؐ کا جانشیں ہے
علیؑ علیؑ ہے، علیؑ علیؑ ہے

پیاسی عورت سے چرواہے کی زناکاری

محب الدین طبری ذخائر العقبیٰ میں عبدالرحمٰن سلمی سے واقعہ نقل کرتے ہیں: ایک عورت کو خلیفۂ دوئم حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ عورت بے آب و گیاہ صحرا میں شدتِ پیاس سے قریب المرگ تھی کہ اس نے ایک چرواہے سے پانی کا سوال کیا۔

چرواہے نے کہا: میں تجھے پانی اس شرط پر دوں گا کہ اگر تو اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے، تا کہ میں تیرے ساتھ جماع کروں۔

عورت پیاس کی شدت سے موت کے بالکل قریب تھی۔ چند گھونٹ پانی کے

عوض وہ زنا پر راضی ہوگئی۔
خلیفہ نے اس معاملے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے؟
جناب ابا الحسن علیہ السلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دیجیے، کیونکہ یہ مجبور تھی۔
حضرت عمر نے جناب امیر علیہ السلام کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے اس عورت کو رہا کر دیا۔
صاحبِ کتاب فرماتے ہیں: حقیقتِ روایت کے مطابق یہ عورت لق و دق صحرا میں پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب تھی۔ اگر وہ چرواہے کی خواہش پوری نہ کرتی تو ہلاک ہو جاتی۔ ممکن ہے کہ شک کی بنا پر اس سے حد ساقط کی گئی ہو۔
شیخ مفیدؒ نے اِس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر کے پاس آ کر گواہی دی کہ صحرا میں ایک مرد نے پانی کے بدلے ایک پیاسی عورت سے جماع کیا ہے، جب کہ وہ عورت نہ اُس کی بیوی تھی اور نہ ہی وہ مرد اُس کا شوہر تھا۔
حضرت عمر نے گواہوں کی بات سنی اور حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے۔
عورت نے بے چارگی سے آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا:
بارالٰہا! تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، میرے اُوپر کوئی گناہ نہیں۔
حضرت عمر کو طیش آ گیا اور غصّے کے عالم میں کہا: اب تو خود کو بے گناہ کہتی ہے اور گواہوں پر نکتہ چینی کرتی ہے اور جھوٹ بول رہی ہے۔
خدا کے سچّے برحق ولی جناب امیر علیہ السلام نے اس وقت فرمایا: اس عورت کو چھوڑ دو اور اس سے حقیقتِ حال دریافت کرو، شاید کوئی عذر رکھتی ہو۔
عورت کو چھوڑ دیا گیا اور اس سے حقیقتِ حال پوچھا گیا تو عورت نے کہا: میں نے اپنے شوہر سے اُونٹنی لی اور پانی بھی ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہوگئی۔ میری اُونٹنی

دودھ نہیں دیتی تھی۔ سفر کے دوران ایک مرد بھی میرا ہمسفر ہوگیا، جبکہ اس کی اُونٹنی دودھ دینے والی تھی، لیکن اس کے پاس پانی نہیں تھا۔ دورانِ سفر یہ مسافر جہاں بھی پانی مانگتا میں اسے پانی دے دیتی۔ یونہی اُس کی پیاس بجھاتے بجھاتے میرے پاس جو پانی تھا ختم ہوگیا۔ مجھے جب پانی کی حاجت ہوئی تو میں نے اِس مرد سے دودھ مانگا تو اس مرد نے کہا: اگر تو دودھ چاہتی ہے تو مجھے اپنے اُوپر تسلط حاصل کرنے دے۔ میں نے انکار کر دیا۔ کچھ دیر بعد پیاس کی شدت بڑھ گئی۔ اب مجھ سے پیاس برداشت نہ ہورہی تھی۔ اگر کچھ دیر اور گزر جاتی تو میں پیاس کی شدت سے مرجاتی۔ آخر کار مجبُور ہوکر نہ چاہتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس طرح میں نے اپنی زندگی بچائی۔ عورت کا حقیقتِ حال جان کر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اللہ اکبر!

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ

جیسے ہی حضرت عمر نے یہ بات سنی، آپ نے اس عورت کو چھوڑ دیا

دیوانی عورت کا گناہ

محبّ الدین طبری ذخائر العقبیٰ میں ابی ظبیان سے نقل کرتے ہیں، اُن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر کے پاس موجود تھا، اِسی اثناء میں ایک عورت کو لایا گیا جس پر زنا کا الزام تھا۔ حضرت عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب عورت کو سزا کے لیے لے جایا جارہا تھا تو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے اہل کاروں سے فرمایا: کیا ماجرا ہے؟

اُنھوں نے کہا: اس عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم سنایا ہے۔ جناب علی علیہ السلام نے ان لوگوں کو واپس حضرت عمر کے پاس بھیج دیا۔ جب اہل کار واپس دربارِ خلافت میں گئے تو حضرت عمر نے لوگوں سے واپسی کا سبب پوچھا تو اُنھوں نے کہا: ہمیں ابا الحسن علیہ السلام نے واپس بھیجا ہے۔

جب حضرت عمر نے اس معاملے کی وضاحت چاہی تو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ نے رسولؐ خدا سے نہیں سنا تھا کہ تین قسم کے افراد پر شرعی حد اُٹھالی گئی ہے:

① ایک بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے ② دوسرا سویا ہوا شخص جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے ③ تیسرا دیوانہ جب تک عاقل نہ ہو جائے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ عورت دیوانی ہے اور فلاں قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے جنون کی حالت میں یہ کام کیا ہے۔

حضرت عمر نے کہا: مجھے معلوم نہیں تھا۔

جناب علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: مجھے تو علم ہے۔

اِسی وقت حضرت عمر نے اس عورت کی سنگساری کا فیصلہ واپس لے لیا۔

شیخ مفید ارشاد میں فرماتے ہیں: علمائے اہلِ سنت نے بھی اِس روایت کو نقل کیا ہے اور ہدایت کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ علیؑ کے حالات میں فراخی عطا کرے، ورنہ میں تو ایک دیوانی عورت پر حد جاری کر کے ہلاک ہونے والا تھا۔

ایامِ عدت اور نکاح

محبّ الدین طبری ذخائر العقبیٰ میں مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت کو لایا گیا۔ جس نے ایامِ عدت میں نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمر نے اس سے حق مہر واپس لے کر بیت المال میں جمع کر دیا اور زن و مرد کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا اور کہا: یہ اکٹھے نہیں ہو سکتے ہیں اور ان ایام میں کوئی دوسرا مرد بھی اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

جب اس معاملے کی خبر مولائے کائناتؑ تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: اگر یہ

دونوں شرعی مسئلہ سے جاہل ہیں تو یہ عورت حق مہر کی مستحق ہوگی۔ کیونکہ عورت نے اپنے آپ کو خود مرد پر حلال کیا ہے۔ عدت کے ایام پورے ہونے تک ان دونوں کو جدا کر دیا جائے۔ ایام عدت گزر جانے کے بعد اگر یہ مرد چاہے تو اس سے شادی کر سکتا ہے۔

اس وقت حضرت عمر نے خطبہ پڑھا اور کہا: جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو اس وقت سنت کی طرف رجوع کیا جائے، یعنی میری طرح کریں کہ میں یہ مسئلہ نہیں جانتا تھا۔ اس لیے جنابِ علیؑ کے قول پر عمل کرتا ہوں کیونکہ جنابِ علیؑ کا قول سنت کے عین مطابق ہے۔

مصنف فرماتے ہیں: اس روایت کو علی بن ابراہیم نے کتاب عجائب احکام امیر المومنین علی علیہ السلام میں ذکر کیا ہے۔ بہتر یہ تھا کہ اس روایت کا ذکر ہی نہ کرتے کیونکہ یہ روایت اجماعِ اہلِ بیتؑ اور تمام علمائے اہلِ تشیع کے خلاف ہے۔

فتویٰ یہ ہے کہ یا تو دونوں اس مسئلہ سے جاہل ہوں، یا دونوں علم رکھتے ہوں، یا ان دونوں میں سے ایک جاہل ہو تو وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے لیے حرام ہوں گے۔ ہم نے اس روایت کو ذخائر العقبیٰ سے صرف اس لیے نقل کیا ہے کہ علمائے اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ خلفائے ثلاثہ شرعی اُمور میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ روایت غیر موثق ہے کیونکہ اس کا راوی مسروق ہے جو کہ کاذبین میں سے تھا۔

فرمانِ احمد مصطفیٰ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ ہر مومن کا دوست اور مددگار ہے''۔

شش ماہ بچہ

ابن شہرآشوب مناقب میں روایت کرتے ہیں کہ ایک سپاہی ہیثم سفر پر گیا ہوا تھا، جب وہ سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی کے ہاں ایک چھ ماہ کے بچے کی پیدائش ہو چکی تھی۔ ہیثم نے اس بچے کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔ آخرکار دونوں میاں بیوی

حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاملہ ان کے روبرو پیش کیا۔ حضرت عمر نے پہلے شوہر کی بات سنی۔

ہیثم نے کہا: اے حضرت! میں سفر پر تھا۔ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ میں واپس لوٹا ہوں کہ اس کے ہاں یہ بچہ پیدا ہوگیا۔ اتنی کم مدت میں بچے کی پیدائش کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ میرے نطفے سے نہیں ہوسکتا ہے۔ میں اسے اپنا بیٹا ہی نہیں مانتا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ ہیثم کی بیوی کو سنگسار کیا جائے۔

جب مولائے کائناتؑ نے حضرت عمر کا یہ فیصلہ سنا تو فرمایا: یہ عورت سچی ہے اور اپنے شوہر سے حاملہ ہوئی ہے۔ کیا آپ نے قرآنِ پاک میں ربِ کائنات کا یہ ارشاد نہیں پڑھا:

حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

''اس کی مدتِ حمل اور مدتِ رضاعت تیس ماہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے مدتِ رضاعت دو سال قرار دی ہے جس کے چوبیس ماہ بنتے ہیں لہٰذا اگر تیس سے چوبیس کو نفی کر دیا جائے تو مدتِ حمل چھ ماہ بنتی ہے اور شش ماہ بچہ پیدا ہوکر زندہ رہ سکتا ہے۔ لہٰذا یہ بچہ اسی شخص کا ہے۔

حضرت عمر نے اُسی لمحے اس عورت کو رہا کر دیا اور بچے کو اُس کے باپ کے ساتھ ملا دیا اور کہا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ

اس روایت کو شیخ مفید اور ابوالفتح کراچکی کنزالفوائد میں اور دیگر مولفین جن میں محب الدین طبری ذخائر العقبیٰ میں، سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں، فخر رازی، امیر سورہ احقاف میں، علی متقی کنزالعمال میں اور ابن عبداللہ نے استیعاب میں ذکر کیا ہے۔

انڈے توڑنے کا کفارہ

کتاب ذخائر العقبیٰ، ص ۸۳ پر مذکور یہ روایت سید ابن میتب سے روایت کی گئی ہے۔ اسے ابن شہر آشوب نے مناقب میں ابوالقاسم کوفی کی کتاب سے اور قاضی نعمان نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

سید میتب روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کان عمر یتعوذ من هضلةٍ لها اباالحسن

اور عمر کا قول ہے: ''میں اس لمحہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جب مجھے کوئی مشکل آئے تو علی ابن ابی طالبؑ میرے پہلو میں نہ ہوں''۔

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: ایک موقع پر حضرت عمر نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے کہا: یااباالحسنؑ! میں جب بھی آپؑ سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں یا کسی قضیہ کا حل دریافت کرتا ہوں تو آپؑ فوراً اس کا جواب دے دیتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپؑ فکر و تامل کے بعد جواب دیا کریں۔

مولائے متقیانؑ نے اپنا ہاتھ کھول کر ان کے سامنے کیا اور پوچھا: اس میں کتنی انگلیاں ہیں؟

حضرت عمر نے فوراً جواب دیا: پانچ۔

آپؑ نے فرمایا: آپ غور و فکر اور سوچ بچار سے کام لینے کے بجائے فوراً کیوں بول اُٹھے:

کہا: اس میں غور و فکر کی ضرورت ہی کیا تھی۔

فرمایا: جس طرح انگلیوں کے شمار میں آپ کو غور و فکر کی ضرورت پیش نہیں آئی، اسی طرح تمام حقائق و مطالب میرے سامنے واضح و آشکارا ہیں، اور کسی مرحلے پر مجھے

سوچ بچار کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔

ابن زبیر کہتا ہے: ایک دن میں شام کی مسجد میں داخل ہوا تو ایک سن رسیدہ بزرگ کو دیکھا، جس کی رگیں ضعیفی کی وجہ سے خشک ہو چکی تھیں۔ میں اس کے سامنے گیا، سلام کرتے ہوئے میں نے کہا:

اے بزرگ! آپ نے اصحاب رسولؐ میں سے کسی صحابی کو دیکھا ہے؟

اُس نے کہا: عمر ابن خطاب کو۔

میں نے پوچھا: کیا آپ اس کے ساتھ جہاد میں بھی شریک ہوئے تھے؟

کہا: ہاں میں جنگ یرموک میں حاضر تھا۔

میں نے کہا: مجھے کوئی حدیث (یا واقعہ) اُس وقت کا سنا سکتے ہو؟

اُس نے کہا: ہم حاجیوں کی ایک جماعت فریضۂ حج کے لیے مکہ کی طرف روانہ تھی۔ حالتِ احرام میں ہم لوگوں نے شتر مرغ کے چند انڈے اُس کے گھونسلے سے اُٹھائے اور انھیں پکا کر کھایا۔

جب ہم مناسکِ حج سے فارغ ہوئے اور مدینہ کی طرف رختِ سفر باندھا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم نے احرام کی حالت میں شکار کیا تھا، لامحالہ کفارہ ہے۔ بہتر ہے اس مسئلہ کے بارے دریافت کریں۔ اسی مسئلہ کی پریشانی میں ہم حضرت عمر کے پاس پہنچے اور ہم نے اپنا مسئلہ ان کے سامنے بیان کیا۔

حضرت عمر نے کہا: تم میرے ساتھ چلو، ہم ان کے ساتھ چل پڑے۔ ایک دروازے پر پہنچ کر حضرت عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی: کیا اباالحسن ابن ابی طالبؑ گھر پر ہیں؟

جواب ملا کہ آپؑ گھر میں نہیں ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: چلیے، ہم اصحاب رسولؐ میں سے کسی سے یہ مسئلہ پوچھتے

ہیں۔ وہ حضرت عمر کے ساتھ مختلف اصحاب رسولؐ کے پاس گئے اور مسئلے کو بیان کیا۔ لیکن تمام اصحاب نے اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف کیا۔ اس وقت حضرت عمر نے کہا: ہمارے درمیان ایک شخصیت موجود ہے۔ فیصلہ کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اُنھوں نے ایک شخص کو ایک عورت کے پاس بھیجا تاکہ اس سے گدھا مانگ کر لائے۔ ہم سوار ہو کر حاجیوں کے ساتھ علی علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئے۔ جناب امیرؑ اس وقت ینبع میں ایک کھیت میں کام کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے آپؑ کے سامنے وہ مسئلہ پیش کیا۔

برادرِ خیر البشرؐ علی مرتضیٰؑ نے فرمایا: مسئلے کا حل یہ ہے کہ شترمرغ کے انڈوں کی تعداد کے مطابق جوان اُونٹنیاں یعنی ایک انڈے کے بدلے ایک اُونٹنی، اگر پانچ انڈے کھائے گئے تھے تو پانچ اُونٹنیوں کے درمیان ایک نر اُونٹ چھوڑ دیا جائے۔ جو بھی اُونٹنی بچہ دے اُس بچے کو خانۂ خدا میں قربان کر دیا جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کچھ اُونٹنیاں حاملہ ہوں اور کچھ حاملہ نہ ہوں۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: یہ بھی تو نہیں ہو سکتا تھا کہ تمام ہی انڈوں سے بچے نکلیں، کیونکہ کچھ انڈے خراب بھی تو ہو جاتے ہیں۔

آپؑ سے یہ جواب سن کر اس وقت حضرت عمر نے کہا:

اَللّٰھم لا تنزل بی شدیدۃ الّا ابا الحسنؑ الی جنبی

''خدایا! جب بھی مجھ پر کوئی مشکل آئے تو ابا الحسنؑ میرے پاس موجود ہوں''۔

رائے تمام مال کے تقسیم کرنے کی

سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ اُس نے کہا: اصحاب رسولؐ میں سے

سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے کسی نے بھی سلونی کا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ فراز منبر پر بلند تشنگانِ علم کو پکارتے اور دعوتِ عام دیتے کہ سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی، ''جو پوچھنا ہو میری زندگی میں مجھ سے پوچھ لو''۔

پوچھنے والے اپنی ذہنی استعداد کے مطابق پوچھتے اور بقدرِ وسعت ظرف جواب حاصل کرتے رہے۔

سعید ابن مسیب لکھتے ہیں:

ما کان احد من الناس یقول سلونی غیر علی ابن ابی طالبؑ (استیعاب، ج۳، ص۴۰)

''لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو، سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے''۔

ہے جس کا نطق رمزِ سلونی کی آبشار
جس کے کرم سے دیں کے گلستاں میں ہے بہار
جو ہے فضائے ارض و سما کا نگاہ دار
ہے میرِ کارواں وہ علیؑ کہکشاں سوار
دھڑکا نہیں ہے جس کو کسی اضطراب کا
بخشا نبیؐ نے جس کو لقب بوتراب کا

ذخائر العقبیٰ میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ بیت المال میں کچھ جمع ہوا اسے تقسیم کیا گیا تو کچھ مال بچا رہا۔ حضرت عمر نے اس باقی ماندہ مال کے بارے میں اصحاب سے مشورہ مانگا تو انھوں نے کہا: اس مال کو محفوظ رکھنا چاہیے تا کہ بوقتِ ضرورت کسی کام میں لگایا جائے۔ اس وقت جناب امیر علیہ السلام بھی موجود تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا: اے اباالحسنؑ! آپ کیوں خاموش ہیں؟ کچھ فرمایئے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: آپ سب بات کر رہے ہیں تو ہم بھی سن رہے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: آپ بھی اپنی رائے سے نوازیے، تاکہ اس باقی ماندہ مال کا کچھ فیصلہ ہو سکے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میری رائے تو یہ ہے کہ باقی ماندہ مال کو بھی تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت عمر نے جناب امیر علیہ السلام کے فرمان پر فوراً عمل کیا اور باقی ماندہ مال بھی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔

اس روایت کو ابن شہر آشوب نے مناقب میں قاضی نعمان سے نقل کیا ہے۔

فرمانِ رسالت مآبؐ ہے: ''میں نبیوں کا سردار ہوں اور علیؑ تمام اوصیاءؑ کے سردار ہیں''۔

(روایت) (جناب صدوق محمد بن علی نے اپنی کتاب اکمال الدین واتمام النعمت میں عبایہ بن ربعی سے اور اُنھوں نے ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے)۔

قدامہ بن مظعون کا شراب پینا

اس روایت کو شیعہ و سُنّی علماء نے بیان کیا ہے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب کے دورِ خلافت میں قدامہ بن مظعون نے شراب پی تو حضرت عمر نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔

قدامہ نے شراب کے نشے میں کہا: مجھ پر کوئی حد نہیں ہے، کیونکہ خداوند عالم کا فرمان موجود ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا

''ایمان لانے والوں اور عملِ صالح کرنے والوں پر کوئی حرج نہیں ہے جو کچھ اُنھوں نے کھایا پیا ہو''۔

میں تو مہاجرین اوّلین اور مجاہدین بدر میں سے ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: تو درست کہتا ہے۔ آخر کار قدامہ کو بغیر سزا دیئے چھوڑ دیا گیا۔

[illegible] لائے کائناتؑ تک پہنچی تو جناب امیر علیہ السلام حضرت کے پاس آئے اور فرمایا: قدامہ پر حد کیوں نہیں جاری کی، جبکہ وہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے؟

حضرت عمر نے آپؑ سے تمام معاملہ بیان کیا۔

امام المتقینؑ نے فرمایا: قدامہ اس آیت کا اہل نہیں ہے۔ نہ وہ شخص جو اس کی راہ پر چل کر حرامِ خدا کا مرتکب ہوا، اگرچہ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ شخص خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا اور نیک کام کیے، لیکن یہ لوگ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں کر سکتے۔ پس قدامہ کے لیے واجب ہے کہ وہ توبہ کرے، اگر وہ توبہ کرے تو اس پر حد جاری کی جائے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اُڑا دی جائے کیونکہ وہ دین اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔

حضرت عمر سمجھ گئے کہ اس شرعی مسئلہ میں اُنھوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اُنھوں نے دوبارہ قدامہ کو طلب کیا اور اس کو توبہ کرنے کو کہا: قدامہ کو بھی علم ہو گیا کہ اُس کے لیے شرعی سزا کیا ہے تو اُس نے توبہ کا اظہار کیا۔

حضرت عمر نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ اے ابا الحسنؑ! آپ فرمائیے کہ اب اس پر کس طرح حد جاری کرنی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اسے ۸۰ تازیانے مارے جائیں، کیونکہ جو بھی شراب پیتا ہے مستی میں آ جاتا ہے اور بہکی بہکی باتیں کرتا اور شر بڑھاتا ہے اور جھوٹ باندھتا ہے۔

پس حضرت عمر نے اس کو ۸۰ تازیانے لگانے کا حکم دیا۔

اس روایت کو ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں نقل کیا ہے اور اس سوال کا جواب

عبداللہ بن عباس سے پیش کیا ہے۔ اگر یہ روایت حقیقت پر مبنی ہے تو وہ بھی امیر علیہ السلام کے شاگرد تھے اور آپؑ سے علمی رہنمائی حاصل کرتے۔ ابن عباس امیر المومنینؑ کے آگے زانوئے تلمذ طے کرتے تھے۔ آپؑ کے علمی فیضان سے بہرہ یاب ہوتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے:

وما علمی وعلم اصحاب محمدً فی علم علی الا کقطره فی سبعة البحر (مناقب)

''میرے اور اصحابِ پیغمبرؐ کے علم کو علی علیہ السلام کے علم سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے''۔

اس واقعہ کو شاہ ولی اللہ حنفی دہلوی نے کتاب قرۃ العین میں، اور اسی طرح علی متقی نے کنز القرآن فی فقہ القرآن میں نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ میر حامد حسین کے والد میر محمد قلی اپنی کتاب تشید المطاعن میں بحوالہ تنبیہ الغافلین ابولیث نے عطا سے اور عطا نے سائب سے اور سائب نے عبدالرحمٰن سلمٰی سے نقل کیا ہے کہ شام میں یزید بن ابی سفیان کے مکان پر تین لوگوں نے شراب پی، اور ساتھ یہ ثبوت بھی لائے کہ ہم پر شراب حلال ہے۔

چونکہ خداوند عالم قرآنِ مجید میں خود ارشاد فرماتا ہے:

لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا

یزید بن ابی سفیان نے یہ واقعہ حضرت عمر کو لکھ بھیجا تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا کہ ان کو میری طرف روانہ کر دیجیے۔

جب یہ لوگ حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے تو حضرت عمر نے اصحاب رسولؐ خدا کو جمع کیا تا کہ ان سے شرعی حکم کے بارے میں رائے لی جائے تو لوگوں نے اس مسئلہ

کے جواب میں اختلاف کیا۔ ان میں کچھ نے گردن زنی کا فیصلہ دیا اور بعض نے اس فیصلہ کی نفی کی۔

اس وقت امام المتقینؑ ان کے درمیان خاموشی سے تشریف رکھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے کہا: اے اباالحسنؑ! آپؑ اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

مولائے کائنات نے فرمایا: حکمِ شرعی تو یہ ہے کہ ان کو توبہ کی مہلت دی جائے۔ اگر یہ توبہ کرلیتے ہیں تو ہر ایک کو اسّی تازیانے مارے جائیں۔ اگر یہ توبہ نہیں کرتے تو ان کی گردن زنی کی جائے۔

آپؑ کا فیصلہ سن کر حضرت عمر نے اس فیصلے پر عمل درآمد کیا۔

زیوراتِ کعبہ

مولانا میر محمد قلی الھندی نیشاپوری قدس سرہٗ تشیید المطاعن میں علامہ زمخشری کی کتاب ربیع الابرار سے حدیث بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت عمر کے سامنے یہ گفتگو ہوئی کہ خانہ کعبہ میں جو جواہرات موجود ہیں اگر ان کو لشکرِ اسلام میں تقسیم کردیا جائے تو اس کا بہت زیادہ ثواب ہوگا۔

حضرت عمر اس خیال کو لے کر جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور اس کے بارے میں لوگوں کی رائے کو بیان کیا۔

جناب خیر الوصیینؑ نے فرمایا: دیکھو قرآن مجید سرکارِ ختم المرسلینؑ پر نازل ہوا اور اس کتابِ مبین میں مال کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں ایک مال فئے ہے، اس کو مستحقین میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ ان میں مالِ خمس ہے۔ اس کی تقسیم کا بھی خدا نے حکم دیا ہے اور ایک مال صدقہ ہے۔ اس کی تقسیم کا بھی حکم موجود ہے کہ یہ بھی اسی طرح تقسیم ہوں گے۔ ان میں زیوراتِ کعبہ بھی تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنے مال پر

رہنے دیا۔ اِس ربِ کائنات سے کوئی مقام پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ بھی خدا اور رسولؐ کی طرح اِس مال سے ہاتھ کھینچ لیں۔ جہاں وہ زیورات موجود تھے۔ آپ بھی انھیں وہیں رہنے دیں۔ حضرت عمر نے مولائے کائناتؑ کے فرمان پر عمل کیا اور زیوراتِ کعبہ وہیں رہنے دیئے جہاں وہ پہلے موجود تھے اور کہا:

اے اباالحسنؑ! اگر آپؑ نہ ہوتے تو میں رسوا اور ذلیل ہو جاتا۔

جلال الدین سیوطی نے کتاب حروف الوردی فی اخبار المہدی میں ابی نعیم بن حماد سے اِس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عمر بن الخطاب حرمِ کعبہ میں داخل ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! نہیں معلوم اس خزانہ، مال اور اسلحہ کو اِسی حال میں رہنے دوں یا اس کو راہِ خدا میں خیرات کر دوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر بن الخطاب! آپ اِس مال کے مالک نہیں ہیں بلکہ اِس کا وارث وہ ہے جس کا تعلق قبیلہ قریش اور بنی ہاشم کی شاخ سے ہوگا۔ وہ آخری زمانہ میں ظہور کرے گا، اور وہی اس خزانے کو تقسیم کرے گا۔

مؤلف کہتا ہے: اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری، کتاب الحج میں ذکر کیا، لیکن بوجہ عناد اس تنبیہہ کی نسبت جناب ولی الرسولؐ علی علیہ السلام کی طرف نہیں دی بلکہ شبیہ نامی شخص سے نسبت دی ہے اور سید ہاشم بحران قدس سرہٗ نے غایۃ المرام میں شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے اس روایت کو علامہ زمخشری کی طرف ذکر کیا ہے۔ ہمارے زمانے میں سلطان عبدالحمید عثمانی کے ذہن میں بھی حضرت عمر بن الخطاب والا خیال اُبھر آیا کہ جواہرات و زیورات خانہ کعبہ سے باہر لائے جائیں اور راہِ خدا میں خرچ کر دیئے جائیں۔ اس کے متعلق اُنھوں نے علماء سے فتویٰ پوچھا: لیکن علماء نے ظاہرا کوئی جواب نہ دیا، یا تو وہ اس مسئلے سے واقف نہ تھے یا پھر وہ بادشاہ کے خلاف بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس نے علمائے نجف سے فتویٰ منگوایا۔ اُستاد اکبر مجتہد اعظم

مرحوم اخوند مُلّا کاظم خراسانی نے بادشاہ کو دوٹوک الفاظ میں فتویٰ دیا کہ تو جس کام کا ارادہ کر چکا ہے اس سے باز رہ۔

مگر افسوس ہے کہ اس زمانے میں وہابیوں نے خانہ کعبہ کی بے حُرمتی کی اور اس بے دردی کے ساتھ لوٹ کھسوٹ کی کہ حرمِ کعبہ میں کوئی چیز بھی باقی نہ رہنے دی۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ مدینہ کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے روضۂ اطہر رسولِ خدا سے تمام قیمتی تبرکات لوٹ لیے اور تمام مالِ جلیلہ پر قابض ہو گئے۔ جن میں زمرد سے بنے ہوئے چار شمع دان تھے جن کی مالیت خدا ہی بہتر جانتا ہے اور چار صندوق جن پر جواہر، یاقوت اور الماس جڑے ہوئے تھے جو رات کے اندھیرے میں مثلِ ستاروں کے چمکتے تھے اور سو کے قریب وہ تلواریں تھیں جن کے غلاف خالص سونے کے تھے۔ جن میں الماس جڑا ہوا تھا اور ان تلواروں کے دستے زمرد سے بنے ہوئے تھے۔ اس پر صاحبِ تلوار کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ اُنھوں نے تمام بیش قیمت اور مقدس تبرکات لوٹ لیے۔

شرابی کے گواہ

شیخ کلینیؒ اُصولِ کافی میں اپنی سند سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل روایت کرتے ہیں کہ جناب امام علیہ السلام نے فرمایا:

قدامہ بن مظعون کو عمر کے پاس لایا گیا، اس حالت میں کہ اُس نے شراب پی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اِس کی گواہی دی۔ گواہوں میں ایک شخص عمر تمیمی تھا جو خصی تھا۔ ایک شخص نے گواہی دی کہ میں نے اِسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے اِسے شراب سے قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عمر نے وہاں موجود تمام اصحاب کو جناب مولائے کائناتؑ کے پاس روانہ کیا کہ اس مسئلے کے بارے میں آپؑ کا کیا فرمان ہے؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ان دونوں کی گواہی میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ ایک گواہ نے اِسے شراب پیتے ہوئے دیکھا اور دوسرے نے اِسے شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا۔ اِس سے اِس کی شراب نوشی واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر اس نے شراب نہ پی ہوتی تو وہ قے میں اسے کیسے نکالتا؟

حضرت عمر نے پوچھا: یا اباالحسنؑ! کیا اس خصی مرد کی گواہی قبول ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ہاں قبول ہے، کسی اعضاء کا نہ ہونا یا کم ہونا، شہادت کے رد ہونے کا سبب نہیں بن سکتا۔

شرابی کی حد اسّی تازیانے

محمد بن طلحہ سے بردہ نامی کتاب میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں شرابی کو چالیس تازیانے مارے جاتے تھے۔ حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دور میں یہی دستور قائم رہا۔ لوگ اس تعداد کو بہت کم شمار کرتے۔ لوگ شراب سے اجتناب کی بجائے کثرت سے شراب کی طرف مائل ہونے لگے اور شرعی احکامات سے لاپرواہونے لگے۔

حضرت عمر نے اس مسئلہ کے بارے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ جب مولائے کائناتؑ سے اس مسئلہ کے بارے رائے لی گئی تو آپؑ نے فرمایا: شرابی شراب کے نشے میں مست ہوجاتا ہے، اور مست ہوکر بہکی بہکی باتیں کرتا ہے اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے تو بہتان باندھتا ہے۔ مفتری کی حد اسّی (۸۰) تازیانے ہیں۔ حضرت عمر نے امیر علیہ السلام کے قول کو شرعی حد مقرر کیا اور اس نافذ کردہ حد کے بعد شراب پینے والوں کو اسّی تازیانے مارے جانے لگے۔

حضرت عمر نے کہا: ”علیؑ ہم میں سے سب سے بڑا قاضی ہے“۔

ابن عباسؓ کہا کرتے تھے: ”علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم علی علیہ

السلام کے پاس ہے اور باقی ایک حصے میں بھی علی علیہ السلام ہم سے افضل عالم ہیں"۔

حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"اے علیؑ! میں تم سے بسبب نبوت بڑھ گیا، میرے بعد بابِ نبوت بند ہے اور تم لوگوں سے سات چیزوں میں فوقیت رکھتے ہو، تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے ہو۔ سب سے زیادہ خدا سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو اور رعیت میں سب سے زیادہ انصاف برتنے والے ہو، اور قضیوں میں تم ہی سب سے زیادہ بالغ نظر ہو بلحاظ فضل و شرف خدا کے نزدیک تم ہی سب سے عظیم تر ہو"۔ (یہ حدیث کنزالعمال، جلد ۶، ص ۱۵۶ پر موجود ہے۔)

صدیق بابِ علم، اسداللہ بوتراب
آیا نظر علیؑ کا شرف ہر خطاب میں

زنا کاری اور چار گواہوں کی شہادت

علی متقی کتاب کنزالعمال، کتاب الحدود حرفِ جا کے باب میں اُم کلثوم بنت ابی بکر سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: ایک رات حضرت عمر مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، اُنھوں نے اپنے گشت کے دوران ایک مرد اور عورت کو زنا میں مصروف دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگ جمع ہونے لگے۔ حضرت عمر نے اس وقت لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

اے لوگو! اگر تمہارا امام کسی عورت اور مرد کو زنا کاری میں مصروف دیکھے اور ان پر حد جاری کرے تو تمہاری اس معاملے کے بارے میں کیا رائے ہے؟

لوگوں نے کہا: آپ ہمارے پیشوا ہیں۔ آپ کا عمل سچائی اور حقیقت کے

قریب ہے اور شک وگمان سے خالی ہے۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: اے عمر ابن خطاب! اگر تو نے ایسا کیا تو ہم تجھ پر حدِ قذف جاری کریں گے۔ کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ قرآنِ حکیم میں خداوند عالم نے زنا کے مسئلے کے بارے میں چار گواہوں سے کم شہادت کی اجازت نہیں دی ہے۔ یعنی چار سے کم گواہوں سے زنا ثابت نہیں ہے۔

حضرت عمر نے چند مرتبہ اپنے سوال کو دہرایا اور ہر بار جناب امیر علیہ السلام نے بھی اپنا جواب دہرایا۔

حالتِ روزہ میں جماع

علی متقی کنز العمال کتاب صوم میں سید بن میتب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز عمر ابن خطاب رسولِؐ خدا کے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور مولائے کائنات علی علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔

حضرت عمر نے کہا: ایک فتویٰ دیجیے۔

اصحاب نے پوچھا: معاملہ کیا ہے؟ کس معاملے کے بارے میں فتویٰ چاہیے؟

حضرت عمر نے کہا: میری ملاقات میری اپنی کنیز سے راہ چلتے ہوئی۔ اس کے نازوانداز اور حُسن و جمال نے مجھے مست کر دیا۔ میں نے اس کے ساتھ جماع کیا۔ حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ صحابہ نے اس بات کو مختلف رنگ میں لیا۔ جبکہ جناب امیر علیہ السلام ان سب کے درمیان خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت عمر آپؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے اباالحسنؑ! آپؑ کیوں خاموش ہیں؟ مجھے بتائیے آپؑ کے نزدیک اس کا جواب کیا ہے؟

مولا المومنینؑ نے فرمایا: تو نے اپنی حلال کنیز سے جماع کیا ہے فقط تمہارا روزہ فاسد ہوا ہے، جس کی قضا واجب ہے۔ یہ ماہِ رمضان نہیں ہے کہ تمہارے اُوپر کفارہ بھی ہو۔

ایک کنیز کی طلاق کا معاملہ

سید علی ہمدانی شافعی کتاب مودۃ القربیٰ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور صاحب ناسخ نے کتاب غریب الحدیث میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ دو آدمی حضرت عمر کے پاس آئے اور اُنھوں نے پوچھا: آپ کنیز کی طلاق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

حضرت عمر نے اِس مسئلہ کے بارے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص کی طرف دیکھا، جس کے سر پر نسبتاً بال کم تھے۔ اُس سے سوال پوچھا گیا تو اُس نے دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تو ان میں سے ایک شخص نے کہا:

اے عمر بن الخطاب! آپ امیر المومنین ہیں۔ میں نے آپ سے کنیز کی طلاق کے بارے میں سوال کیا ہے۔ آپ بجائے خود جواب دینے کے دوسروں سے سوال کرتے ہیں؟ جس نے جواب میں دو انگلیوں کا اشارہ کیا ہے۔

حضرت عمر نے کہا: افسوس ہے تجھ پر، کیا تو جانتا ہے کہ یہ کون سی شخصیت ہے؟ یہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

میں نے جن کے بارے میں رسولؐ خدا سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لو ان ایمان اَهْلَ السَّمٰوٰت والارض وضعت فی کفّۃ ووضعتَ اَیمان علی فی کفۃٍ لَرَجَحَ ایمان علی ابنِ اَبی طالب علیہ السلام

اگر اہلِ زمین و آسمان کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں علیؑ کا ایمان ہو تو علیؑ کا ایمان ان سے بھاری ہوگا"۔

تمام علوم کی انتہا علی علیہ السلام کی ذات پر ہوتی ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام کے سینے میں علم کا ایک ایسا قلزمِ ذخار تھا جو ابرِ باراں کی صورت میں برستا۔ چنانچہ آپؑ اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے:

ها ان ههنا لعلما جما لو اصبت له حملته (نہج البلاغہ)

''میرے سینے میں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش مجھے
ایسے افراد مل جاتے جنھیں میں اس علم کا امین بناتا''۔

محمد بن طلحہ شافعی جو کہ اہلِ سنت کے بہت بڑے دانشور ہیں اُنھوں نے اپنی کتاب مطالب السئوال میں اس موضوع کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تمام علوم اُصولی ہیں یا فروعی ہیں انھیں شواہد بینہ کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ ان علوم کا مرجع و منبع اور سرچشمہ امیر المومنین علی علیہ السلام ہی ہیں۔

کون و مکاں پہ جس کی ہے احسان کی نظر
جس کو خراج دیتے ہیں مردانِ نکتہ وَر
ہے اختیار جس کا بھری کائنات پر
مشکل کشائے دَہر ہے علمِ نبیؐ کا دَر
عرشِ خدا پہ شب کو ہے جو اعتکاف میں
بیتِ خدا زمین پہ ہے اس کے طواف میں

غسلِ واجب

علی متقی نے کنز العمال میں، سیوطی نے جمع الجوامع میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخلفاء میں اپنی اسناد سے رفاعہ بن رافع سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص آیا اور کہا: زید بن ثابت نے مسجدِ رسولؐ میں فتویٰ دیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی کا

انزال نہ ہو تو اس کے لیے غسل ضروری نہیں ہے۔

حضرت عمر نے کسی شخص کو بھیج کر زید کو بلا لیا اور ڈانٹ کر کہا: اے اپنے نفس کے دشمن! کیا تو واقعی اس قابل ہو گیا ہے کہ صحابہ کرام کے سامنے فتوے دینے لگا ہے؟

زید بن ثابت نے کہا: خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی فتویٰ نہیں دیا، بلکہ یہ تو روایت ہے جو میں نے ابی طالب ایوب، ابی بن کعب اور رفاعہ بن رافع سے سنی ہے اور اُسی کو بیان کیا ہے۔

حضرت عمر رفاعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس مسئلے کے بارے میں پوچھا۔

رفاعہ نے کہا: ایسا ہی ہے۔ ہم عہد رسالت میں جماع کرتے تھے۔ جب تک انزال نہیں ہوتا تھا تو ہم غسل نہیں کرتے تھے اور رسولؐ خدا نے بھی ہمیں منع نہیں فرمایا تھا۔

حضرت عمر نے کہا: کیا رسولؐ خدا تمہارے اس عمل سے آگاہ تھے؟

اُس نے کہا: ہمیں اِس بات کا علم نہیں ہے۔

حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کیا اور اس مسئلے کے بارے میں پوچھا:

ایک گروہ نے کہا:

اذ جاوز الختان الختان ولم ینزل لم یجب الغسل

"جب مقامِ ختنہ دوسرے مقامِ ختنہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے"۔

سید المسلمین جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: غسل کرنا واجب ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی شخص بھی اس مسئلے کے بارے میں رسولؐ خدا کی ازواجِ مطہرات سے زیادہ مطلع نہیں ہے۔ آپ کسی شخص کو بھیج کر اس مسئلے کی تحقیق کر لیں۔

حضرت عمر نے ایک شخص کو بی بی عائشہ کے پاس بھیجا۔ بی بی عائشہ نے جواب میں کہا:

فقالت اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل

"جب مقامِ ختنہ دوسرے مقامِ ختنہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے"۔

حضرت عمر نے مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام کے قول پر عمل پیرا ہو کر اصحاب کے درمیان بلند آواز سے کہا: آج کے بعد اگر میں نے یہ سنا کہ تم میں سے کسی شخص نے اپنی بیوی سے جماع کیا اور غسل کے بغیر مسجد رسولؐ میں داخل ہوا تو میں اُس پر حد جاری کروں گا اور وہ شخص سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

اس روایت کو سید ہاشم بحرانی نے غایۃ المرام میں، شیخ طوسی نے تہذیب میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جب کہ زرارہؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عمر نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ آپؑ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تم انزال کے بغیر صرف دخول کی بنا پر رجم کو واجب سمجھتے ہو، مگر تھوڑا سا پانی واجب نہیں سمجھتے۔ آپؑ کا فرمان سن کر حضرت عمر نے آپؑ کے قول پر عمل کرتے ہوئے انصار کے قول کو چھوڑ دیا۔

جناب صدوق محمد بن علی امالی میں بسلسلہ اسناد زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: سردارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری رہبری اس شخص کی طرف نہ کروں کہ اگر تم اس کا مضبوطی سے دامن پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو، نہ ہلاک ہو گے؟

فرمایا رسالت مآبؐ نے کہ "تمہارے امام اور ولی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، ان کا بوجھ بٹاؤ، ان کی خیر خواہی کرو، ان کی تصدیق کرو۔ جبرئیلؑ نے مجھے اس بات کے کہنے کا حکم دیا ہے"۔

دختران بادشاہ یزدگرد

ابن خلکان وفیات الاعیان میں، عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی مرأت الجنان میں، ربیع الابرار ابوالقاسم زمخشری سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں فارس کے قیدیوں کو لایا گیا تو ان قیدیوں میں بادشاہ یزدگرد کی تین بیٹیاں بھی شامل تھیں۔ ان قیدیوں کو فروخت کرنے لگے تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ یزدگرد کی بیٹیوں کو بھی فروخت کیا جائے۔

امیر علیہ السلام نے فرمایا: دختران یزدگرد کا معاملہ دوسری عام عورتوں کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے ان کی کنیزوں کی طرح فروخت نہیں ہوگی۔

حضرت عمر نے کہا: اے اباالحسنؑ! ان تینوں لڑکیوں کے بارے میں آپؑ ہی بتایئے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟

امیر علیہ السلام نے فرمایا: انھیں خود اختیار دیا جائے، جس کو وہ چاہیں ان کے اختیار میں آجائیں۔ یہی ان کی قیمت ہوگی۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ بادشاہ یزدگرد کی دو بیٹیاں اسیر ہو کر آئیں تھیں۔ ایک کا نام شہربانوؑ اور دوسری کا مروارید تھا اور دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ یزدگرد کی تین بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن عمر کو دی گئی، دوسری امام عالی مقام جناب امام حسین علیہ السلام کو، اور تیسری محمد بن ابی بکر کو دی گئی۔

حضرت بی بی شہربانوؑ سے جناب امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے جو ہمارے چوتھے امام ولایت ہیں۔ یہ عظیم خاتون جناب زین العابدینؑ کی پیدائش کے ابتدائی ایام میں رحلت فرما گئی تھیں۔

مروارید سے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی پیدائش ہوئی، ان کا شمار سیدالساجدینؑ کے علماء میں سے ہوتا ہے۔

اہلِ سواد کے غلاموں کی فروخت

یہ روایت مناقب میں درج ہے اور اسے دیگر مؤلفین نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ اہلِ سواد کے غلاموں کو فروخت کیا جائے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر بن الخطاب! یہ وہ مال ہے جس کی مثل ایسا مال پھر تیرے ہاتھ میں ہرگز نہیں آئے گا۔

حضرت عمر نے کہا: پھر ان کے بارے آپؑ کا حکم کیا ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ان کو اسی حال میں رہنے دو تا کہ اس سے مسلمانوں کا رُعب و دبدبہ قائم رہے۔ اگر تم نے ان کو اسلام میں داخل ہونے کے بعد فروخت کیا تو ان کی کوئی قیمت نہیں لے سکتا۔

حضرت عمر نے انھیں ان کے حال پر رہنے دیا، تا کہ غلام بن کر رہیں۔

پھر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے جو بھی اسلام اختیار کرے گا تو میں اپنا حصہ آزاد کردوں گا۔

پلان اور کمبل کے بغیر اُونٹوں کا سودا

ابن شہرآشوب مناقب، کتاب شرح اخبار میں قاضی نعمان نے عمر بن حماد سے اپنی سند کے ساتھ انس بن مالک سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

ایک دفعہ میں حضرت عمر کے ساتھ منیٰ میں موجود تھا کہ اتنے میں ایک مرد جو اعرابی تھا ہمارے پاس آیا۔ اس کے ساتھ کچھ اُونٹ بھی تھے۔

حضرت عمر نے کہا: اِس اعرابی سے معلوم کرو کہ وہ اُونٹ فروخت کرنا چاہتا ہے؟

میں وہاں سے اُٹھ کر اس اعرابی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تو یہ اُونٹ فروخت کرنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں میں فروخت کے لیے لایا ہوں۔

میں نے حضرت عمر کو اُس کا ارادہ بتایا۔ حضرت عمر اُٹھے اور اُس اعرابی کے پاس چلے آئے۔ اس سے چودہ اُونٹ خرید کیے اور کہا: اے انس! ان اُونٹوں کو پکڑ کر ہمارے پاس لے آؤ۔

اعرابی نے کہا: اُونٹوں پر موجود پالان اور کمبل میرے سپرد کر دیں۔

حضرت عمر نے کہا: پالان اور کمبل بھی تو اُونٹوں کے ساتھ شامل ہیں۔

اعرابی نے کہا: نہیں حضرت! ایسا نہیں ہے، میں نے صرف اُونٹ فروخت کیے ہیں۔

آخرکار اُنھوں نے وصی الرسولؐ کو اپنا منصف بنایا۔ جناب امیر علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا: آپ نے جب اُونٹ خریدے تھے تو پالان اور کمبل ساتھ شامل ہونے کی شرط رکھی تھی؟

حضرت عمر نے کہا: نہیں، میں نے ان کی شرط نہیں رکھی تھی۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اگر یہ مال کی خریداری کے معاہدہ میں نہیں تھے تو یہ پالان اور کمبل اس اعرابی کے ہیں۔

حضرت عمر نے انس کو حکم دیا کہ پالان اور کمبل اعرابی کو واپس کر دے اور اُونٹوں کو برہنہ لے کر آئے۔

میدانِ محشر میں حجرِ اسود کی گواہی

علامہ میر محمد قلی قدس سرۂ تیشید المطاعن طبع ہند میں جلال الدین کی کتاب البلادر الساخرۃ فی الامور الآخرۃ سے نقل کرتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ حج پر گیا۔ طواف کرنے کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے آئے تو حضرت عمر نے کہا: میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ نہ تو تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع، اگر سرورِ کائنات کو تجھے بوسہ دیتے اور سلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو آج میں تجھے نہ بوسہ

دیتا اور نہ سلام کرتا۔

امام المتقین علیہ السلام نے جب حضرت عمر کی یہ گفتگو سنی تو فرمایا: اے ابن خطاب! ایسا مت کہو، یہ پتھر نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے۔

حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! کیا اس بات کی کوئی دلیل بھی ہے؟

جناب امیرؑ نے فرمایا: ہاں اِس بات کی دلیل ہے جو کتابِ خدا میں موجود ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى

جب اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو ان کی پشتِ مبارک کو حجرِ اسود سے مس کیا اور ذُریتِ آدمؑ سے اپنی ربوبیت وعبودیت کا عہد و پیمان لیا۔ پھر اس عہد و پیمان کو ایک کتاب میں درج فرمایا۔ اس پتھر کی زبان بھی تھی اور دو آنکھیں بھی تھیں۔

بارِ الٰہا! روزِ حساب اس پتھر سے فرمائے گا کہ ہر شخص کے ایمان و وفا کی گواہی دے، اور اُن لوگوں کی گواہی دے جو جو تیری زیارت کو آئے اور جنھوں نے کفر وہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے تیری زیارت نہیں کی۔

اس کے بعد جناب امیرؑ نے فرمایا: میں نے رسولِ خدا سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: حجرِ اسود میدانِ محشر میں فصیح و بلیغ زبان میں ہر اُس شخص کی گواہی دے گا جس نے بھی اُس کا بوسہ لیا ہوگا اور اُسے مس کیا ہوگا۔

(اقرارا بوحدانیة اللہ واعترافاً بما فرضه اللہ)

جس نے اس کی زیارت نہیں کی ہوگی، اس پتھر کی گواہی اس کے لیے باعث نقصان ہوگی۔

اے عمر ابن خطاب! جان لے کہ یہ پتھر ہم کو نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے۔

اس وقت حضرت عمر نے کہا:

اَعُوذُ بِاللّٰہِ ان اعیش فی قومٍ لست فیھم یا ابا الحسن

"میں اس بات سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسی قوم میں رہوں جہاں آپؑ موجود نہ ہوں"۔

ابولیث فقیہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا:

ولقد جعل بین ظھراً فیکم من العلم غیر قلیل

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو علم کا وسیع حصّہ عطا فرمایا ہے"۔

شیخ الرئیس ابن سینا کہتے ہیں:

کان علی امن العلوم فی الحول الّذِی لا تعلق الیه البشر (الامام علی عزیزی)

"حضرت علی علیہ السلام علوم میں اس بلند مقام پر فائز تھے کہ انسان کی قوتِ پرواز اس تک پہنچنے سے قاصر ہے"۔

ہو بیان کیسے بشر سے اُن کی عظمت کا بیاں
ہے علیؑ مرتضیٰ کی ہر فضیلت منفرد
علم و حکمت، فہم و دانش، کُلِ ایمان و یقین
ہے ابوطالبؑ کے بیٹے کی وراثت منفرد

حسین و جمیل یتیم بچی

اس روایت کو شرح قصیدہ ابی ذاس میں درالمطالب سے نقل کیا ہے اور تہذیب اور اُصولِ کافی میں بھی کچھ تبدیلی کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص کے ہاں ایک یتیم لڑکی پرورش پا رہی تھی۔ وہ شخص اکثر و بیشتر اپنے کاروباری معاملات کی وجہ سے شہر سے باہر رہتا تھا ... کے

کہ وہ لڑکی بالغ و راشد ہوگئی۔ وہ بچی بہت خوبصورت اور بے مثال حُسن و جمال کی مالک تھی۔ اِس شخص کی بیوی نے جب اس لڑکی کا حُسنِ جمال دیکھا تو دل میں خوف زدہ رہنے لگی کہ اگر اس کے شوہر نے اس کے حُسن و جمال کو دیکھ لیا تو وہ اس پر فریفتہ ہوجائے گا۔ اور مجھ سے زیادہ اس کو چاہنے لگے گا۔ اِسی خوف کی وجہ سے اُس نے چند عورتوں سے مشورہ کیا اور اُسے نشہ آور دوا پلا کر ان عورتوں کے سامنے انگشت کے ساتھ اس لڑکی کا پردہ بکارت زائل کردیا۔

جب شوہر سفر سے واپس آیا تو اِس نے اپنی بیوی سے یتیم لڑکی کے بارے میں دریافت کیا تو اِس نے کہا: لڑکی نے اپنی عصمت کو برباد کردیا ہے۔

شوہر نے لڑکی سے پوچھ گچھ کی تو لڑکی نے قسم کھائی کہ کسی نامحرم ہاتھ نے مجھے چھوا تک نہیں۔

عورت نے گواہ پیش کردیئے۔ آخرکار شوہر یہ قضیہ حضرت عمر کے پاس لے کر گیا۔ حضرت عمر نے تمام معاملہ سنا مگر کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے۔ اُس شخص نے کہا کہ آپ ہمیں جناب علی مرتضیٰؑ کے پاس بھیج دیں۔

جب یہ شخص امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس پہنچا اور اپنا قصہ بیان کیا تو قاضیٔ دین رسولؐ جناب امیر علیہ السلام نے اس کی بیوی سے فرمایا: کیا تو اس لڑکی کے زنا پر شواہد و برہان رکھتی ہے؟

اس عورت نے بلاخوف و خطر کہا: جو بات میں کہہ رہی ہوں اس کی گواہ میری ہمسایہ عورتیں بھی ہیں۔ یہ سن کر جناب امیرالمومنینؑ نے گواہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔

جب گواہ عورتیں حاضر ہوئیں تو ولی المومنین علی علیہ السلام نے اپنی تلوار میان سے نکال کر اپنے سامنے رکھ دی اور ان میں سے ایک گواہ کو بلایا اور اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے وہی بات دہرائی جو اُس شخص کی بیوی نے بتائی تھی۔ اس گواہ کے بیان کے بعد

دوسری عورت کی گواہی کے لیے بلایا گیا۔

جناب امیر علیہ السلام دوزانو ہو کر بیٹھے اور فرمایا: اے عورت! کیا تو مجھے جانتی ہے کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں اور یہ میری ذوالفقار ہے؟

اس شخص کی بیوی کی طرح سچ بات کہہ دے، جس طرح اس نے اصل حقیقت بیان کر دی ہے اور میں نے اس کو امان دے دی ہے۔ اگر تو نے سچ کہا ہے تو تجھے بھی امان ملے گی اور اگر تو نے جھوٹ بولا تو میں اِس ذوالفقار سے تیرے دو ٹکڑے کر دوں گا۔

اس عورت نے فوراً کہا: اَلاَمَان اَلاَمَان، مجھے امان دیجیے۔ میں آپؑ کو تمام واقعہ سچ بتاتی ہوں۔

جناب امیر کائناتؑ نے فرمایا: تو امان میں ہے، بتا سچ کیا ہے؟

اس عورت نے کہا: لا واللہ! اس لڑکی نے کوئی زنا نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اس شخص کی بیوی نے اس کی جوانی اور حُسن و جمال کو دیکھا تو اس بات سے خوفزدہ ہو گئی کہ کہیں اِس کا شوہر اس پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ اس نے اس کو نشہ آور دوا پلا دی اور ہمیں اپنے گھر بلا کر ہمارے سامنے اس کا پردہ بکارت زائل کر دیا۔

اس عورت سے اصل واقعہ سن کر جناب امیر علیہ السلام نے بلند آواز میں اللہ اکبر کہا اور فرمایا:

انا اوّل من فرق الشهود الا دانيال النبي

اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس عورت کو حدِ قذف یعنی قیمت کی سزا دی جائے اور شوہر سے الگ کر دیا جائے۔

اس شخص نے جناب امیر علیہ السلام کے حکم پر اس کو طلاق دے دی اور اس یتیم لڑکی سے شادی کر لی اور اس کے جھوٹے گواہوں میں ہر ایک کے لیے ''عقر'' کی سزا مقرر کی۔ (عقر کی سزا چار سو درہم ہے)۔ جناب امیر کائنات علیؑ نے اس یتیم لڑکی کا

حق مہر اپنے مال سے دیا اور مرد سے کوئی چیز نہ لی۔

حضرت دانیالؑ کا قصہ

یتیم لڑکی کے فیصلہ کے بعد حضرت عمر نے عرض کیا: یا اباالحسنؑ! دانیالؑ کا کیا قصہ ہے ہمیں بھی بتایئے؟

جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: حضرت دانیالؑ یتیم تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت نے آپ کو گود لے لیا تھا اور آپ اسی بڑھیا کی زیرِ تربیت پروان چڑھے تھے۔ اِس زمانے میں جس بادشاہ کی حکومت تھی اُس نے عہدۂ قضاوت کے لیے اپنے دو قاضی مقرر کیے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے دربار میں ایک مردِ صالح کا بھی بہت آنا جانا تھا اور بادشاہ اُسے پسند بھی بہت کرتا تھا۔ یہ مردِ صالح اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا جو کہ بے حد حسین اور پارسا عورت تھی۔ بادشاہ کے دونوں قاضی اس مردِ صالح سے حسد کرتے تھے کہ بادشاہ اکثر امور میں اِس سے گفت و شنید کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے قاضیوں سے کہا کہ وہ کسی اہم کام کے لیے ایک ذمہ دار بندے کو بھیجنا چاہتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے کہ کس کو بھیجا جائے؟

دونوں قاضیوں نے مشورہ دیا کہ آپ مردِ صالح کو اِس کام کے لیے چن سکتے ہیں۔ بادشاہ کو ان کی رائے پسند آئی۔ چنانچہ قاضیوں نے اِس سے بادشاہ کی منشاء بیان کی۔ مردِ صالح نے اِس کام کی ذمہ داری اُٹھانے کی حامی بھر لی اور سفر کے لیے تیار ہوگیا۔ روانگی سے پہلے اُس نے قاضیوں سے کہا کہ میری بیوی کی روزانہ خبر گیری کرنے میں کوتاہی نہ کرنا، اور مزید کہا:

اوصیکما بامراتی خیراً

''میں تم دونوں کو اپنی بیوی کے بارے میں اچھے سلوک کی نصیحت کرتا ہوں''

ان دونوں نے اس کو تسلی دی اور اطمینان دلایا کہ ہم تمہاری بیوی کا پورا پورا خیال رکھیں گے۔

مردِ صالح سفر پر روانہ ہوگیا۔ وہ دونوں مردِ صالح کے محل سراء پر آئے۔ جب ان کی نظریں مردِ صالح کی بیوی کے حُسن و جمال پر پڑیں تو دونوں اپنے دل و دین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اُنھوں نے عورت کو اپنی طرف دعوت دی۔ عورت نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ وہ دونوں قاضی کہنے لگے: اگر تو نے ہمارا مطالبہ پورا نہ کیا تو ہم بادشاہ کے سامنے تجھ پر زنا کا الزام لگائیں گے اور تیری زناکاری پر گواہی دیتے ہوئے تجھے سنگسار کریں گے۔

پارسا عورت، نے کہا: میں تمہاری کوئی بات بھی نہ مانوں گی، تم جو کچھ کرسکتے ہو بے شک کرگزرو۔

وہ دونوں بادشاہ کے پاس چلے آئے اور گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے۔ بادشاہ بات سن کر حیرت زدہ ہوا کیونکہ اس عورت کی پاک دامنی اور پارسائی بہت مشہور تھی۔ بادشاہ کچھ لمحے سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر سر اُٹھایا اور کہا کہ تمہاری گواہی تو قبول ہے لیکن اس عورت کو تین دن کی مہلت دو۔

منادی نے تمام شہر میں اعلان کر دیا کہ فلاں روز فلاں مقام پر جمع ہوں۔ فلاں عورت پر حد جاری کرتے ہوئے سنگسار کرنا ہے۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ البتہ بادشاہ پریشان تھا۔ اُس نے اپنے وزیر سے کہا: اِس معاملے میں تجھے کیا نظر آتا ہے؟ میں تو گمان بھی نہیں کرسکتا کہ یہ عورت جس کی پارسائی اور پاک دامنی مشہور ہے، اس فعل کی مرتکب ہوئی ہو۔

وزیر نے کہا: مجھے بھی اس کے اس فعل پر تعجب ہے۔

آخرکار مہلت کا آخری روز آ گیا۔ وزیر اپنے گھر سے نکلا تو اس کا گزر ایک گلی

سے ہوا جہاں چند بچے کھیل میں مشغول تھے۔ ان بچوں کے درمیان حضرت دانیالؑ بھی موجود تھے۔ کھیل کھیل میں دانیالؑ نے بچوں سے کہا: آؤ ہم بادشاہ اور قاضی کا کھیل کھیلتے ہیں۔

دانیالؑ نے بچوں سے کہا: مجھے بادشاہ سمجھو اور دو بچوں سے کہا: تم دونوں قاضی بن جاؤ۔ پھر ایک بچے سے کہا: تم مردِ صالح کی بیوی بن جاؤ۔

دانیالؑ نے تھوڑی سی مٹی اکٹھی کر کے اس کی کُرسی بنالی اور اُس پر بیٹھ گیا اور لکڑی کی ایک چھڑی کو اپنی تلوار بنالیا۔ جو بچہ مردِ صالح کی بیوی بنا تھا اُسے ایک جانب کھڑا کر دیا اور حکم دیا: گواہ پیش ہوں۔

دونوں قاضی دانیالؑ کے روبرو پیش ہوئے۔ دانیالؑ نے حکم دیا ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھا جائے۔ ایک بچے کو حکم دیا کہ ایک کو فلاں مکان پر لے جا اور دوسرے کو فلاں جگہ پر۔ اب ان میں سے ایک طلب کیا اور پوچھا: سچ بتا اِس عورت کے بارے تمہاری کیا گواہی ہے؟ اگر جھوٹ بولے گا تو اس تلوار سے تیرا سر قلم کر دوں گا۔

وزیر پوری توجہ سے بچوں کے اس کھیل کو دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس بچے نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ مردِ صالح کی بیوی نے زنا کیا ہے۔

دانیالؑ نے کہا: کس کے ساتھ؟

اس نے کہا: فلاں بن فلاں کے ساتھ۔

دانیالؑ نے پوچھا: کس وقت، کس دن اور کس مکان میں اور یہ کون سا مقام ہے؟

گواہ نے ہر ایک بات کا جواب دیا۔

دانیالؑ نے حکم دیا کہ اِس گواہ کو اپنے مقام پر لے جایا جائے اور دوسرے گواہ کو پیش کیا جائے۔

جب دوسرا گواہ حاضر ہوا تو دانیالؑ نے وہی سوالات اس سے کیے تو اس گواہ

کے جوابات پہلے گواہ سے مختلف تھے۔

دانیالؑ نے ایک بادشاہ کے انداز میں کہا: اللہ اکبر! اے لوگو! یہ دونوں قاضی جھوٹے ہیں۔ اُنھوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

وزیر نے بچوں کی عدالت کا فیصلہ سنا تو اِسی وقت بادشاہ کے پاس گیا اور بادشاہ کو اس فیصلے سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ ان دونوں قاضیوں کو دربار میں حاضر کیا جائے اور ان دونوں کو الگ الگ رکھا جائے۔ جس طرح دانیالؑ نے فیصلہ کیا تھا اِسی طرح فیصلہ کیا۔

جب دونوں سے الگ الگ سوالات کیے گئے تو دونوں کے بیانات میں اختلاف پایا گیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت حکم دیا کہ ان دونوں نے ایک پارسا عورت پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا ہے، اس لیے ان دونوں قاضیوں کو قتل کر دیا جائے۔

بیت المقدس سے آنے والا ایک مسلمان

اس واقعہ کو علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار، جلد نہم اور اس کے علاوہ کتاب الروضہ میں نقل کیا ہے کہ بیت المقدس سے ایک مسلمان مدینہ آیا۔ اس نے مزارِ رسولؐ کی زیارت کی اور مسجدِ نبویؐ میں ٹھہر گیا اور شب و روز عبادت میں مصروف رہتا۔ وہ دن کو روزہ رکھتا اور رات عبادتِ خدا میں گزارتا۔ وہ نوجوان اور خوش رو انسان تھا۔

یہ خلیفۂ دوئم حضرت عمر کا دورِ حکومت تھا۔ مدینہ والوں کے لیے اِس کا زہد و تقویٰ ضرب المثل بن گیا تھا۔ اہلِ مدینہ اُسے "مقدسی" کے نام سے پکارنے لگے۔

حضرت عمر اس نوجوان سے اس قدر متاثر تھے کہ اپنی سخت طبیعت کے باوجود اکثر اس کے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور اپنی خدمات پیش کرتے اور اسے کہتے تھے کہ اگر تمھیں کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتانا۔ مقدسی صرف ایک ہی جواب دیتا تھا کہ خالق کے ہوتے ہوئے مخلوق سے کیسے مانگوں، آپ بھی تو میری طرح

موسم آیا اور لوگ حج پر جانے کی تیاری کرنے لگے تو مقدسی بھی حج کے لیے تیار ہو گیا۔ جس دن قافلہ حج کے لیے کوچ کرنے لگا تو حضرت عمر مقدسی کے پاس الوداع کرنے کے لیے آئے۔

مقدسی نے حضرت عمر سے کہا: اے ابوحفص! میں حج کو جا رہا ہوں، میرے پاس ایک چیز ہے۔ میں اُسے آپ کے پاس امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ میری حج سے واپسی تک اگر آپ زحمت گوارا فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔

حضرت عمر نے کہا: یہ بھی کوئی بات ہے۔ امانت میرے سپرد کردے، واپسی پر سنبھال لینا۔ مقدسی نے ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ دی جو لوہے کے قفل سے مقفل تھی۔ حضرت عمر نے وہ ڈبیہ اپنے پاس رکھ لی۔

مقدسی حج پر چلا گیا۔ حضرت عمر قافلہ حج کو مدینے سے باہر تک الوداع کرنے گئے۔ تمام راستہ آپ مقدسی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ حاجیوں کو وداع کرتے ہوئے حضرت عمر نے امیر کارواں کو مقدسی کے لیے خاص وصیت کی اور کہا کہ راستے میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

اس قافلہ میں ایک انصاری عورت بھی تھی۔ وہ مقدسی کے حُسن و جمال اور شباب سے متاثر ہو رہی تھی۔ سفر کے آغاز میں تو اس نے اپنی دلچسپی کو صرف اس حد تک رکھا کہ مقدسی جس جگہ قیام کرتا وہ بھی اس کے قریب ہی جگہ بنا لیتی لیکن مقدسی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ بالآخر اِس عورت نے خود ہی پیش قدمی کی، اور اس سے بات چیت کا رستہ نکالا۔ کہنے لگی: آپ کس قدر رعنا، جوان اور نرم و نازک جسم رکھتے ہیں۔ یہ اُونی لباس آپ جیسے حسین نوجوان کو ذرا بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔ یقیناً یہ چبھتا ہوگا۔ آپ کو تکلیف تو ہوتی ہوگی۔

مقدسی نے جواب دیا: اے اللہ کی بندی! اس جسم پر ترس کا کیا فائدہ جو مٹی کی

غذا ہے۔

انصاریہ نے کہا: آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے۔ جب اس پر دھوپ پڑتی ہے اور گرمی کی حرارت سے اس کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے تو مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔

مقدسی نے کہا: ہوش کے ناخن لے اے خاتون! تم کس مقدس فریضے کے لیے جا رہی ہو، کیا تجھے خدا سے حیا نہیں آتی، جا! مجھے اپنے رب کی بارگاہ سے باز رکھنے کی کوشش نہ کر۔ اب عورت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

اُس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے تو آپ سے ایک کام ہے۔ اگر آپ نے میری مرضی کے مطابق کر دیا تو بہتر ورنہ میں اپنا کام نکالنے تک آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔

مقدسی نے کہا: آپ کام بتائیں، اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔

عورت نے کہا: بھلا میں ایسا کوئی کام آپ کو کیوں کہوں گی جو آپ کے بس میں نہ ہو۔

مقدسی نے کہا: آپ زیادہ پریشان نہ کریں، اور کام بتائیں؟

عورت نے مسکراتے ہوئے کہا: میری صرف ایک خواہش ہے کہ آپ رات کا کچھ حصہ میرے ساتھ گزاریں۔ میں آپ کی قربت چاہتی ہوں۔

مقدسی نے سختی سے جھڑک دیا اور کہا: دیکھ! میں اس قماش کا آدمی نہیں ہوں۔ میں بھی حج کے مقدس فریضے کو جا رہا ہوں اور تو بھی خانۂ خدا کی زیارت اور حج کے لیے جا رہی ہے۔ خدا کا خوف کر اور اپنے دل و دماغ کو ان شیطانی خیالات سے پاک کر دے۔

عورت نے کہا: تو مجھے خدا کا خوف نہ دلا، مجھ پر تیری ایسی کوئی بات اثر نہ کرے گی۔ میں عورت ہوں اور عورت کبھی اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ

جانتے نہیں کہ عورت کا انتقام بہت بُرا ہوتا ہے۔

مقدسی کو طیش آ گیا، اور غصّے سے بولا: تو یہاں سے چلی جا، تیرے دل میں جو آئے کر گزر۔ میں تیری شیطانی سوچ کا ساتھ نہیں دوں گا۔

چند دن گزر گئے۔ ایک رات مقدسی رات گئے تک عبادت میں مشغول رہا اور بعد عبادت کے اپنی جگہ پر سو گیا۔ بدنیت عورت اُٹھی، اپنی وہ تھیلی جس میں پانچ سو دینار تھے، اُٹھائی اور مقدسی کے سامان کے تھیلے میں جا کر رکھ دی اور اپنی جگہ پر جا کر سو گئی۔ صبح کو اُٹھی اور سامان سنبھالا تو تھیلی نہ تھی۔ اس نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس کے واویلا پر قافلے والوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟

اس نے کہا: میں عورت ذات ہوں، سفر میں لٹ گئی ہوں۔ کسی نے میرے پانچ سو دینار چُرا لیے ہیں۔ میرا تو کُل زادِراہ یہی تھا۔ اب میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ سالار قافلہ نے حکم دیا کہ سارے قافلے والے اپنے سامان کی تلاشی دیں۔ پورے قافلے کا سامان دیکھ لیا گیا مگر کسی کے پاس سے اِس عورت کے پانچ سو دینار برآمد نہ ہوئے۔ سالار نے کہا: اے عورت! پورے قافلے کا سامان دیکھ چکے ہیں لیکن تیری تھیلی کسی کے پاس سے نہیں ملی۔ البتہ مقدسی پر چونکہ اس قسم کا شبہ کرنا بھی میں گناہ سمجھتا ہوں، اس لیے ہم نے اس کی تلاشی نہیں لی ہے۔

عورت نے کہا: یہ درست ہے کہ وہ مقدسی ہے لیکن جہاں تمام قافلے والوں کی تلاشی لی گئی ہے تو اس کی تلاشی لینے میں کیا حرج ہے۔ ممکن ہے اس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو۔ یہ مدینے کے باہر کا آدمی ہے، کون جانتا ہے کہ اس کے سابقہ اعمال کیا تھے؟

کچھ دوسرے لوگوں نے بھی عورت کی تائید کی۔

سالارِ قافلہ مقدسی کے پاس آیا۔ مقدسی نمازِ فجر کے بعد سو رہا تھا۔ سالارِ قافلہ نے اُسے جگایا اور تمام واقعہ اُس کو سنایا اور اس سے تلاشی کی اجازت مانگی۔

مقدی اپنے ضمیر سے مطمئن اور بے فکر تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ اُسے اعمالِ صالح کی سزا ملنے والی ہے۔ اس نے سالارِ قافلہ سے کہا: جب آپ نے تمام قافلے والوں کی تلاشی لی ہے تو مجھے ان سے الگ رکھنا انصاف کے خلاف ہے۔ آپ نے جس طرح دوسروں کی تلاشی لی ہے میری بھی لیں، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ چنانچہ سالارِ قافلہ نے مقدی کے سامان کی تلاشی لینے کے لیے اُس کے تھیلے کو اُلٹایا تو اس عورت کے دیناروں والی تھیلی باہر آ گئی۔ وہ بھی پاس ہی کھڑی دیکھ رہی تھی۔ اپنی تھیلی کو دیکھ کر چیخی اور کہنے لگی: یہی میری تھیلی ہے۔ دیکھا میں نہ کہتی تھی اس کی نمازوں اور روزوں پر نہ جائیں، اندر سے یہ کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔ اب کیا تھا پورا قافلہ اِس پر جھپٹ پڑا۔ کوئی لاتوں سے مار رہا تھا اور کوئی ہاتھوں سے اُس کی خبر لے رہا تھا۔ سارے قافلے والے وحشیوں کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جب مار مار کر سب تھک گئے تو اِسے زنجیر پہنا دیے کہ حج سے واپسی کے بعد اس کو مدینہ لے جائیں گے اور خلیفہ کو بتائیں گے کہ جس کی آپ نے وصیت کی تھی اُس کی کرتوت یہ ہے۔

مقدی نے اپنا فیصلہ اپنے رب پر چھوڑ دیا اور جو کچھ بھی اس پر ظلم کیا گیا اور جو بھی الزام لگایا گیا وہ سب کچھ انتہائی صبر کے ساتھ سہتا گیا کہ شاید یہ بھی ربِ قدوس کا امتحان ہے۔ اُس نے قافلے والوں کے اس سلوک پر ایک لفظ بھی نہ کہا اور خاموش رہا۔

جب قافلہ مکہ پہنچا تو سالارِ قافلہ سے مقدی نے دست بستہ گزارش کی کہ آپ بھی حج کے لیے آئے ہیں اور میں بھی اِسی نیت سے آیا ہوں۔ آپ جو ضمانت لینا چاہیں لے لیں، لیکن مجھے حج کے لیے آزاد کر دیں۔ میں اپنی مرضی سے حج کرنا چاہتا ہوں۔ مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد جس دن، جس جگہ آپ کہیں گے میں پیش ہو جاؤں گا۔ آپ مجھ سے جو سلوک بھی کریں گے میں اِسے رضائے خدا سمجھ کر برداشت کروں گا۔ جس طرح پہلے آپ لوگوں کے اس ناروا سلوک پر کوئی شکوہ نہیں کیا،

پھر بھی نہیں کروں گا۔

قافلے والے دو حصوں میں بٹ گئے، کچھ کہتے تھے بھاگ جانا چاہتا ہے۔ پھر یہ ہاتھ نہیں آئے گا اور کچھ کہتے تھے: نہیں معلوم اس نے چوری کیوں کی ہے۔ ایسا تو نہیں لگتا، جو کہہ رہا ہے کہ وعدہ پورا کرے گا۔ بالآخر اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ اسے حج کے لیے آزاد کر دیا جائے۔ اگر آ گیا تو اسے حضرت عمر کے پاس لے جائیں گے اور اگر بھاگ گیا تو سارا معاملہ جا کر بتا دیں گے۔ ایک اجنبی شخص کی خاطر حضرت عمر ہم سب کی بات کو مسترد تو کریں گے نہیں ـــــ کیونکہ وہ ہم سب کو جانتے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد ان لوگوں نے مقدسی کو چھوڑ دیا، اور اسے کہہ دیا کہ حج سے فراغت کے بعد فلاں دن فلاں جگہ ہمارے پاس آ جانا۔

مقدسی نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے رخصت ہو گیا۔ مناسکِ حج کے بعد وہ ان کے بتائے ہوئے مقام پر واپس آ گیا۔ تمام قافلے والے اس کی دیانت سے متاثر ہوئے اور فیصلہ کیا کہ اب اسے پابہ زنجیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اسے بھاگنا ہوتا تو بھاگ گیا ہوتا۔ چنانچہ قافلے والوں نے اسے پابندِ سلاسل نہ کیا اور قافلہ مدینہ کی جانب گامزن ہو گیا۔

عورت کے پاس زادِ راہ ختم ہو گیا تھا۔ دورانِ سفر وہ قافلہ سے پیچھے رہ گئی اور زادِ راہ کی خاطر ایک بستی میں گئی۔ بستی سے باہر اُسے ایک گڈریا ملا۔ عورت نے اس سے کچھ مانگا۔

گڈریے نے کہا: میرے پاس دینے کو تو بہت کچھ ہے، میں تجھے دے دوں گا لیکن بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟

عورت نے کہا: تجھے اللہ کی طرف سے جزا ملے گی۔ میں مسافر ہوں، قافلے والوں کے پاس بھی اپنی اپنی ضرورت سے زائد نہیں ہے، ورنہ میں تجھ سے سوال نہ

کرتی اور قافلے سے بچھڑ کر اِدھر کا رُخ نہ کرتی۔

گڈریے نے کہا: اللہ تو ثواب قیامت میں دے گا، مجھے تو اس وقت کچھ چاہیے۔

عورت نے کہا: اگر میرے پاس کچھ دینے کو ہوتا تو اِدھر کا رُخ کیوں کرتی؟

گڈریے نے کہا: میں تم سے ایسی چیز کا مطالبہ تو نہیں کر رہا ہوں جو تیرے پاس نہیں ہے۔ میں تو تجھ سے وہ چیز مانگ رہا ہوں جو تیرے پاس ہے، اور مجھے کچھ دینے سے اس میں کمی بھی نہیں آئے گی۔ تو میری ضرورت پوری کر دے میں تیری ضرورت پوری کر دوں گا۔

عورت نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے گڈریے سے حامی بھر لی اور وہیں ٹیلے کی اُوٹ میں گڈریے کا مطالبہ پورا کر دیا اور گڈریے سے زادِ راہ لے کر پھر قافلے والوں کے ساتھ آ ملی۔ قافلہ نے ابھی تک کوچ نہیں کیا تھا۔

سفر میں جب دو تین دن گزر گئے تو قافلہ پھر آرام کی خاطر رُکا۔ ایک دن عورت رفع حاجت کی خاطر خلوت میں گئی۔ جب فارغ ہو کر واپس آ رہی تھی کہ ایک بوڑھا شخص ملا۔ اس نے اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھا: کیا تو حاملہ ہے؟

عورت نے کہا: نہیں میں تو حاملہ نہیں ہوں۔

بوڑھے نے کہا: مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ دو دن پہلے تو نے جس گڈریے سے زادِ راہ مانگا ہے تو اس سے حاملہ ہو چکی ہے۔ عورت یہ سن کر رونے لگی۔

بوڑھے نے کہا: پگلی کہیں کی، روتی کیوں ہے؟

جس کو گڈریے کا واقعہ معلوم ہے اسے اور بھی بہت کچھ معلوم ہے۔ تیرے قافلے میں جو مقدسی ہے اس سے پہلے تو ایک فریب کر چکی ہے۔ پھر حمل بھی اسی کے سے تھوپ دے۔ جا اور جا کر سالارِ قافلہ کو بتا دے کہ مقدسی نے مجھ سے زبردستی کی

Scanned with CamScanner

ہے۔ یہ سن کر وہ خوش ہوگئی۔ جیسے ہی قافلے میں پہنچی اُس نے اُونچی آواز میں واویلا شروع کر دیا۔

قافلے والوں نے پوچھا: اب تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟

عورت نے رو رو کر کہا: اس مقدسی نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا، اس نے زبردستی مجھے گھیر کر مجھ سے زنا کیا ہے۔ میں شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکی تھی کہ مجھ سے زبردستی ہوئی ہے۔ لیکن اب معاملہ چونکہ میرے بس میں نہیں رہا اور مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اس کی زبردستی کا نتیجہ بہرصورت ظاہر ہوکر رہے گا۔ اس لیے میں زبان کھولنے پر مجبُور ہوگئی ہوں۔

یہ سن کر قافلے والے ایک بار پھر مقدسی پر ٹوٹ پڑے۔ لاتوں، گھونسوں اور مُکّوں سے اس کا بُرا حال بنا دیا لیکن اب کی بار بھی مقدسی نے کسی سے کچھ نہ کہا اور نہ اپنی صفائی میں زبان کھولی۔ لوگ اِسے گالیاں دیتے رہے، مارتے رہے لیکن وہ سب کچھ برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا۔

مدینہ قریب تھا، اہلِ مدینہ کو قافلے کی واپسی کی اطلاع مل چکی تھی۔ حضرت عمر اور دیگر اصحابِ مدینہ کے باہر آ کر قافلے کے استقبال کے لیے رُکے ہوئے تھے۔

جب قافلہ پہنچا تو ہر کوئی ایک دوسرے سے بغل گیر ہونے لگا۔ حضرت عمر کی نگاہ مقدسی کو تلاش کر رہی تھی کہ سالارِ قافلہ نے چوری اور زنا بالجبر کی دونوں داستانیں سنائیں۔ حضرت عمر نے دیکھا: مقدسی پابندِ سلاسل سب کچھ خاموشی سے سن رہا ہے۔

حضرت عمر نے تمام واقعات سن کر کہا: اے ظالم! یہ تو نے کیا کیا؟ تیرا ظاہر اور باطن اتنا مختلف، بخدا میں تجھے وہ سزا دوں گا کہ تیرے جیسے فریب کاروں کے لیے عبرت کا سامان ہوگا۔

مقدسی خاموش کھڑا رہا اور سب طعن و تشنیع سنتا رہا۔ لوگوں کی ایک بھیڑ جمع

ہوگئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس ہجوم میں اضافہ ہوگیا۔ لوگ فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں آفتابِ نبوت کا نور چمکا۔ مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ تشریف لے آئے۔ حضرت عمر نے تمام واقعہ جناب امیر علیہ السلام کو کہہ سنایا۔

آپ نے مقدی کی طرف دیکھا جو سر جھکائے پابندِ سلاسل خاموشی سے بیٹھا زمین کو دیکھ رہا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر ابن خطاب! جلد بازی سے کام نہ لے۔ میں علی ابن ابی طالبؑ گواہی دیتا ہوں کہ اس شخص نے نہ زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے۔

حضرت عمر نے آپؑ کی بات سن کر اپنی جگہ چھوڑ دی اور جناب امیر علیہ السلام کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہا: یا ابا الحسنؑ! بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کوئی عورت اپنے آپ کو خود داغ دار کیسے کرسکتی ہے؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: عورت کو بلاؤ۔ جب عورت آپؑ کے سامنے پیش ہوئی تو فرمایا: شرافت سے اپنی پوری داستان ان لوگوں کے سامنے بیان کردے۔

عورت نے کہنا شروع کیا: قافلے والوں نے میری تھیلی اس کے مال سے برآمد کی۔ قافلہ اس کی چوری کا گواہ ہے۔ جہاں تک زنا کا تعلق ہے تو زنا گواہوں کے سامنے نہیں کیا جاتا۔ یا امیرؑ! بات یہ ہے کہ اس کی قرأت بڑی حسین اور دلکش تھی۔ میں اس کی آواز کی دیوانی ہوگئی۔ قافلے والے جانتے ہیں کہ میں اس کی قرأت سننے کی خاطر اس سے قریب تر رہتی تھی۔ ایک رات جب قافلے والے سو گئے تو میں اس کے قریب ہی اپنی جگہ پر پڑی اس کی قرأت سن رہی تھی۔ جب میں قرأت سنتے سنتے منہمک ہوگئی تو اس نے اچانک اس طرح دبوچ لیا کہ میں ہل بھی نہیں سکتی تھی اور رسوائی کے خوف سے فریاد تک نہ کرسکی۔ جب مجھے حمل کا یقین ہوگیا تو میرے پاس

اظہار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

سید الصادقین علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: اللہ تجھ پر لعنت کرے تو نے دونوں باتوں میں جھوٹ بولا ہے۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا: اے ابوحفص! کیا اس نوجوان نے حج پر جاتے ہوئے آپ کو اپنی کوئی امانت دی تھی؟

حضرت عمر نے کہا: بالکل میرے پاس اس کی امانت موجود ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: آپ وہ ہاتھی دانت کی ڈبیہ جس پر لوہے کا قفل پڑا ہوا ہے وہ اس نوجوان کی امانت دربار میں منگوا کر رکھیں۔ پھر میں آپ کو اصل حقائق سے آگاہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے آپؑ کے حکم پر وہ ڈبیہ جو مقدس کی امانت تھی دربار میں منگوالی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اِس عورت کو اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: اب میں تم سے جو کچھ بھی پوچھوں اِس کا جواب صاف صاف بتاتی جانا، ورنہ اس بھرے مجمع میں، مَیں اِس واقعہ کی تمام حقیقتیں کھول کر رکھ دوں گا مع گواہوں کے۔

مولائے کائناتؑ کے سامنے وہ خوف سے تھرتھر کانپنے لگی اور اب سچ بولنے کے سوا اُس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا: کیا تو نے فلاں مقام پر اس نوجوان کے پاس جا کر اسے دعوتِ گناہ دی تھی۔ آپؑ نے اس کے وہ جملے دہرائے جو اس نے مقدس کے چہرے کی بشاشت اور جسم کی نرمی کے متعلق کہے تھے۔ آپؑ نے مقدس کے جوابات بھی دہرائے۔

عورت نے کانپتے ہوئے وجود کے ساتھ عرض کیا: اے وصیِ رسولؐ! میں نے اس جوان کو دعوتِ گناہ دی تھی۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اس جوان کے انکار پر تو نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تو نے اس کی بات نہیں مانی تو اِس سے انتقام لے گی اور اسے ذلیل کرے گی۔

عورت نے کہا: یا اباالحسنؑ! میں نے ایسا کہا تھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ایک رات یہ جوان شب بیداری سے تھک کر جب سو گیا تو تو نے اپنی تھیلی اپنے ہاتھ سے اس کے سامان میں جا کر چھپا دی تھی؟

عورت نے کہا: میں نے یہ کام کیا تھا۔

پھر جناب امیر سالار قافلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے قافلہ سالار! جب تو نے تمام قافلے والوں کی تلاشی لی تھی اور مقدسی کے سامان کو بغیر تلاشی کے چھوڑ دیا تھا تو اس عورت نے تجھے مقدسی کی تلاشی پر آمادہ کیا تھا؟

سالارِ قافلہ نے کہا: یا امیرؑ! بالکل اس نے مجھے مقدسی کی تلاشی لینے پر آمادہ کیا تھا۔ جناب امیر المومنین پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

واپسی پر جب تیرے پاس زادِ راہ ختم ہو گیا تھا تو تو فلاں مقام پر قافلے سے جدا ہو کر زادِ راہ کی تلاش میں فلاں بستی کی طرف گئی تھی۔

عورت نے لرزتی آواز میں کہا: یا علیؑ! میں گئی تھی۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: بستی کے باہر تجھے فلان بن فلاں رنگ و نسل کا گڈریا ملا تھا؟

عورت نے کہا: ہاں ملا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے اس سے زادِ راہ کا سوال کیا تھا۔

عورت نے جواب دیا: جی ہاں! اباالحسنؑ! میں نے اس سے زادِ راہ مانگا تھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: جواب میں اس نے بھی تجھ سے کچھ مانگا تھا؟

وہ بولی: جی ہاں مولاؑ! اُس نے بھی مطالبہ کیا تھا۔

جناب علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: اور کافی تکرار کے بعد تو اُس کا مطالبہ پورا کرنے پر راضی ہوگئی؟

عورت نے سر جھکا کر کہا: یا مولاؑ! آپ درست فرما رہے ہیں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو نے گڈریے کا مطالبہ پورا کیا اور گڈریے نے تیری ضرورت پوری کردی۔ پھر تجھے خیال نہ رہا، لیکن تجھے حمل ہو گیا۔ اس معاملے کے دو روز بعد فلاں مقام پر تو رفع حاجت کے لیے گئی تھی؟

عورت نے اقرار کیا۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: واپسی پر تجھے شیطان ملا تھا؟

اُس خاتون نے کہا: نہیں، یا مولاؑ! میں نے شیطان کو کبھی نہیں دیکھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یاد کر وہ جب تو رفع حاجت کے بعد واپس قافلے کی طرف آ رہی تھی تو تجھے ایک بوڑھا آدمی ملا تھا جس کی بھوئیں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں۔ کمر جھکی ہوئی تھی۔ رنگ کالا تھا۔ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ ایک ہاتھ میں لکڑی کے دانوں والی تسبیح تھی، اور دوسرے ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا پکڑے ہوئے تھا۔

عورت نے فوراً کہا: ہاں ایسا بوڑھا شخص مجھے ملا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: وہی شیطان تھا اور اسی نے تجھے بتایا تھا کہ تجھے گڈریے سے حمل ہو گیا ہے؟

جناب امیرؑ نے فرمایا: یہ بات سن کر تو رونے لگ گئی تھی، اور اس نے تجھے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ جا اور جا کر مقدس کا نام لے کر قافلے والوں کو بتا دے۔ تو نے قافلے میں واپس آ کر واویلا مچایا اور قافلے والوں کو ایک بار پھر مقدس کے خلاف کھڑا کر دیا۔

عورت حیران و پریشان ہو کر بولی: یا اباالحسنؑ! ایسے ہی ہے جیسے آپ فرما رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ہم قافلہ والوں کے ساتھ ساتھ تھے۔

جناب امام المتقین علی علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا: اے ابوحفص اس جوان نے شوقِ عبادت میں انتہا پسندی سے کام لے کر اپنے آپ کو عورت کے ناقابل بنا رکھا تھا اور اس نے جو امانت آپ کے سپرد کی تھی اُس میں اس کی انتہا پسندی کا نتیجہ ہے۔ جانتے ہو اس ڈبیہ میں کیا ہے؟

اس جوان نے اپنا آلہ تناسل کاٹ کر اس میں رکھا ہوا ہے۔ جو سبز ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ہے۔ پہلے آپ اس ڈبیہ کو کھول کر میری بات کی تصدیق کر لیں۔ بعد میں جن لوگوں کو اس بات میں شک رہ جائے وہ اس نوجوان کو بھی ملاحظہ کر لیں۔

حضرت عمر نے عرض کیا: یا اباالحسنؑ! اب اس خبیثہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: قبرستانِ یہود میں گڑھا کھود کر اسے سینہ تک دبا کر رجم کیا جائے۔ بحکم جناب امیر علیہ السلام پر اس عورت کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس وقت حضرت عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور تین بار کہا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ

اس واقعہ کے بعد وہ مقدس نوجوان تا وفات مسجد نبویؐ میں معروفِ عبادت رہا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

43 / 50

مدادًا والاشجار اقلامًا والانس كُتّابًا والجن حسابًا ما احصوا فضائلك يا ابا الحسن

"اگر تمام دریا سیاہی اور درخت قلم اور انسان کاتب اور جن محاسب بن جائیں تو اے اباالحسنؑ! تمہارے فضائل نہ شمار ہو سکیں"۔

عورت حیران و پریشان ہو کر بولی: یا اباالحسنؑ! ایسے ہی ہے جیسے آپ فرما رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ہم قافلہ والوں کے ساتھ ساتھ تھے۔

جناب امام المتقین علی علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا: اے ابوحفص! اس جوان نے شوقِ عبادت میں انتہاپسندی سے کام لے کر اپنے آپ کو عورت کے ناقابل بنا رکھا تھا اور اس نے جو امانت آپ کے سپرد کی تھی اُس میں اس کی انتہاپسندی کا نتیجہ ہے۔ جانتے ہو اِس ڈبیہ میں کیا ہے؟

اس جوان نے اپنا آلہ تناسل کاٹ کر اس میں رکھا ہوا ہے۔ جو سبز ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ہے۔ پہلے آپ اس ڈبیہ کو کھول کر میری بات کی تصدیق کر لیں۔ بعد میں جن لوگوں کو اِس بات میں شک رہ جائے وہ اس نوجوان کو بھی ملاحظہ کر لیں۔

حضرت عمر نے عرض کیا: یا اباالحسنؑ! اب اس خبیثہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: قبرستانِ یہود میں گڑھا کھود کر اسے سینہ تک دبا کر رجم کیا جائے۔ بحکم جناب امیر علیہ السلام پر اِس عورت کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس وقت حضرت عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور تین بار کہا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ

اس واقعہ کے بعد وہ مقدس نوجوان تاوفات مسجد نبویؐ میں معروفِ عبادت رہا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لو كان البحر مدادًا والاشجار اقلامًا والانس كُتَّابًا والجن حُسابًا ما احصوا فضائلك يا ابا الحسن

"اگر تمام دریا سیاہی اور درخت قلم اور انسان کاتب اور جن محاسب بن جائیں تو اے اباالحسن! تمہارے فضائل نہ شمار ہوسکیں"۔

ترے وجود میں ہیں مختلف صفاتِ کمال
اِسی لیے تو جہاں میں تیرا جواب نہیں
تو زاہد اور حکیم و حلیم اور شجاع
تیری ادائے نظر کا کوئی جواب نہیں

بیٹے سے انکاری باپ

ثقۃ الاسلام کلینی اُصولِ کافی میں اپنی سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں ایک سیاہ فام شخص ایک سیاہ فام عورت کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا: میں اور میری یہ بیوی سیاہ فام ہیں لیکن میری بیوی نے جو بچہ جنا ہے یہ سفید رنگت رکھتا ہے۔ یہ میرا بیٹا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس معاملے میں آپ سب کی کیا رائے ہے؟

اُنھوں نے کہا: اِس کا سیاہ فام شوہر ٹھیک کہہ رہا ہے کہ ہم دونوں سیاہ فام ہیں اور یہ بچہ ہماری نسل اور رنگ سے تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اس عورت کو سنگسار کرنا چاہیے۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ جب اس واقعہ کی اطلاع جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ تشریف لائے اور اس واقعہ کی تحقیق کے بعد سیاہ فام مرد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تو اپنی بیوی پر تہمت لگا رہا ہے۔

اس شخص نے کہا: نہیں یا علیؑ!

جناب امیرؑ نے فرمایا: کیا تو نے حالتِ حیض میں اس سے ہم بستری کی ہے؟

اُس شخص نے کہا: ایک رات میں نے اس سے جماع کرنا چاہا تو میری بیوی نے کہا کہ میں حیض سے ہوں۔ میں نے خیال کیا کہ یہ فقط بہانہ کر رہی ہے کیونکہ موسم

سرد ہے، اس پر غسل کرنا مشکل ہے تو میں نے اس سے جماع کر دیا۔

جناب امیر علیہ السلام نے عورت سے فرمایا: کیا حالتِ حیض میں تیرے شوہر نے تجھ سے جماع کیا تھا؟

اُس سیاہ فام عورت نے عرض کیا: ہاں! میں نے اِسے بہت سمجھایا مگر اس نے میری بات کو قبول نہ کیا، اور میرے ساتھ حالتِ حیض میں جماع کر دیا۔

جناب امام المتقینؑ نے فرمایا: جاؤ یہ تمہاری اپنی کارستانی کا نتیجہ ہے۔ یہ بیٹا تمہارا ہی ہے۔ کیونکہ جب نطفہ ٹھہرا تو اس پر خون غالب ہوا ہے۔ اگر حرکت کرتا تو تمہارا بیٹا بھی تمہاری طرح سیاہ ہوتا۔

مؤلف فرماتے ہیں: مناقب سے نقل کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں ماں باپ سفید رنگت رکھتے تھے اور ان کا فرزند سیاہ تھا تو جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: خون نطفہ پر غالب آیا ہے، اس نے بیٹے کے چہرے کو سیاہ کر دیا ہے۔ یہ امر سن کر حضرت عمر نے کہا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:

قلع امرا فيك على احسنه حتّٰى ياتيك ما يغلبك منه
ولا تظنن بكلمة خرجت من اخيك سوء وانت تعبدلوا
في الخير معملا (کشف الربیہ شہید ثانی)

"تمہیں چاہیے کہ اپنے برادر مومن کے ہر قول و فعل پر غلط بیانی اور بدگمانی کی بجائے صحیح و درستی کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعبیر احسن طریقے سے کرو"۔

یہاں تک کہ تمہیں حسنِ ظن اور صحیح تعبیر کے خلاف کوئی واضح دلیل حاصل نہ ہو۔ اور توجیہ کرنے کی راہ مسدود نہ ہونے پائے اور تمہیں اپنے مومن بھائی کی زبان سے جو بھی بات سننے کو ملے اس کے بارے میں بدگمانی نہ ہو، جب تک تم اس کی بہتر توجیہ اور اچھی تعبیر کرنے کی صلاحیت کے حامل نہ ہو جاؤ۔

سرِ منبر علی الاعلان علیؑ بولتے ہیں
اس لیے چپ ہے یہ قرآن علیؑ بولتے ہیں
حرف پیدا ہوئے الفاظ نمو پانے لگے
جملے چڑھنے لگے پروانِ علیؑ بولتے ہیں
چہرہ سورت ہے تو ماتھے کی لکیریں آیات
ڈھل گیا جسم میں قرآن علیؑ بولتے ہیں

تنازعہ دو عورتوں کا

ابن شہرآشوب قیس بن ربیع سے واقعہ نقل کرتے ہیں کہ دو عورتوں کے درمیان دو بچوں کے بارے میں جھگڑا تھا۔ ان بچوں میں ایک لڑکی تھی اور ایک لڑکا تھا۔ دونوں عورتوں کا دعویٰ یہ تھا کہ لڑکا میرا ہے۔ معاملہ کافی بحث و تکرار اختیار کر گیا۔ آخر یہ تنازعہ لے کر دونوں حضرت عمر کے پاس آئیں، تاکہ وہ اس تنازعہ کا فیصلہ کریں۔ نے دونوں کی بات سنی مگر فیصلہ کرنے سے عاجز تھے۔ اُنھوں نے اپنے تمام اصحاب سے اس معاملے کے بارے میں مشورہ مانگا لیکن سب کو عاجز پایا۔ کہا: کہاں ہیں مفرج الکرب "مشکل سے پناہ دینے والے"۔

علامہ مجلسی کی روایت کے مطابق جب یہ معاملہ حضرت عمر کے سامنے پیش ہوا تو وہ اس معاملے کو سن کر اُلجھن میں پڑ گئے۔ کئی بار اپنی جگہ سے اُٹھے اور کئی بار بیٹھے۔ [illegible] تو کبھی [illegible] ائیں اور کہتے: اے گروہ مہاجرین و انصار! تمہارے

نزدیک اس تنازعہ کا کیا فیصلہ ہے۔ حاضرین خود تذبذب کے عالم میں بیٹھے تھے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ان دونوں عورتوں کا معاملہ حل کیسے ہو؟

لوگ کہنے لگے: آپ ہم سے بہتر علم رکھنے والے ہیں۔

ایسے میں حضرت عمر غضب ناک ہوئے اور کہا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا اَمَا وَاللّٰهُ اَنَا وَاِيَّاكُم لنصرفن ابن بجدتها

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو، محکم اور درست بات کہو، قسم بخدا! تم مجھے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہو! اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مجھ سے بڑا اہلِ علم کون ہے؟"

صحابہ نے کہا: گویا آپ علی علیہ السلام کو یاد کر رہے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: میں جناب ابا الحسنؑ کو کیونکر یاد نہ کروں، کیا قدرت نے کسی کو علی علیہ السلام کی مثل بنایا ہے؟ کیا کسی عورت نے علیؑ کی مثل دوسرا بچہ جنا ہے؟

صحابہ نے کہا: کسی کو بھیج دیں، تاکہ آپؑ تشریف لے آئیں۔

حضرت عمر نے کہا: افسوس ہے تم پر۔ علی علیہ السلام کی منزل و مقام بہت بلند و ارفع ہے۔ وہ ہاشمی ہیں، علیؑ کا گوشت رسولؐ کا گوشت ہے۔ آپؑ اتنے بلند ہیں کہ آپؑ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ آپؑ عظمتوں کے ایسے فلک بوس پہاڑ ہیں کہ کوئی پرندہ بھی آپؑ کی ذات کی بلندیوں کو چھو نہیں سکتا۔ وہ یادگارِ رسولؐ اور علم کی اَنمول کان ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ ہمیں ان کی طرف جانا چاہیے چہ جائیکہ وہ ہماری طرف آئیں۔ ساتھیو! اٹھو اور میرے ساتھ علیؑ کی خدمت میں چلو۔

حضرت عمر صحابہ کے مجمع کے ساتھ بارگاہِ جناب امیر علیہ السلام پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دستِ مبارک میں کدال لیے ہوئے باغ کی زمین کھود رہے ہیں۔ اور

ساتھ ہی ساتھ اس آیتِ مجیدہ کی تلاوت فرما رہے ہیں:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى

آپؑ کی آنکھوں سے اشکوں کا اِک سیلاب اُمڈ رہا تھا اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی۔ تمام اصحاب جنابِ امیرؑ کے گرد جمع ہو گئے۔ جب مولائے کائنات قرأت سے خاموش ہوئے اور لوگوں کو دیکھا تو فرمایا: اے ابن خطاب! یہاں کیسے آنا ہوا؟

حضرت عمر نے عرض کیا: اے اباالحسنؑ! ان دو عورتوں کا یہ تنازعہ ہے۔ ان دو بچوں کے بارے میں جو ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی ہے۔ مگر ان دونوں کا ہی دعویٰ ہے کہ لڑکا میرا ہے۔ میں اس مشکل مسئلہ کے حل سے عاجز ہوں، اس لیے مشکل کشائی کے لیے مشکل کشاء کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ایک تنکا اُٹھایا اور فرمایا: اس مسئلے کا جواب اِس تنکے کے توڑنے سے بھی آسان ہے۔ ایسا کرو کہ دونوں کو حکم دو کہ وہ اپنا اپنا دودھ کسی برتن میں لائیں۔ پھر ان کے دودھ کا وزن کرو۔ جس عورت کا دودھ وزنی ہوگا لڑکا اسی عورت کا ہے اور جس کا دودھ ہلکا ہوگا، اس کی لڑکی ہے کیونکہ رب العزت کا فرمان ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

یہ سن کر حضرت عمر نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہا: ”خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے تیری خلافت کا ارادہ کیا، لیکن اس قوم نے نہ چاہا“۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: یا اباحفص! جوش میں مت آیئے اور اپنی آواز بلند نہ کریں۔

من هنا ومن هنا ان یوم الفصل و کان میقاتاً

"وہاں کون تھا، وہاں کون تھا؟ جس نے روزِ اوّل مجھ سے خلافت کو روکا۔ آج آپ میری فضیلت کا اقرار کررہے ہیں"۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر واپس ہوئے اور جس طرح جناب امیرؑ نے فرمایا تھا ان دونوں عورتوں کے دودھ کا وزن کیا گیا۔ جس کا دودھ وزنی تھا اُس کو لڑکا دے دیا گیا اور دوسری کو لڑکی۔

تیرے ہر کام پہ آیات کا ہوتا ہے نزول
یا علیؑ! تیرے عمل کا ہے قصیدہ قرآن

مال کا اصل حقدار

ابن شہر آشوب مناقب میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بچے نے حضرت عمر سے اپنے مال کا مطالبہ کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں مدینہ میں قیام رکھے ہوئے ہوں اور میرا باپ کوفہ میں وفات پا گیا ہے۔

حضرت عمر نے اُس کی بات کو جھٹلاتے ہوئے کہا: اے لڑکے! تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ایک کوفہ میں مرنے والا شخص تیرا باپ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ وہ اتنا بوڑھا تھا کہ قابلِ اولاد بھی نہ تھا۔

بچہ روتا ہوا مسجد سے باہر آرہا تھا کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ تشریف لے آئے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: اس بچے کو مسجد میں واپس لے کر آؤ، اس کا جو بھی معاملہ ہے اس کا میں آج فیصلہ کروں گا جو خداوند عالم نے عرشِ معلیٰ پر کیا ہوگا۔ اس کا فیصلہ وہی کرے گا جس کو خدا نے برگزیدہ بنایا ہوگا اور اپنے علم کے لیے جس کو چنا ہوگا۔

آپؑ نے پوچھا: اس بچے کے والد کی قبر کہاں ہے؟

بتایا گیا کہ اُس نے کوفہ میں وفات پائی تھی لیکن اس کی لاش کو وہاں سے لاکر

مدینہ میں دفن کیا گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: چلو اس کے باپ کی قبر پر چلتے ہیں۔ جب قبر پر آئے تو آپؑ نے فرمایا: اس قبر کو کھولو اور اس کی پسلی کی ایک ہڈی نکال کر مجھے دو۔

قبر کو کھولا گیا اور میت کی پسلی کی ایک ہڈی لائی گئی۔ امیر علیہ السلام نے ہڈی کو لیا اور بچے سے فرمایا: اس ہڈی کو سونگھو، بچے نے ہڈی کو سونگھا۔ اس کی ناک سے خون کا ایک فوارہ جاری ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ میت اِسی کے باپ کی ہے۔ اس کا مال اسے دے دیا جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہڈی سونگھنے سے خون آجائے اور اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ مرا ہوا شخص اِسی کا باپ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر آپ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تو لاؤ اب یہی ہڈی دوسروں کو سونگھاؤ۔ جب وہ ہڈی دوسروں نے سونگھی تو کسی پر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ پھر یہ ہڈی اس بچے کو سونگھاؤ۔ جوں ہی بچے نے ہڈی کو سونگھا، اُسی لمحے اُس کے ناک سے پھر خون جاری ہوگیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس بچے کو اس کے باپ کا تمام ترکہ دے دیا۔

مولائے کائنات نے اس وقت فرمایا: اے ابوحفص! بخدا میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں۔

عظمت علیؑ کی ذاتِ خدا جانتی ہے بس
انسانیت اُنھی کو ولی مانتی ہے بس

غلاموں کی بیڑیوں کا وزن

علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں، شیخ طوسی نے تہذیب میں اور دیگر مؤلفین نے اس کو حضرت عمر ابن خطاب کے دورِ خلافت کا واقعہ بیان کیا ہے کہ دو غلام جو وزنی

بیڑیوں کو پہنے ہوئے تھے، اپنی اپنی بیڑیوں کے وزن کی مقدار کا اندازہ لگا رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا: اگر اس بیڑی کا وزن فلاں مقدار نہیں ہوگا تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی۔

دوسرے غلام نے بھی یہی کہا۔ اگر اس بیڑی کا وزن اتنا نہ ہوگا جس طرح تو نے کہا ہے تو میری بیوی کو بھی تین طلاقیں ہوں گی۔

ان غلاموں کے آقا سے درخواست کی گئی کہ ان بیڑیوں کو کھول دے۔ غلاموں کے مالک نے کہا: اگر میں ان کی بیڑیوں کو اُتاروں تو میری بیوی کو بھی تین طلاقیں ہیں، جب تک کہ میں ان بیڑیوں کے ہم وزن صدقہ وخیرات نہ کروں۔

یہ معاملہ حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر نے کہا: آقا و غلام کے لیے بہتر یہی ہے کہ یہ تینوں افراد جائیں اور اپنی اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کریں۔

بعدازاں خلیفۂ دوئم نے ان افراد کو مولائے کائنات علی علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ جناب امیرؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ نے فرمایا: ان قیدیوں کو لاؤ اور ان کے پاؤں میں پڑی زنجیروں کو ایک ڈور سے باندھ دیا جائے۔ پھر آپؑ نے ایک بہت بڑا برتن طلب فرمایا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ان غلاموں کے پاؤں بیڑیوں سمیت اس برتن کے درمیان رکھیں اور اس برتن میں اس قدر پانی ڈالیں کہ برتن پُر ہوجائے۔ پھر بیڑیوں کو ڈور سے کھینچ لیا جائے تو پانی نیچے چلا جائے گا۔ برتن میں اس حد تک نشان لگا دیا جائے۔ پھر اس پانی میں لوہے کے ٹکڑے ڈالے جائیں۔ جب پہلی حد اور نشان تک پانی پہنچ جائے تو ان لوہے کے ٹکڑوں کا وزن کیا جائے تو وہی بیڑیوں کا وزن ہوگا۔

قسم ہاتھی کے وزن کرنے کی

شیخ طوسی تہذیب میں فرماتے ہیں: ایک شخص مولائے کائنات علی بن ابی

طالب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یا امیرؑ! میں نے قسم کھائی ہے کہ ہاتھی کا وزن تولوں گا۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: یہ کیسی قسم ہے، تجھے ضرورت ہی کیا تھی اس قسم کی قسم کھانے کی۔ تم نے ایسی چیز کے بارے میں قسم کھائی ہے جس پر تم طاقت ہی نہیں رکھتے ہو۔

اس شخص نے کہا: یا علیؑ! اب تو میں قسم اُٹھا چکا ہوں۔

مولائے کائنات نے فرمایا: اب تم ایسا کرو کہ ہاتھی کو کشتی میں سوار کرو اور دیکھو کہ کشتی کتنی مقدار میں ڈوبی ہے۔ پھر اس کشتی سے ہاتھی کو باہر لاؤ۔ اب کشتی میں وزنی پتھر بھر دو، یہاں تک کہ کشتی پانی میں اتنا ڈوب جائے کہ جتنا ہاتھی کے وزن سے ڈوبی تھی۔ جب کشتی اس حد تک ڈوب جائے تو ان پتھروں کو باہر لا کر ان کا وزن کرو۔ یہی ہاتھی کا وزن ہے۔

بے گناہ قاتل

مناقب میں ابوالقاسم کوفی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر کے پاس ایک غلام لایا گیا کہ یہ اپنے آقا کا قاتل ہے۔

حضرت عمر نے اس غلام سے پوچھا: کیا تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا: ہاں میں نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔

حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟

غلام نے کہا: بات یہ ہے کہ اس نے اپنے مالکانہ حقوق سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے دبوچ کر خلافِ فطرت بدفعلی کی تھی۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

جب مولائے کائنات کو معلوم ہوا تو آپؑ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت عمر

ے فرمایا: تین دن تک اس کو کوئی سزا مت دیں۔ اس کے بیان کی تصدیق بہت ضروری ہے۔ ابھی اسے زندان میں ڈال دو۔

حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! اس نے خود اقرار کیا ہے کہ اُس نے اپنے مالک کو قتل کیا ہے۔ اس کے بیان کے بعد تصدیق کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی؟

جناب امیرؑ نے فرمایا: اس کے آقا پر الزام کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمر نے کہا: میت سے کیسے الزام کی تصدیق ہوگی، جب کہ مقتول کی لاش دفنائی جا چکی ہے؟

مولائے کائناتؑ نے مقتول کے ورثا سے پوچھا: تم نے لاش کو کب دفن کیا؟

اُنھوں نے جواب دیا: یا امیرؑ! ہم ابھی ابھی اُس کو دفنا کر آئے ہیں اور قاتل کو دربار میں پیش کیا ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: اگر اس کا الزام درست ثابت ہوگیا تو کیا تم اِسے مقتول کے عوض قتل کرو گے؟

حضرت عمر نے کہا: اگر الزام درست ثابت ہو جائے تو کیا یہ قاتل نہیں رہے گا؟

جناب امام المتقینؑ نے فرمایا: کیا اسلام کسی مسلمان کو اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی عفت کا تحفظ کرے؟

حضرت عمر نے کہا: یا علیؑ! اب میت سے الزام کیسے ثابت ہوگا؟

جناب علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: تین دن تک غلام کو زندان میں رکھو، تیرے دن میں خود بخود یہ الزام ثابت ہو جائے گا یا اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوگا اور اگر دعویٰ غلط ہوا تو اسے قتل کر دینا۔

تیسرے دن جناب امیر علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے۔ آپؑ نے حضرت

عمر کا ہاتھ پکڑا اور مقتول کی قبر پر آ کر پوچھا: کیا مقتول کی قبر یہی ہے؟

اُنھوں نے عرض کیا: جی ہاں یہی قبر ہے۔

جناب ولی المسلمینؑ نے فرمایا: اِس قبر کو کھولا جائے۔

لوگوں نے قبر کو کھودا۔ جب لحد تک پہنچے تو جناب علی علیہ السلام کو بتایا گیا۔

آپؑ نے حکم دیا: میت کو قبر سے باہر نکالو۔

لوگوں نے قبر میں دیکھا تو انھیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ کوئی ایک قبر میں اُتر کر دیکھے۔ قبر میں ایک شخص اُترا۔ قبر خالی تھی جناب امیر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ قبر میں کچھ بھی نہیں ہے۔

جناب امام المتقینؑ نے بلند آواز میں تین مرتبہ فرمایا: اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر! اور فرمایا:

مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ

''میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں''۔

میں نے اپنے آقا و مولیٰ نبی آخر الزمان سرکارِ دو عالمؐ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے:

> ''میری اُمت میں سے جو بھی قومِ لوطؑ کا عمل کرے گا اور اِسی حالت میں مرجائے گا اِسے قومِ لوطؑ جیسے عذاب سے میری اُمت ہونے کی بدولت مرنے کے تین دن بعد تک مہلت ہوگی۔ مرنے کے تیسرے دن بعد وہ میت اپنی قبر میں نہیں رہے گی۔ ملائکہ اِسے وہاں سے اُٹھا کر قومِ لوطؑ کے پاس پہنچا دیں گے''۔

زنانہ لباس میں ملبوس لاش

محمد اخوند شاہ شافعی روضۃ الصفاء میں اور صاحب در المطالب نے اس قصہ کو

نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر نمازِ صبح کے لیے مسجد میں داخل ہوئے تو ان کی نظر ایک لاش پر پڑی جو زنانہ لباس میں ملبوس تھی۔ حضرت نے سمجھا کہ یہ انصار کی کسی عورت کی لاش ہے۔ جب آپ لاش کے قریب آئے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ لاش کسی عورت کی نہیں بلکہ ایک مرد کی تھی۔ جس نے اپنے آپ کو دلہن کی مانند سجایا ہوا تھا، داڑھی اور مونچھیں تراشی ہوئی تھیں۔ ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی اور گلا کٹا ہوا تھا۔

حضرت عمر نے اس لاش کو ایک کونے میں رکھوا دیا اور نماز کے بعد جناب علی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ اس لاش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اس لاش کو دفن کردو اور تھوڑی مدت انتظار کرو۔ کچھ مدت کے بعد اسی جگہ ایک بچہ بھی پاؤ گے۔

حضرت عمر نے سوال کیا: ابا الحسنؑ! یہ آپؑ کیا فرما رہے ہیں؟

فرمایا: میرے ابن عم نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی ہے۔

اس واقعہ کو نو ماہ کا عرصہ گزر گیا تو حضرت عمر ایک صبح نمازِ فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی۔ بچے کی آواز سنتے ہی حضرت عمر نے فوراً بلند آواز سے کہا:

صدق اللہ ورسولہٗ وابن عم رسولہ

اسی وقت غلام کو حکم دیا کہ اس بچے کو جناب امیر علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔ جناب امام المتقین علی علیہ السلام نے بچے کو دیکھا اور فرمایا: اس کے لیے ایک دایہ مقرر کرو جو اس کو دودھ پلائے۔ جب بچہ نو ماہ کا ہوگیا تو جناب امیرؑ نے عید الفطر کے روز نماز کے وقت حکم دیا کہ اُس بچے کو لایا جائے اور دودھ پلانے والی عورت اس کو اپنے پاس رکھے۔ جب کوئی عورت اس بچے کے پاس آ کر اس کو بوسہ دے اور یہ الفاظ ادا

کرے کہ اے مظلوم ماں کے فرزند! اے ظالم باپ کے فرزند! تو فوراً اس عورت کو پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ نمازِ عید الفطر کے بعد دایہ جب اس بچے کو لے کر چلی تو ایک مرتبہ پیچھے سے آواز آئی۔ اے دایہ! میں تجھے محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کی قسم دیتی ہوں کہ ٹھہر جا۔ چنانچہ دایہ ٹھہر گئی۔ اتنے میں ایک حسین وجمیل عورت دوڑتی ہوئی قریب آئی اور آتے ہی بچے کو گود میں لے کر بوسے لینے لگی اور روتے ہوئے کہنے لگی: اے مظلومہ ماں کے فرزند! اے ظالم باپ کے فرزند! بچے کو خوب پیار کرنے کے بعد اس عورت نے بچہ دایہ کے حوالے کیا اور واپس جانے کو پلٹی تو دایہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔ عورت نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر دایہ نے اس کا ہاتھ نہ چھوڑا اور کہا: میں تجھے جناب امیر علیہ السلام کے پاس لے کر جاؤں گی۔ عورت نے جب یہ سنا تو گھبرا گئی اور دایہ کی منت سماجت کرنے لگی کہ خدارا مجھے امیرؑ کے پاس نہ لے جا۔ اگر جناب علی ابن ابی طالبؑ کے پاس لے چلوگی تو لوگوں کے سامنے میری رسوائی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ میرے مکان پر چلو، میں تجھ کو دو یمنی چادریں، خلعت فاخرہ اور ساتھ تین سو درہم دوں گی۔ خدارا! مجھے رُسوا ہونے سے بچالو۔

دایہ لالچ میں آ گئی اور اس عورت کے ساتھ اس کے گھر پر گئی۔ عورت نے جو کچھ وعدہ کیا تھا وہ سب کچھ ادا کیا اور کہا: عیدِ قربان کے موقع پر بھی تو مجھے میرے بچے کو ملوانے کے لیے لے آنا، میں پھر اتنا ہی انعام دوں گی۔

دایہ نے کہا: بہت اچھا اور بچے کو لے کر وہاں سے چلی آئی۔ جب جناب امیرؑ کی خدمت میں پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: کیا وہ عورت ملی تھی؟

دایہ نے مکاری کے ساتھ جواب دیا: نہیں یا ابا الحسنؑ! میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا، اور نہ ہی اس بچے کے پاس کوئی عورت آئی۔

یہ سن کر جناب مولائے کائناتؑ نے ارشاد فرمایا: اس صاحب لولاک کی قسم! تو جھوٹ بول رہی ہے۔ وہ عورت تیرے پاس بھی آئی، اس نے بچے کو تجھ سے لیا اور روتے ہوئے پیار بھی کیا۔ پھر جب تو نے اُسے میرے پاس لانے کی دھمکی دی تو اس نے تجھے رشوت کی لالچ دی۔ تو اُس کے ساتھ اُس کے گھر پر گئی اور اُس نے تجھے وعدے کے مطابق مال عطا کیا اور آئندہ بھی تجھے مال دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سن کر عورت ڈر گئی۔

کہنے لگی: یا علیؑ! کیا آپؑ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں؟

فرمایا: عالم الغیب تو صرف خدا کی ذات ہے۔ یہ سب باتیں مجھے میرے ابن عم نے بتلا دی ہیں۔

دایہ بولی: اے مولائے کائناتؑ! اب میں سچ سچ بتلائے دیتی ہوں، اور تمام واقعہ بیان کیا اور کہا: یا مولا المومنینؑ! میں اس کا مکان بھی جانتی ہوں اگر آپؑ اجازت فرمائیں تو میں اس کو ابھی حاضر کر دوں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ عمل پہلے کام سے بھی بدتر ہے۔ اُس نے تجھے عید قربان پر بچے کو ملوانے کا کہا ہے، لہٰذا اب عید قربان تک اس کا انتظار کر۔

عورت نے کہا: جناب امیرؑ جو آپؑ کا حکم۔

جب عید قربان آئی، لوگ نمازِ عید کے لیے مسجد میں آنے لگے۔ آپؑ نے اِس دایہ کو حکم دیا کہ وہ بچے کو لے کر مسجد میں حاضر ہو۔ بچے کی ماں بھی وعدے کے مطابق اپنے بیٹے کو ملنے کے لیے آ گئی اور بچے کو گود میں لے کر پیار کرنے لگی۔

پھر دایہ سے کہا: آؤ میرے ساتھ تاکہ میں اپنے وعدے کو پورا کر سکوں اور تمہارا دامن پھر انعام سے بھر دوں۔

دایہ بولی: نہیں اب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، کیونکہ جناب امیر علیہ السلام کو سب کچھ

معلوم ہوگیا ہے۔ اب تو تمھیں ان کی خدمت میں پیش ہونا ہی ہوگا۔ یہ کہہ کر دایہ نے اس عورت کی چادر پکڑ لی اور کہا: اب تم نہیں جاسکتی ہو۔

عورت نے ایک آہ سرد بھر کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:

يَا غَيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ وَيَا جَارَ الْمُسْتَجِيرِيْنَ

جب وہ جناب امیرؑ کی خدمت میں پہنچی تو آپؑ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ''کیا تو خود اپنی داستان بیان کرے گی یا میں بیان کروں؟''

عورت نے کہا: یا ابا الحسنؑ! میں اپنی داستان خود عرض کروں گی۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنی داستان بیان کرنا شروع کی۔

''میں ایک انصاری لڑکی ہوں۔ میرے باپ کا نام عامر بن سعید خزرجی تھا جو نبی آخرالزماں محمد مصطفیؐ کی ہم رکابی میں شہید ہوئے اور میری ماں بھی حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں اللہ کو پیاری ہوگئی۔ اس طرح میں تنہا رہ گئی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں اپنی ہم جولیوں، سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف تھی کہ ایک بڑھیا وہاں آئی اور اس نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے کہا: جملیہ۔

اس نے پوچھا: تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟

میں نے بتایا: عامر انصاری۔

بڑھیا بولی: کیا تمہارا باپ زندہ ہے؟

میں نے کہا: نہیں، میں ایک یتیم لڑکی ہوں۔

اس نے کہا: شادی شدہ ہو؟

میں نے کہا: نہیں۔

بڑھیا نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بہت ہی دعائیں دیں اور میری یتیمی اور

بے کسی پر رونے لگی۔ پھر بولی: کیا تم یہ ضرورت محسوس کرتی ہو کہ کوئی تمہاری خدمت کے لیے ہو؟

میں نے کہا: ہاں مجھے ضرورت تو ہے؟

وہ بولی: میں تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہوں، مجھے اپنی خدمت گار سمجھو بلکہ آج سے تم مجھے اپنی مہربان ماں سمجھنا۔

میں نے کہا: بسر و چشم آیئے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ مجھ یتیم کو ایک مہربان ماں کا سہارا مل جائے۔ آج سے یہ گھر آپ کا ہے۔ چنانچہ وہ بڑھیا میرے گھر میں آ گئی۔ اس نے مجھ سے وضو کے لیے پانی مانگا۔ میں نے پانی لا کر دیا۔ اس نے وضو کیا۔ اتنے میں، مَیں اس کے لیے تازہ دودھ، روٹی اور خرما لے آئی۔

اس کی نگاہ جونہی کھانے پر پڑی۔ وہ زار و قطار رونے لگی۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا: بولی بیٹا! یہ چیزیں میری غذا میں داخل نہیں ہیں۔ میری غذا تو جو کی روٹی اور تھوڑا سا نمک ہے، یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔

پھر اس نے کہا: وہ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا کرتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ نماز میں مشغول ہو گئی۔ جب فارغ ہوئی تو میں نے اس کی خواہش کے مطابق جَو کی روٹی اور نمک اس کے سامنے رکھ دیا۔

اس نے کہا: تھوڑی سی راکھ بھی لا دو۔ مجھے اس سوال پر تعجب ہوا، چونکہ اس کے زُہد و سادگی کی ہیبت میرے دل پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لیے کچھ سوال کیے بغیر میں نے راکھ بھی اس کے سامنے پیش کر دی۔ اس نے اس میں سے تھوڑی سی راکھ اُٹھا کر نمک میں ملائی اور صرف تین لقمے کھا کر پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر وہ دوبارہ نماز کے لیے کھڑی ہو گئی اور صبح تک عبادت میں مشغول رہی۔

اب تو میرے دل میں اس کا ادب و بزرگی اور زُہد کا اور بھی رُعب بیٹھ گیا۔ صبح

کے وقت میں سلام کے لیے حاضر ہوئی تو بے اختیار میں نے اس کا سر چوم لیا اور عرض کیا کہ آپ میری مغفرت کے لیے دعا کریں، کیونکہ آپ بہت زاہدہ ہیں۔ آپ کی دعا ہرگز رد نہیں ہو سکتی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک دن اس نے مجھ سے کہا: بیٹا! تم ایک حسین و جمیل لڑکی ہو۔ اگر میں کسی کام سے باہر چلی جاؤں تو تمہارا تنہا رہنا مجھے پسند نہیں۔ کیونکہ تم جوان ہو۔ تمہارے پاس ایک سہیلی بھی ضرور ہونی چاہیے۔ میری ایک بیٹی بھی ہے، جو میری طرح بڑی عاملہ اور پارسا ہے۔ اگرچہ وہ عمر میں تجھ سے تھوڑا بڑی ہے۔ لیکن تمہاری تنہائی کی اچھی ساتھی رہے گی۔ اگر تو اجازت دے تو میں اس کو تیری خدمت کے لیے یہاں لے آؤں۔

میں نے کہا: عین مناسب ہے، آپ ضرور لے آئیں۔ یہ سن کر وہ چلی گئی۔

لیکن جب وہ واپس آئی تو اکیلی تھی۔ میں نے پوچھا: اماں کہاں ہے میری بہن؟

وہ بولی: بیٹا! وہ نہیں آئے گی۔ میں نے بڑا اصرار کیا کہ چلو، مگر وہ مانی نہیں۔

میں نے پوچھا: کیوں نہیں مانی؟

کہا: تمہارے گھر میں اکثر انصار و مہاجرین کی لڑکیوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے اور وہ اپنی عبادت میں خلل پسند نہیں کرتی۔

میں نے جواب دیا: اماں! میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اپنی تمام سہیلیوں کو منع کردوں گی کہ وہ میرے گھر نہ آیا کریں تا کہ اُس کی عبادت میں خلل نہ پڑے اور وہ اطمینان سے عبادت کر سکے۔ آپ ابھی جائیں اور جس طرح بھی ممکن ہو، اس کو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ یہ سن کر بڑھیا چلی گئی۔ جب واپس آئی تو اس کے ساتھ ایک دراز قامت عورت برقع پہنے ہوئے گھر میں داخل ہوئی اور کمرے کے باہر دروازے پر آ کر رُک گئی۔

میں نے بڑھیا سے پوچھا: اماں! یہ اندر کیوں نہیں آ رہی ہیں۔

بولی: یہ تم سے شرما رہی ہے۔ میں یہ سن کر خوشدلی کے ساتھ آگے بڑھی اور سب سے پہلے گھر کا دروازہ بند کیا تا کہ اِس وقت کوئی غیر عورت اندر نہ آ جائے۔ تب تک وہ برقع پوش کمرے میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ میں دروازہ بند کر کے پلٹی اور آ کر اس برقع پوش سے لپٹ گئی اور کہا: بہن! یہ تیرا اپنا گھر ہے۔ اب تو نقاب ہٹاؤ تا کہ میں اپنی بہن کی زیارت کرسکوں۔ لیکن یا امیر المومنینؑ! جب اس نے اپنے چہرے سے نقاب اُٹھایا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ قریب تھا کہ میں غش کھا کر گر پڑوں۔ میں نے دیکھا، وہ برقعہ پوش کوئی عورت نہیں تھی بلکہ میرے سامنے ایک قدآور گھنی داڑھی والا ایک نوجوان مرد کھڑا تھا۔ جس کے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگی ہوئی تھی اور عورت کا روپ دھارے ہوا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے اوسان بحال رکھتے ہوئے اس سے کہا:

''کون ہے تو، اور یہ کیا حرکت ہے؟'' اب تیرے لیے بہتر یہی ہے کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ میں شور مچا دوں گی۔ اور جب حضرت عمر کو پتہ چلے گا تو تمہاری کھال تک اُدھیڑ دی جائے گی۔ یہ کہتے ہوئے میں آہستہ آہستہ دروازے کی طرف پیچھے ہٹی تا کہ اس کے شر سے خود کو بچا سکوں اور لوگوں کو مدد کے لیے پکاروں۔ وہ میرے ارادے کو بھانپ گیا اور اُس نے دوڑ کر مجھے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے بازوؤں میں میری مثال ایسی تھی جیسے عقاب کے پنجے میں ایک کمزور چڑیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں زمین پر پڑی ہوئی اپنی عصمت کی بربادی کو رو رہی تھی۔ دوسری طرف وہ بدمستی میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی کمر میں خنجر آویزاں ہے۔ خنجر پر نگاہ پڑتے ہی میرے دل میں آتشِ انتقام بھڑک اُٹھی۔ میں نے بغیر کسی سوچ بچار کے اس کا خنجر اس کی کمر سے نکال کر اِس کے گلے پر پھیر دیا۔ اور اس کو قتل کرنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں عرض کی:

اے میرے پالنے والے! تو جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اور کس طرح مجھے لاچار اور بے بس پا کر میری عصمت دری کی ہے۔ اب تو ہی میری پردہ پوشی کرنے والا ہے۔ اس کے بعد جب رات ہوئی تو میں نے اس کی ڈاڑھی اور مونچھیں بھی صاف کر دیں اور اس لاش کو رات کے اندھیرے میں مسجد کے محراب میں ڈلوا دیا۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ مجھے پتہ چلا کہ میں اس ظالم سے حاملہ بھی ہوں۔ جب نو ماہ بعد مجھے بچہ پیدا ہوا تو میں نے چاہا کہ اس بچے کو ختم کر دوں۔ مگر میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی کہ یہ دوسری غلطی ہوگی۔ لہٰذا اس کو بھی میں نے محراب میں ڈال دیا۔

یا ابن عم رسولؐ! یہ ہے کُل حقیقت اِس تمام واقعہ کی۔

یہ سن کر حضرت عمر بول اُٹھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولؐ خدا نے سچ فرمایا تھا:

اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے''۔

اَخِی عَلِیٌّ یَنطِقُ بِلِسَانِ الْحَقِّ

''میرا بھائی زبان سے حق بولتا ہے''۔

اس کے بعد حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! اب اس کا کیا فیصلہ ہے؟

جناب امیرؑ نے فرمایا: مقتول کی کوئی دیت نہیں ہے، کیونکہ اس نے جرم کیا ہے، اور عورت پر حد نہیں، کیونکہ اس پر جبر ہوا ہے۔

اس کے بعد مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اے لڑکی! اگر تو اس عورت کو لے آئے تو اس کو ضرور سزا دی جائے گی۔

عورت نے کہا: یا ابا الحسنؑ! مجھے تین روز کی مہلت دیجیے، کوشش کروں گی کہ شاید وہ بڑھیا کہیں مل جائے۔

یہ سن کر ولی المومنین جناب علی علیہ السلام نے دایہ سے فرمایا: یہ بچہ اب اس کے حوالے کر دو۔ چنانچہ وہ عورت اپنے بچے کو اپنے ساتھ لے گئی اور دوسرے روز بڑھیا کو ڈھونڈنے نکل پڑی۔ اتفاقاً ایک محلے میں اچانک اُس کا بڑھیا سے آمنا سامنا ہوگیا۔ عورت نے اس کو فوراً قابو کرلیا۔ اِس بڑھیا نے ہرچند کوشش کی کہ بھاگ جاؤں مگر عورت نے اِسے بھاگنے نہ دیا، وہاں لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ اب بڑھیا کے لیے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ جب اسے جناب مولائے کائناتؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اے دشمنِ خدا! کیا تو نہیں جانتی کہ میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں اور میرے پاس گنجینۂ علم رسولؐ ہے۔ تیری باتیں مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں، لہٰذا جو گزرا ہے سچ سچ بتلا دے۔

بڑھیا نے جواب دیا: مولاؑ! میں تو اس کو جانتی تک نہیں ہوں کہ یہ کون ہے؟

امام المتقین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: قسم اُٹھاؤ گی؟

بڑھیا نے کہا: ضرور۔

آپؑ نے فرمایا: قبر رسولؐ پر ہاتھ رکھ کر قسم اُٹھا کہ تو اس عورت کو نہیں جانتی ہے؟

بڑھیا جھٹ سے آگے بڑھی اور سرکارِ دوعالمؐ کی قبر مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور قسم اُٹھائی۔ جونہی اُس نے جھوٹی قسم اٹھائی تو اس کا چہرہ تاریک رات کی طرح سیاہ ہوگیا۔

جناب امیر علیہ السلام نے حکم دیا کہ آئینہ لایا جائے۔ جب آئینہ میں اس نے اپنا منہ دیکھا تو بڑھیا چیخنے چلاّنے لگی اور توبہ کرنے لگی۔

جناب علی مرتضیٰؑ نے پھر دعا مانگی کہ خدایا! یہ بڑھیا اگر اپنی توبہ میں سچی ہو تو اس کے چہرہ کو سفید کر دے، مگر چہرے کی سیاہی دُور نہ ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا: تو نے کیسی توبہ کی کہ اللہ غفار ورحیم نے تجھے معاف نہیں کیا۔ اب تو اپنے بداعمالوں کی سزا پا کر ہی رہے گی۔

یہ سن کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کو مدینہ سے باہر لے جا کر رجم کر دیا جائے۔

مکتوب علی باب الجنة لا اله الا الله مُحَمَّد رسول الله علی اخو رسول الله

"جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے، معبودِ حقیقی بس اللہ ہی ہے اور محمد مصطفیٰ خدا کے رسول ہیں اور علیؑ رسولؐ کے بھائی ہیں"۔

(طبرانی نے اوسط میں، خطیب نے المتفق میں اس حدیث کو درج کیا ہے، اور کنز العمال، جلد ۶، ص ۱۵۹ پر مذکور ہے)۔

بیوی کا مملوک

یہ روایت بھی مناقب میں عمر بن داؤد سے مروی ہے۔ وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ جب عقبہ بن ابی عقبہ فوت ہوا تو جناب امیر علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنازہ میں شریک ہونے کے لیے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ حضرت عمر بن الخطاب بھی موجود تھے۔

جناب امیر علیہ السلام نے جنازہ پر موجود ایک شخص سے فرمایا: "عقبہ دنیا سے چلا گیا ہے، لیکن تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی ہے، اس لیے خدا سے ڈرنا اور بیوی کے نزدیک مت جانا"۔

یہ سن کر حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! آپؑ کے سارے فیصلے حیرت انگیز ہیں۔ یہ فیصلہ تو اور بھی تعجب خیز ہے۔ جس سے میں تو تذبذب میں پڑ گیا ہوں۔ تعجب ہے ایک شخص کے مرنے سے دوسرے شخص پر اُس کی بیوی کیسے حرام ہوگئی ہے؟

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر ابن خطاب! میں نے جو کچھ کہا: شریعت کے مطابق کہا ہے۔ یہ مرد عقبہ بن ابی عقبہ کا زرخرید غلام ہے اور اس غلام نے آزاد عورت سے عقد کیا ہوا ہے۔ یہ آزاد عورت جو اس غلام کی بیوی ہے وہ مرنے

والے کی رشتے دار ہے۔ اسے اس کی میراث میں سے کچھ حصّہ ملے گا۔ اس کی میراث میں یہ غلام بھی جو کہ اس آزاد عورت کا شوہر ہے، شامل ہے۔ جب اس مرحوم کا کچھ حصّہ اس غلام کی بیوی کی ملکیت میں چلا جائے گا تو یہ اپنی بیوی کا مملوک بن جائے گا اور مملوک اپنی مالکہ کا خاوند نہیں ہوسکتا۔ البتہ اس کی بیوی اسے آزاد کرے، اور آزادی کے بعد اس سے دوبارہ نکاح کرے تو ان کی ازدواجی زندگی شرعی نوعیت اختیار کرے گی ورنہ نہیں۔

حضرت عمر نے جب یہ فیصلہ سنا تو کہا: یا ابا الحسنؑ! ان امور کے لیے لوگوں کو آپ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔

کُل ایمان ہے علیؑ ناطقِ قرآں ہے علیؑ
ہر زمانے میں مشیت کا نگہباں ہے علیؑ
جس کا تاریخ میں ثانی کوئی پیدا نہ ہوا
پہلا اور آخری دنیا میں وہ انساں ہے علیؑ

ایک رات کی سہاگن کا مطالبہ

یہ واقعہ بھی مناقب میں درج کیا گیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں ایک عورت خلیفہ کے دربار میں آئی اور عرض کیا:

اے صاحبِ اختیار! اے خلیفۃ المسلمین! تمہاری ایک شادی شدہ اور جوان عورت کے بارے میں کیا رائے ہے کہ جس نے سہاگ کی پہلی رات اپنے شوہر کے ساتھ گزاری ہو اور صبح ہوتے ہی اس نے اپنے والدین سے دوسرے شوہر کا مطالبہ کیا ہو۔ کیا آپ اس عمل کو جائز سمجھتے ہیں؟

تمام حاضرین نے اس عورت کی بات کو جھٹلایا اور کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک

شوہر کے ہوتے ہوئے دوسرا شوہر اختیار کرے۔

امام المتقین جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا:

احضرني بعلك

''تم اپنے شوہر کو میرے سامنے حاضر کرو''۔

عورت اپنے شوہر کو لے کر دوبارہ حاضر ہوئی۔ جناب امیرؑ نے اس مرد کو حکم دیا کہ ابھی اپنی بیوی کو طلاق دو۔ اِس مرد نے کسی حیل و حجت کے بغیر اُسی لمحے جناب مولائے کائنات کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور اپنے حق میں کوئی دلیل پیش نہ کی۔

جناب امیر علیہ السلام نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ شخص نامرد ہے۔ اور اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو خود نامرد کیا ہوا ہے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے اس عورت کو عدت کے ایام گزارے بغیر دوسرے مرد کے نکاح میں دے دیا۔ (علی بن ابراہیم کی کتاب ''عجیب فیصلے'' میں اس فیصلے کو حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)

عورتوں میں شہوت کی زیادتی

شیخ اجل ابوالفتح تفسیر روض الجنان میں اِس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ چالیس عورتیں حضرت عمر ابن خطاب کے پاس آئیں اور پوچھا: اے خلیفہ! ہمیں ایک سوال کا جواب چاہیے۔

حضرت عمر نے کہا: کیا سوال ہے؟

کہا: شہوت مردوں میں زیادہ ہے یا عورتوں میں؟

حضرت عمر نے جواب دیا: شہوت کے دس حصے ہیں، ایک حصہ مردوں میں اور

148

MiS

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے جب حضرت عمر کا یہ فیصلہ سنا تو فرمایا: اے اباحفص! اس عورت کو سنگسار نہیں کرنا، بلکہ اس لڑکے پر حد جاری کی جائے۔

حضرت عمر نے کہا: اللہ مجھے ان لمحات میں زندہ نہ رکھے جس میں علیؑ نہ ہوں۔

خوف سے اسقاطِ حمل

شیخ مفید ارشاد میں اور علامہ مجلسی بحارالانوار، جلد نہم میں حدیث نقل کرتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب نے ایک عورت کو بلایا کہ اس کا شوہر اس کے سامنے بات کرنا چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب سپاہی اس عورت کو لینے کے لیے اس کے گھر پر پہنچے تو وہ خوف زدہ ہوگئی اور عالمِ خوف میں کانپتی ہوئی سپاہیوں کے ساتھ دربارِ خلیفہ کی طرف چلی۔ وہ حاملہ بھی تھی۔ ابھی چند ہی قدم چلی تھی کہ خوف کی وجہ سے اس پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ اُس کا حمل راستے ہی میں ساقط ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت عمر کو دی گئی تو حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کیا اور اس معاملے کے بارے میں مشورہ کیا۔ تمام لوگوں نے کہا: آپ پر کوئی جرم نہیں۔ آپ تو اچھائی اور اصلاح کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس معاملے میں آپ بے قصور ہیں۔

اس دوران مولائے کائنات علی علیہ السلام بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ لوگوں کے مشورے اور آرا کو خاموشی سے سن رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: یا اباالحسنؑ! آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے اباحفص! تو نے لوگوں کی باتیں سن لیں جو کچھ یہ کہہ چکے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اگر یہ تیری خوشامد کرتے ہوئے احکامِ خداوندی میں اپنی طرف سے رائے دیتے ہیں تو خدا کے نزدیک گناہگار ہیں اور اس

حاضر ہوا۔ جناب امیر علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟

حضرت عمر نے کہا: اے ابا الحسنؑ!

اَلنَّفسُ بِا النَّفسِ ـــــ ''قتل کا بدلہ قتل''۔

امیر علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ اِس کو قتل نہیں کرا چکے؟

حضرت عمر نے کہا: میں نے اسے قتل تو کرایا تھا مگر وہ زندہ رہا۔

امام المتقین علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا اب اسے دوبارہ قتل کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت عمر اس وقت خاموش رہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے مقتول کے باپ سے پوچھا: کیا تو نے اس شخص کو قتل نہیں کیا تھا؟

اس نے جواب دیا: یا امیرؑ! میں نے اسے قتل تو کر دیا تھا۔ اب آپؑ ہی فرمائیے کیا میرے بیٹے کا خون باطل ہو گیا ہے؟

جناب علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: نہیں، تمہارے بیٹے کا خون باطل نہیں ہوا ہے۔ مگر اب انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ تجھے اس شخص کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ تجھ سے پہلے اس کا قصاص لے جو تو اس پر تلوار کے دو وار کر چکا ہے۔

پھر اس کے بعد تو اس سے اپنے بیٹے کے قتل کا بدلہ لینا اور آگاہ رہ۔ اس کا قصاص جو تیرے اُوپر ہے وہ تیری موت ہے اور قصاص کا دینا بہت ضروری ہے۔ یہ سن کر وہ شخص حیرت زدہ ہو گیا۔ کہنے لگا: میں اپنے بیٹے کے خون سے درگزر کرتا ہوں۔

پھر ان کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا۔ اُنھوں نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا۔

جب حضرت عمر نے یہ فیصلہ سنا تو اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیے اور کہا:

اَلحَمدُ لِلّٰہِ اَنتُم اَھلُ بَیتِ الرَّحمَۃِ یَا اَبَا الحَسَنِ ثُمَّ قَالَ

"شکر ہے خدا کا اے علیؑ! آپ اہلِ بیتؑ رحمت ہیں اور پھر کہا:
اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔

حدیث رسولِ مقبول سردارِ دو عالمؐ ہے:

"علیؑ! مسلمانوں کے سردار، متقین کے امام، روشن پیشانی والوں کو جنت تک لے جانے والے ہیں۔ علیؑ ہدایت کا علم ہیں، اولیائے خدا کے امام ہیں، نور ہیں، فرمانبردارانِ الٰہی کے لیے اور وہ کلمہ ہیں جسے خدا نے متقین پر لازم کیا ہے۔ یہی علیؑ صدیق اکبر ہیں، اس اُمت کے فاروق ہیں، مومنین کے سردار ہیں۔ یہ بمنزلہ فرقانِ عظیم اور ذکرِ عظیم کے ہیں۔ علیؑ رسولؐ کے لیے ایسے ہیں جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھے"۔

مجوس اہلِ کتاب

محمد بن شہرآشوب مناقب میں ابن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب اسفندیار کے لشکر کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو حضرت عمر نے کہا: یہ لوگ نہ یہودی ہیں اور نہ ہی نصرانی اور نہ ہی یہ اہلِ کتاب ہیں اس لیے یہ مجوسی ہیں۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ بھی اہلِ کتاب تھے لیکن وہ کتاب آسمان کی طرف اُٹھالی گئی ہے۔

حضرت عمر نے کہا: یا اباالحسنؑ! مجوسیوں کی کتاب کا آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کا کیا سبب تھا؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اس کی وجہ یہ تھی کہ اِس قوم کے بادشاہ نے نشے کی حالت میں اپنی بیٹی سے زنا کیا تھا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ بہن کے ساتھ بدفعلی

کی تھی۔ جب اس کا نشہ رفو ہوا تو اس نے کہا: اب اس سے بری ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

اراکینِ سلطنت نے مشورہ دیا کہ ساری مملکت میں یہ اعلان کرا دو کہ بادشاہ کے نزدیک یہ عمل جائز ہے۔ اس نے اراکینِ سلطنت کے مشورے پر تمام عالمِ دین اور معزز بزرگوں کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ میرے نزدیک یہ فعل حلال ہے اور جائز ہے۔ تم لوگ بھی اسے جائز سمجھ کر میری پیروی کرو۔

لوگوں نے اُس کی بات جھٹلاتے ہوئے کہا: جو بات تمہارے نزدیک حلال اور جائز ہے وہ ہماری شریعت میں فعلِ حرام ہے۔ لوگوں نے اس کا فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ غصے میں آ گیا۔ اس نے عالمِ برہمی میں حکم دیا کہ چند گڑھے کھودے جائیں اور ان میں خوب آگ بھڑکائی جائے، اور جس عمل کو یہ حرام کہہ رہے ہیں ان لوگوں کے سامنے کیا جائے۔ جو شخص انکار کرے اس کو اس بھڑکتی ہوئی آگ کے اس گڑھے میں ڈال دیا جائے اور جو قبول کرے اس کو چھوڑ دیا جائے۔

اس رسمِ بد کے رائج ہونے کی وجہ سے کتابِ خدا ان کے درمیان سے اُٹھ گئی۔

ایک بچے کے دو دعوے دار

شیخ مفیدؒ ارشاد میں روایت نقل کرتے ہیں: حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں دو عورتوں نے ایک بچے کے بارے میں دعویٰ کیا۔ ہر ایک یہی دعویٰ کرتی تھی کہ یہ بچہ میرا ہے۔ اس تنازعہ کا فیصلہ جب حضرت عمر کو مشکل نظر آیا تو اس نے جناب امیر علیہ السلام سے رجوع کیا۔

جناب سید الصادقین علی علیہ السلام نے ان دونوں عورتوں کو بلایا، اور انھیں سمجھایا اور نصیحت فرمائی لیکن ان دونوں پر آپ کی پند و نصائح کا کچھ اثر نہ ہوا۔ تب جناب امیر علیہ السلام نے حکم فرمایا: ایک آری لائی جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یا اباالحسنؑ! آری کس کام کے لیے چاہیے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: بچے کے دو حصّے کرتا ہوں، ایک ایک حصّہ ان دونوں کو دے دوں گا۔

آپؑ کا یہ فیصلہ سن کر ایک عورت یکدم چیخ اُٹھی۔ رحم اے رحیم ابن رحیم اے کریم ابن کریم! یا اباالحسنؑ! اگر آپؑ اس ناچار بچے کے دو حصّے کرنا چاہتے ہیں تو میں اپنا حصّہ اِس عورت کو بخش دیتی ہوں۔ خدا کے لیے اس کے دو حصّے نہ کریں۔ بے شک یہ بچہ آپؑ اسے ہی دے دیں۔ میں اپنا دعویٰ واپس لیتی ہوں۔ یہ زندہ تو رہے گا۔ مجھے اس کے ٹکڑے نہیں کرانے ہیں۔ وہ فریاد کرتی رہی، جب کہ دوسری عورت خاموش بیٹھی تھی۔

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر۔ یہ بچہ تیرا ہی ہے۔ اگر اس عورت کا ہوتا تو وہ بھی تیری طرح فریاد کرتی، یوں خاموش نہ بیٹھتی۔

دوسری عورت نے اقرار کیا کہ یا امیرؑ! آپؑ نے سچ فرمایا: یہ بچہ حقیقت میں اسی کا بیٹا ہے یہ میرا بچہ نہیں ہے۔

اس وقت حضرت عمر اس فیصلے سے بہت خوش ہوئے اور اکثر اوقات اس فیصلے کو یاد کرتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے لیے دعائے خیر کرتے تھے۔

مناقب میں بھی اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے لیکن اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ فیصلہ سلیمانؑ بن داؤدؑ کا تھا، جو اُنھوں نے اپنے بچپن میں کیا تھا۔

علیؑ خلاصۂ آلِ عبا علیؑ اعلیٰ
علیؑ چراغِ ہدایت علیؑ امامِ ہدیٰ
علیؑ ولی خدا پیشوا خدا کی رضا
مثالِ ختمِ رسلؐ خلق کے علیؑ مولا

مریضِ دردِ معاصی کے ہیں طبیب علیؑ
نبیؐ کے بعد ہیں اللہ کے حبیب علیؑ

پرنالے پر بیٹھا بچہ

علامہ مجلسی بحارالانوار میں روایت کرتے ہیں کہ ایک چھ ماہ کا بچہ رینگتا ہوا سینے کے بل پرنالے کے سرے پر جا بیٹھا۔ بچے کی ماں اُسے دیکھ کر سخت پریشان ہوئی۔ وہ دوڑتی ہوئی چھت پر گئی مگر وہ پرنالے کے سرے پر نہ پہنچ سکتی تھی۔ جب اُس نے خود کو بے بس پایا تو لوگوں کو مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیا۔ اُس کی فریاد سن کر تمام پڑوسی مرد اور عورتیں اُس کے گھر میں اکٹھے ہو گئے۔

لوگوں نے کہا کہ سیڑھی لگائی جائے تا کہ بچے کو بحفاظت چھت سے اُتار لیا جائے۔ سیڑھی نصب کی گئی لیکن دیوار کی بلندی اور پرنالے کی لمبائی بہت زیادہ تھی۔ اتفاق سے حضرت عمر کا اُس گلی سے گزر ہوا۔ وہ بھی لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اس گھر پر رُک گئے۔ جب لوگوں نے حضرت عمر کو اپنے درمیان دیکھا تو کہنے لگے: اے خلیفۂ رسولؐ! آپ کوئی تدبیر بتائیے کہ ہم اس بچے کو کیسے بچائیں۔

حضرت عمر نے لوگوں کی پریشانی کو دیکھا اور کہا: اس مشکل کے حل کے لیے سوائے جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ کے کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ جلدی جاؤ اور جناب امیرؑ کو تلاش کر کے لے آؤ۔

لوگ پریشانی کے عالم میں جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، اور تمام واقعہ عرض کیا: مولائے کائناتؑ اس گھر پر تشریف لائے، آپؑ کو دیکھ کر بچے کی ماں نالہ و فریاد کرنے لگی۔

آپؑ نے بچے کی طرف نگاہ کی، اور کچھ کلام فرمایا۔ پھر فرمایا: اس کا ہم عمر کوئی بچہ چھت پر بھیجو۔ جب دوسرا بچہ چھت پر پہنچا تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی اپنی

زبان میں ایک دوسرے سے کلام کرنے لگے۔ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ بچہ پرنالے کے سرے سے واپس چھت کی جانب چلنے لگا ہے۔ جیسے ہی وہ چھت پر آیا، ماں نے لپک کر اُس کو اُٹھالیا۔

لوگ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے کیونکہ اُنھوں نے ایسا واقعہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ لوگوں نے جناب امیرؑ سے سوال کیا: یا امیرؑ! کیا آپؑ ان بچوں کی زبان سمجھ رہے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں میں ان کی زبان سمجھ رہا تھا۔ اس بچے نے جب مجھے دیکھا تو اس نے یاامیرالمومنینؑ کہہ کر مجھ پر سلام کیا اور میں نے اِس کے سلام کا جواب دیا۔ جب میں نے دوسرے بچے کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور وہ بچہ حاضر ہوا تو میں اس بچے سے مخاطب ہوا اور اُسے کہا: اپنے بھائی سے نیچے اُترنے کے لیے کہو۔

دوسرے بچے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: اے پیارے بھائی! نیچے اُترو۔ اپنی ماں کے دل کو داغدار نہ کرو۔ دیکھو تمہاری ماں کتنی بے چین اور پریشان ہے۔ وہ تمہارا صدمہ نہ سہہ سکے گی۔

پرنالے کے سرے پر بیٹھے ہوئے بچے نے کہا: اے بھائی! مجھے چھوڑ دو۔ میں بڑا ہو کر بالغ ہو جاؤں اور شیطان مجھ پر غالب آجائے اور نافرمان بن جانے سے بہتر ہے کہ اس دنیائے لہو ولعب سے چلا جاؤں۔

دوسرا بچہ کہنے لگا: بھائی ایسی موت سے باز آجاؤ، اپنی ماں اور خاندان کا دل نہ دکھاؤ۔ بھائی تو یہ کیوں نہیں سوچتا کہ تو بڑا ہوگا اور خدا تجھ سے کوئی بہترین کام لینا چاہتا ہوگا۔ یا ہوسکتا ہے کہ تیری صلب سے خدا تجھے ایسا فرزند ارجمند عطا کرے جو خدا، رسولؐ اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو دوست رکھ[illegible] واپس چھت کی طرف اُترنے لگا۔

ماں ہونے کا اعتراف

اس روایت کو صاحب مناقب اور شیخ طوسی نے تہذیب میں، اور ابن قیم حنبلی نے بھی کتاب سیاست شرعیہ میں نقل کیا ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار، جلد نہم میں واقدی سے جابر بن عبداللہ اور سلمان فارسیؓ سے نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ علی بن ابراہیم نے کتاب عجائب احکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ شیخ کلینی نے کچھ تبدیلی کے ساتھ اُصولِ کافی میں اور عاصم بن حمزہ سلولی سے نقل کرتے ہیں لیکن یہاں ہم صرف اس واقعہ کا خلاصہ بیان کریں گے۔

عاصم بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے مدینے کی گلیوں میں ایک جوان کو دیکھا، جو رو رہا تھا اور کہتا تھا:

یَا اَحکَمَ الْحَاکِمِیْنَ اُحکُم بَیْنِی وَبَیْنَ اُمِّی

”اے احکم الحاکمین! میرے اور میری ماں کے درمیان فیصلہ فرما“۔

حضرت عمر نے جب اس نوجوان کی فریاد سنی تو کہا: اے جوان! تو اپنی ماں سے نفرت کا اظہار کیوں کر رہا ہے؟

جوان نے کہا: اے خلیفہ! کیا عرض کروں، میری ماں نے مجھے نو ماہ اپنے شکم میں رکھا اور دو سال تک مجھے دودھ پلایا۔ اب میں پرورش پا کر جوان ہو گیا ہوں۔ اچھے بُرے کی تمیز بھی کر سکتا ہوں۔ اپنے بیگانے سب کی مجھے پہچان ہے لیکن میری ماں مجھے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ وہ بالکل میرے وجود سے انجان بن گئی ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اب تمہاری ماں ہے کہاں؟

جوان نے جواب دیا: سقیفہ بنی فلاں میں۔

حضرت عمر نے حکم دیا: اس جوان کی ماں کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ سپاہی حکم پاتے ہی گئے اور اس عورت کو اس کے چار بھائیوں سمیت حاضر کر دیا اور اس

کے ساتھ چالیس گواہ بھی حاضر ہو گئے۔ ان سب نے گواہی دی کہ اس عورت کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ یہ عورت تو نہایت پارسا اور پاک دامن ہے اور ابھی تک کنواری ہے۔ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ لڑکا جھوٹا ہے۔ اس کا دعویٰ قابلِ مذمت ہے۔ یہ صرف اس پاکیزہ عورت کو ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے۔

حضرت عمر نے اس نوجوان لڑکے کی طرف رُخ کیا اور کہا: اے جوان! ان کا بیان تو سن چکا ہے، اب بتا تو اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچا ہے؟

جوان نے کہا: واللہ یا امیرالمومنینؓ! یہ میری ماں ہے۔ اس نے نو ماہ مجھے اپنے شکم میں رکھا ہے اور دو سال دودھ پلایا ہے اور اب یہ انکاری ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔

حضرت عمر نے عورت سے مخاطب ہو کر کہا: اے کنیزِ خدا! جو اس جوان کا دعویٰ ہے تو سن رہی ہے۔

عورت نے کہا: یا حضرت! مجھے خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی قسم! میں تو اس لڑکے کو جانتی تک نہیں کہ یہ ہے کون؟

یہ جھوٹا، مکار اور دغاباز ہے۔ یہ مجھے میرے خاندان میں ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے۔ میں خاندانِ قریش کی ایک شریف بیٹی ہوں۔ میں تو ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں، مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے۔

حضرت عمر نے کہا: کیا تو اس بارے میں گواہ بھی رکھتی ہے؟

عورت نے کہا: یہ چالیس لوگ سب کے سب میرے گواہ ہیں۔ اس نے ان سب لوگوں کو بطور گواہ پیش کیا جنھوں نے اس کی پاک دامنی کی گواہی دی تھی اور کہا: یہ لڑکا جھوٹا ہے۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس جوان کو زندان میں ڈال دیا جائے۔ تب تک

گواہوں کی صداقت بھی ثابت ہو جائے گی۔

سپاہی اس جوان کے ہاتھ باندھ کر زندان کی طرف جا رہے تھے کہ سید الاولیاء امام الاتقیاء امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔

جوان فریاد کرنے لگا: یا ابن عم رسولؐ اللہ! میری فریاد سنئے، میں مظلوم جوان ہوں۔

حضرت عمر نے مجھے زندان میں قید رکھنے کا حکم سنایا ہے۔

جب جناب امیرؑ نے اس جوان کی فریاد سنی تو حکم دیا کہ اس جوان کو واپس لے کر جاؤ۔ جب سپاہی اُس کو واپس حضرت عمر کے پاس لے کر آئے، تو حضرت عمر نے پوچھا: اس کو واپس کیوں لے کر آئے ہو۔ جب کہ میں نے اسے زندان میں ڈالنے کا حکم دیا تھا۔

سپاہیوں نے کہا: ہم جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حکم سے واپس ہوئے ہیں، کیونکہ یہ آپ کا ہی حکم ہے کہ کبھی علیؑ کی مخالفت نہ کرنا۔

اسی لمحے جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام تشریف لے آئے، اور فرمایا: اس جوان کی ماں کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ جب وہ عورت حاضر ہوئی تو آپؑ نے اِس سے فرمایا: تم اپنے بارے میں کیا کہتی ہو؟

اس عورت نے پہلے والا بیان دُہرایا۔ آپؑ نے پھر اس جوان سے پوچھا کہ تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ اُس نے بھی اپنے پہلے کلمات جوں کے توں دہرائے۔ ان دونوں کے بیانات سننے کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے حضرت عمر کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا: کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں ان کے درمیان فیصلہ کر دوں؟

حضرت عمر نے کہا: سبحان اللہ! یا ابا الحسن علیہ السلام!

آپ اجازت کیوں طلب فرما رہے ہیں۔ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ

آپؑ نے فرمایا:

اَعْلَمُکُم عَلِیُّ بنُ اَبِی طَالِبٌ

"تم میں سب سے بڑا عالم علی بن ابی طالبؑ ہے"۔

پھر آپؑ نے عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تیرا کوئی گواہ ہے؟

عورت نے کہا: جی ہاں یہ سب لوگ میرے گواہ ہیں۔ ان چالیس افراد نے عورت کے حق میں گواہی دی۔

گواہوں کے بیانات سننے کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: آج میں تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کروں گا جس سے خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

اس وقت امیر علیہ السلام نے عورت سے فرمایا: تیرا ولی کون ہے؟

عورت نے کہا: میرے بھائی ہیں۔

مولائے کائناتؑ نے اس کے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم راضی ہو گے کہ میرا فیصلہ تمہارے اور تمہاری بہن کے حق میں ہو؟

وہ بولے: یا امیرؑ! ہم آپ کے فیصلہ پر راضی ہوں گے۔

ابن القیمؒ روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس جوان سے فرمایا: کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ میں بحیثیت تیرا باپ اور حسن وحسین علیہما السلام تمہارے بھائی ہوں۔

نوجوان نے کہا: یا امیرؑ! یہ مجھے قبول ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! میں رب العزت کو گواہ بناتا ہوں اور حاضرین سے گواہی مانگتا ہوں کہ میں چار سو درہم حق مہر مقرر کرتے ہوئے اس عورت کو اس جوان کے نکاح میں دیتا ہوں، اور مہر کی رقم اپنے مال سے خود ادا کرتا ہوں۔

اے قنبرؓ! جلدی جاؤ اور درہم لے کر آؤ۔

جنابِ قنبرؓ نے درہم حاضر کر دیئے۔ آپؑ نے قنبرؓ سے فرمایا: درہم اِس جوان کے دامن میں ڈال دو۔ پھر آپؑ نے نوجوان سے فرمایا: اب یہ درہم تو اپنی بیوی کے دامن میں ڈال دے اور اِس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے جا، اور میرے پاس غسلِ جنابت کر کے آنا۔

جب عورت نے یہ کلمات سنے تو اچانک فریاد کرنے لگی:

اَلْاَمَان اَلْاَمَان یَابنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰه

''میں نہیں چاہتی کہ میں آگ میں جلوں، خدا کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے''۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے پہلے کیوں نہیں اقرار کیا؟

عورت نے کہا: یا ابن عمِ رسولؐ! میں قصوروار نہیں ہوں، کیونکہ میرا عقد انتہائی نالائق اور کمینے شخص سے کیا گیا اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا، اِس کی پیدائش کے فوراً بعد ہی میرا شوہر مر گیا۔ جب یہ حدِ بلوغ کو پہنچی تو میرے بھائیوں اور لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اِس کی فرزندی سے انکار کر دو تو میں نے اپنے بھائیوں کے خوف کی وجہ سے اِسے اپنے سے الگ کر دیا، اور اِسے اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔

خدا کی قسم، یا امیرؑ! یہ میرا بیٹا ہے اور میرا دل اس کے لیے بے چین اور غم زدہ ہے۔ عورت روتے ہوئے آگے بڑھی اور اپنے بیٹے کا ہاتھ تھام کر اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ حق اور سچ کا فیصلہ پا کر حضرت عمر کی آواز بلند ہوئی:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرَ

''اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔

میراث کی لالچی

یہ قضیہ بھی سابقہ قضیے کی مثل ہے، جسے مُلّا باقر مجلسی بحارالانوار، جلد نہم میں اپنی

سند کے ساتھ واقدی سے نقل کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو جابرؓ اور سلمان فارسیؓ نے بھی نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک غلام حضرت عمر کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میری ماں مجھے بیٹا ماننے سے انکار کرتی ہے اور میرے باپ کی وراثت پر قابض ہو گئی ہے۔ آج میں لاوارث اور انتہائی محتاج ہوں۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کی ماں کو حاضر کیا جائے۔ وہ حاضر ہوئی تو خلیفہ نے کہا: تو اپنے بیٹے کو اپنا بیٹا ماننے سے کیوں انکار کر رہی ہو؟

عورت نے کہا: یا حضرت! یہ لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔ میں تو باکرہ ہوں۔ میں نے ابھی تک شوہر دیکھا تک نہیں۔

حضرت عمر نے کہا: کیا تو اس بات پر گواہ رکھتی ہے؟

عورت نے کہا: ہاں میرے گواہ بھی ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: اپنے گواہوں کو پیش کرو۔

عورت اپنے محلے میں گئی اور اپنی ہم خیال ہمسایہ عورتوں میں سے ہر ایک کو دس دینار دیئے تاکہ وہ گواہی دیں کہ وہ باکرہ ہے۔

جب یہ عورتیں حضرت عمر کے سامنے پیش ہوئیں، اور گواہی دی کہ یہ عورت باکرہ ہے اور ابھی تک اس کی شادی ہی نہیں ہوئی ہے۔

غلام نے کہا: خدا کی قسم یہ جھوٹ کہتی ہیں۔

سعد بن مالک مزنی میرا باپ ہے۔ قحط کے سال میں پیدا ہوا ہوں اور گوسفند کے دودھ سے میری پرورش کی گئی ہے، حتیٰ کہ میں جوان ہو گیا۔ میرا باپ سفر پر گیا تو ایک مدت تک واپس نہ لوٹا۔ میں نے اپنے باپ کے ہم سفر دوستوں سے اِن کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ مر چکا ہے۔ جب میری ماں کو اِس کی موت کی خبر ہوئی تو اس نے تمام وراثت کو اپنے قبضے میں لے لیا اور مجھ سے بھی قطع تعلق کر لیا

اور کہا کہ تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ میں آج تنہا، فقر و محتاجی میں در بدر ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: تمہارے دعویٰ کا فیصلہ بہت مشکل ہے۔ اسے تو نبیؐ یا نبیؐ کے وصی جناب علی ابن ابی طالبؑ ہی حل کر سکتے ہیں۔ اُٹھو ہم علیؑ کے گھر چلتے ہیں۔

جب سب مولائے کائنات کے درِ انور کی طرف روانہ ہوئے تو غلام بلند آواز سے صدا لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا:

این منزل کاشف الکروب این منزل خلیفه هذه الامة حقًا

"کاشف الکروب کا گھر کہاں ہے؟ اس اُمت کے خلیفہ کا گھر کہاں ہے؟"

جب لوگ علم کے درِ جناب امیر علیہ السلام کے گھر پہنچے تو اُنھوں نے تمام واقعہ سنایا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تم سب مسجد نبویؐ میں چلو، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ آپؑ نے جنابِ قنبرؓ کو حکم دیا کہ جاؤ، اس جوان کی ماں کو بلا لاؤ۔ جب اسے حاضر کیا گیا تو امیر علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور اس عورت سے فرمایا:

تو کیوں اپنے بیٹے کا انکار کرتی ہے؟

عورت نے کہا: یا ابا الحسنؑ! یہ میرا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ میں تو باکرہ ہوں۔ مجھے تو کسی بشر نے مس بھی نہیں کیا۔ پھر یہ میرا بیٹا کہاں سے آ گیا؟

مولائے المومنینؑ نے فرمایا: زیادہ باتیں نہ بناؤ، تو جانتی ہے میں کون ہوں۔

انا ابن بدر التمام انا مصباح الظلام

"میں تو دلوں کے بھید جانتا ہوں، میں تیرے ارادوں سے

واقف ہوں"۔

عورت کہنے لگی: اے اباالحسنؑ! اگر آپؑ میری بات پر یقین نہیں رکھتے ہیں تو کسی قابل عورت کو بلالیں تا کہ وہ میرا معائنہ کرے، اُسی وقت قابلہ عورت کو بلایا گیا۔ جب معائنہ کے لیے عورت کو لے جایا گیا تو اس نے خاص سونے سے بنا ہوا کنگن اپنے بازو سے اُتار کر اِس قابلہ عورت کو بطورِ رشوت دیا، تا کہ وہ اس کے حق میں جھوٹی گواہی پیش کرے کہ وہ کنواری ہے۔

جب وہ قابلہ عورت جنابِ امیرؑ کی خدمت میں آئی تو عرض کیا: یا اباالحسنؑ! یہ عورت باکرہ ہے، اِسے تو کسی مرد نے نہیں چھوا ہے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا:

كَذَبَتِ اَيَّتُهَا الْعَجُوْزُ "بڑھی تو جھوٹ کہتی ہے"۔

پھر قنبرؓ کو حکم دیا کہ اس بڑھیا کی تلاشی لو۔ جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کی بغل سے سونے کا کنگن برآمد ہوا۔ لوگوں میں تکبیر کی آواز بلند ہوئی اور ان کے درمیان ایک شور اُٹھا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میں علومِ نبویؐ کا خزانہ دار ہوں"۔ پھر اُس عورت کو حاضر کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے بی بی! میں اباالحسنؑ ہوں۔ میں قاضی دین رسولؐ ہوں۔ میں خلیفۃ الرسول ہوں۔ میں خاتم الوصیین اور خیرالوصیین ہوں۔ میں وارثِ مسندِ رسالت ہوں۔ میں تیری اِس جوان سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بہتر ہے کہ میرے فیصلہ کو قبول کر اور اسے اپنا شوہر بنا لے۔

عورت پریشان ہوگئی کہ یہ فیصلہ تھا امام الاولیاء کا۔ کچھ دیر خاموش سر جھکائے کھڑی رہی، پھر بولی: یا اباالحسنؑ! شریعتِ رسولؐ تو اس بات سے مانع ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کس لیے اور کیونکر؟

عورت نے کہا: کیا آپؑ مجھے میرے بیٹے کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں؟

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

''اے عورت! تو نے پہلے اقرار کیوں نہیں کیا؟''

عورت نے عرض کیا: یا امیرؑ! میں لالچی ہوگئی تھی۔ میں نے میراث کے لالچ میں ایسا کیا تا کہ میں تنہا اس وراثت کی وارث بن جاؤں۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: اب تو بارگاہِ الٰہیا! میں توبہ کر۔ پھر آپؑ نے ان دونوں کے درمیان صلح کرا دی اور بیٹے کو ماں کے حوالے کر دیا۔

سیدالاولیاء و امام الاتقیاء امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

''دیکھو اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے قریبی عزیز و اقارب کو فقر و فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے دُور کرنے سے پہلوتہی نہ کرے، جس کے روکنے سے کچھ بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے تو اس کا تو ہاتھ رُکتا ہے لیکن وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اس کی مدد سے رُک جاتے ہیں۔ جو شخص نرم خو ہو وہ اپنی قومی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے''۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳، ترجمہ حضرت علامہ مفتی جعفر حسین علی اللہ مقامہ)

بوڑھے مرد کا بچہ

علامہ کبیر سید محسن عاملی کتاب عجائب احکام میں محمد بن فضیل سے اور اُس نے ابی صباح کنانی سے اور اس نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

ایک عورت کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا جس نے ایک بوڑھے مرد سے شادی کی تھی۔ سہاگ رات ہی بوڑھا مرد حالتِ جماع میں عورت کے شکم پر مر گیا۔ اس کی منی انزال کے ساتھ باہر آ گئی۔ وہ عورت اس سے حاملہ ہو گئی۔ نو ماہ بعد اُس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔

اس بوڑھے مرد کی پہلی بیوی سے بھی اولاد تھی۔ بوڑھے کے بیٹے اس بچے کو حضرت عمر کے پاس لے آئے اور کہا کہ اس عورت نے یہ بچہ زنا سے جنا ہے اور معاملے کی گواہی بھی پیش کر دی۔

حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے۔ اتنے میں جناب امیر علی علیہ السلام تشریف لے آئے۔ فرمایا: کیا معاملہ ہے؟

حضرت عمر نے تمام معاملہ جناب امیرؑ کو بیان کیا

جناب امیر علی علیہ السلام نے عورت کے گواہوں سے فرمایا: کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ بوڑھے نے کب اس سے شادی کی تھی اور کس دن وہ اس مرد کے پاس آئی اور کتنی مرتبہ وہ اس سے ہم بستر ہوا۔

اُنھوں نے کہا: وہ ایک ہی رات اس سے ہم بستر ہوا اور حالتِ جماع میں ہی وفات پا گیا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اب اس عورت کو چھوڑ دو، اور کل صبح اس کو حاضر کرنا۔ جب دوسری صبح وہ عورت حاضر ہوئی تو اس کا بیٹا بھی اس کے ہمراہ تھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اس بچے کی عمر کے چند بچے اور لائے جائیں۔ چنانچہ چند بچے اسی عمر کے لائے گئے، اور بچوں کو آپس میں کھیلنے کودنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ تمام بچے آپس میں کھیل کود میں مشغول ہو گئے۔

جب وہ کھیل میں مشغول تھے تو اچانک جناب امیرؑ نے انھیں بیٹھ جانے کا حکم

دیا۔ سب بچے حکم پاتے ہی بیٹھ گئے۔ پھر آپؑ نے بچوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ بچے بڑی پھرتی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن عورت کا بیٹا دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر بڑی مشکل سے کھڑا ہوا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ یہ اس بوڑھے مرد کا ہی بیٹا ہے جو حالتِ جماع میں عورت کے شکم پر ہی دم توڑ گیا تھا۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے اسے اس کے باپ کی وراثت کا حق دار قرار دیا اور اس کے حصّہ کی وراثت اس کو دلائی اور جن لوگوں نے عورت پر زنا کا الزام لگایا تھا ان پر تہمت کی حد جاری کی۔

حضرت عمر نے فیصلہ سننے کے بعد کہا: اے ابا الحسنؑ! آپؑ نے یہ کیسے پہچانا کہ بچہ بوڑھے مرد کا ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: جب بچوں کو کھڑے ہونے کو کہا گیا تھا تو تمام بچے بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہوئے تھے سوائے اِس بچے کے، کہ جب وہ کھڑا ہوا تھا تو دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اُٹھا تھا۔ چنانچہ میں جان گیا کہ یہ بچہ اُسی بوڑھے باپ کا ہے۔

بند قدرت کا فیصلوں میں تھا سب سرمایہ
علم کے شہر کا دَر صرف علیؑ کو پایا
فیض دُنیا میں امامت کا ہوا ہے جاری
رہنمائی کے لیے ہادی برحق آیا

عجیب الخلقت بچہ

سیوطی جمع الجوامع میں سید بن جبیر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک عورت کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ اس عورت نے ایسا بچہ جنا کہ جس کے دو پیٹ، دو سر، چار ہاتھ اور دو شرم گاہیں ہیں۔ یہ سب کچھ اِس عجیب الخلقت بچے کے اُوپر والے حصّے

پر تھا، لیکن نچلا حصّہ دو ٹانگوں اور دو پاؤں پر ہی مشتمل تھا۔ لوگ اس بچّے کو دیکھ کر طرح طرح کے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔

عورت کو اس بچّے کے ساتھ حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ عورت نے دعویٰ کیا تھا کہ اس عجیب الخلقت بچّے کو باپ کی میراث دلائی جائے۔ اِس وقت حضرت عمر نے تمام اصحابِ رسول کو جمع کیا اور اُن سے مشورہ کیا۔ لیکن کسی نے بھی مناسب مشورہ نہ دیا۔ جب یہ تمام واقعہ مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دی گئی ہے۔ یہ ایک عجیب کہانی ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اس عورت کو ابھی اس کے بچّے کے ساتھ پابند رکھا جائے اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے اور ان کے لیے ایک خادم مقرر کیا جائے جو ان کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر سکے۔

کچھ ہی عرصہ بعد اس عجیب الخلقت بچّے کی ماں اِس دنیا سے رخصت ہو گئی اور وہ بچّہ بھی بڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔

امام المتقین علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک نامرد (ہیجڑا) اس کی خدمت کے لیے مقرر کیا جائے۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ اس عجیب الخلقت انسان کے ایک حصّے نے شادی کا مطالبہ کر دیا۔ اس بات کی خبر حضرت عمر کو دی گئی تو حضرت عمر نے جناب مولائے کائناتؑ سے اس کا تذکرہ کیا اور سوال کیا کہ اس معاملے میں اب کیا کیا جائے؟ ان میں سے ایک حصّہ جس بات کی خواہش کرتا ہے تو دوسرا حصّہ اس سے اُلٹ چلتا ہے۔ اب بدن کا ایک حصّہ نکاح کا خواہش مند ہے۔

مولائے خیر الوصیین علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر!
اللہ حلیم و بزرگ ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے بھائی کے سامنے اپنی بیوی سے جماع کرے۔ میں تم کو آگاہ کر رہا ہوں کہ اس عجیب الخلق کی خواہشِ نکاح اس کی

موت کی علامت ہے۔اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ چند ہی روز میں مر جائے گا۔

مولائے کائناتؑ کے فرمان کے مطابق تین دن بعد وہ مر گیا۔ جب بدن کے ایک حصہ کی موت واقع ہوئی تو اس کی خبر حضرت عمر کو دی گئی۔ لوگوں نے حضرت عمر کو مشورہ دیا کہ اس کے مُردہ حصّے کو تلوار سے جدا کر دیا جائے۔

حضرت عمر نے کہا: کیا عجیب مشورہ ہے کہ میں زندہ کو مُردہ کے لیے قتل کر دوں۔ زندہ بھی فریاد کر رہا تھا کہ مجھے قتل نہ کرنا، میں کلمہ گو ہوں۔ کتاب الٰہی کی تلاوت کرتا ہوں، مجھے قتل نہ کرنا۔

حضرت عمر نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ اس مسئلے کا حل بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: معاملہ بہت آسان ہے۔ مُردہ حصّے کو غسل و کفن دے کر اس کے حال پر چھوڑ دو، جس کے ساتھ لٹکا ہوا ہے وہ اُٹھائے رکھے۔ مُردہ حصّہ گل سڑ جائے گا، جیفہ ہو جائے گا۔ اس کو کاٹ کر زندہ حصّے سے الگ کر دیا جائے گا اور زندہ کو تکلیف نہیں ہو گی اور تین دن بعد یہ بھی مر جائے گا۔

جس طرح جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے حکم دیا تھا، اُسی طرح عمل کیا گیا۔ جس طرح آپؑ نے خبر دی تھی تمام واقعہ اسی طرح سے ہوا اور وہ عجیب الخلقت انسان اپنے لٹکے ہوئے جیفہ کی بدبو سے تین دن بعد مر گیا۔

دو سروں والا آدمی

مناقب میں ابی علی الحداء نے اپنی سند سے ابی سلمہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ایک عجیب الخلق مرد کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ جس کے دو سر، دو منہ، چار آنکھیں اور دو شرم گاہیں تھیں۔ اس عجیب انسان کی ایک بہن بھی تھی۔ ان کا آپس میں میراث کا جھگڑا تھا کیونکہ یہ عجیب الخلق انسان میراث کے دو حصوں کا دعوے دار تھا۔

حضرت عمر اس معاملے میں پریشان ہوئے تو اصحاب سے مشورہ کیا۔ سب اس عجیب الخلقت انسان کو دیکھ کر حیران تھے اور اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی مناسب تدبیر نہ رکھتے تھے۔ حضرت عمر جناب امیر کائنات علی ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاملہ پیش کیا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ شخص سوئے تو اس کو دیکھو کہ اس کی چار آنکھیں اور دو منہ سب کے سب بند ہیں۔ اگر ایسا ہے تو سمجھ لو کہ یہ ایک ہی انسان کا جسم ہے۔ اگر اس کی دو آنکھیں بند اور دو کھلی ہیں تو اس کے دو بدن ہیں اور دو روح ہیں۔

دوسرا عمل یہ کرو کہ اس کو خوب کھلاؤ اور پانی پلاؤ۔ جب اسے پیشاب کی حاجت ہو تو دیکھو کہ دو مقامات سے بیک وقت پیشاب آرہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بدن ایک ہے۔ اور ایک مقام سے پیشاب آئے اور دوسرے سے نہ آئے تو پھر بدن دو ہیں۔ اور پھر یہ ایک نہیں دو شخص شمار ہوں گے۔

دو جڑواں بچے

کتاب مناقب میں ابی الحسن سے روایت ہے۔ خلیفۂ دوئم حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک عورت کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ دونوں کے جسم ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ ایک بچہ زندہ جب کہ دوسرا مُردہ تھا۔

یہ قصہ حضرت عمر کے سامنے بیان ہوا تو اُنھوں نے حکم دیا کہ تلوار سے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا جائے۔

جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کرنا انتہائی خطرناک ہے۔ آپ مُردہ بچے کے جسم کو دفن کر دیں اور زندہ بچے کو دودھ پلاتے رہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ چند ہی دن بعد زندہ بچہ مُردہ حصّے سے جدا ہو گیا، اور زندہ بچے کو کوئی تکلیف بھی ہوئی۔

یاعلیؑ! آپؑ کو جو نفسِ نبیؐ مانتے ہیں
کب کسی اور کو وہ حق کا ولی مانتے ہیں
جن کو بہلول کی دانائی نے بخشا ہے شعور
وہ تو جنت کو نجف ہی کی گلی مانتے ہیں

قالین کی تقسیم

محمد بن جریر طبری بیان کرتے ہیں کہ جنگِ مدائن میں سعد بن ابی وقاص سالارِ لشکر تھا۔ جب کسریٰ کے خزانے کو جمع کیا گیا تو ان میں ایک قالین بھی مدینے روانہ کیا گیا جس کی لمبائی و چوڑائی چھ ہاتھ تھی۔ (ایک ہاتھ تین گز کا ہوتا ہے یعنی اس قالین کی لمبائی و چوڑائی تقریباً ۱۸ گز تھی)۔ (بحوالہ احسن اللغات مترجم)

یہ قالین ایک خاص پیمائش کی مقدار پر بچھائی جاتی تھی۔ اس قالین پر بے حد خوبصورت نقش ونگار اور تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ایسے باغیچے، باغات، محلات، قلعے اور مکانات بنے ہوئے تھے جن کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی تھی۔ باغات، نہریں اور سبزہ، جن میں ایسی گل کاری کی گئی تھی کہ بنانے والے کی فنی مہارت کی داد دیئے بغیر نہ رہا جائے۔ اگر دن کو بچھایا جاتا تو اُس کی خوبصورتی، نقش ونگار کا ایک حُسن چاروں سو پھیل جاتا۔ اور اگر رات کو بچھایا جاتا تو جگمگاتے ہوئے چاند ستاروں کا گمان ہوتا اور ایسا اُجالا پھیل جاتا گویا بجلی کے ہزار چراغ روشن ہوگئے ہوں۔

جب اس حسین وجمیل اور بیش بہا قیمت اور نادر قالین کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا تو وہ منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دینے لگے، اور لوگوں سے اس کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ کچھ خوشامدی لوگوں نے کہا:

یا خلیفہ! یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے۔ کچھ نے کہا: یہ آپ کو اختیار ہے جیسا آپ چاہیں۔ اس وقت جناب سید الصادقینؑ، امام المتقینؑ جناب علی علیہ السلام

نے فرمایا:

یا ابا حفص لم تجعل علمك جهلًا ويقنيك تسكًا ليس لك من الدنيا ما اعطيت فامضيت ليست وابليت او اكلت فاخنت

''یعنی اے عمر! ابا حفص! اپنے آپ کو فریب اور دھوکا نہ دے۔ اس مسئلے کا حکم واضح وروشن ہے۔ اپنے علم کو جہالت میں تبدیل نہ کر۔ مت کہہ، کہ میں نہیں جانتا اور اپنے یقین کو شک میں تبدیل نہ کر۔ مال دنیا سے تیرا وہی کچھ ہے جو تجھے دیا گیا ہے۔ تو اسے اپنے تصرف میں لایا یا پرانا کیا، اس کو پہنا، یا پہنایا، اسے کھایا، یا کھلایا اور اسے تباہ کیا، تو نے بربادی کی''۔

حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! آپؑ نے سچ فرمایا۔

جناب امیر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس قالین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا، اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ اس قالین کا ایک ٹکڑا جناب امیرؑ کے حصہ میں بھی آیا۔ آپؑ نے اس ٹکڑے کو بیس ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ روضۃ الصفا کی روایت ہے کہ اس قالین کا ہر ایک ٹکڑا ہتھیلی کے سائز سے زیادہ نہ تھا۔

جناب صدوق اکمال الدین واتمام النعمۃ میں بسلسلۂ اسناد امام رضا علیہ السلام سے اور وہ اپنے آباؤ طاہرینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے دین پر قائم رہے، اور میرے بعد نجات کی کشتی پر سوار ہو، وہ علیؑ کی پیروی کرے، وہ میرے وصی اور میری اُمت میں میرے جانشین وخلیفہ ہیں۔ میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی۔

بیت المال سے حصہ لینے کے بارے میں حکم

کنز العمال، ص ۳۳۲ میں علی متقی نے طبقات ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر جب خلیفہ ہوئے تو کچھ عرصہ تک بیت المال میں سے کچھ بھی حاصل نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کے معاشی حالات بہت دگرگوں ہوگئے۔ چنانچہ اُنھوں نے صحابۂ رسولؐ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ بیت المال سے میں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے کس قدر خرچ کرسکتا ہوں؟ حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا:

اے ابا حفص! خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔ جس طرح آپ کی مرضی ہو۔ باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی مشورہ دیا۔

حضرت عمر نے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: آپ صبح وشام کا کھانا بیت المال سے لے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔

حضرت عمر نے مولائے کائناتؑ کے فرمان کو قابلِ عمل قرار دیا۔

قولِ مؤلف: ہم نے الکلمۃ القاصمۃ کی دوسری جلد میں اہلِ سنت کی کتابوں سے کئی ثبوت پیش کیے ہیں کہ مولا علی علیہ السلام کے اِس فرمان پر عمل نہیں کیا گیا تھا۔

حدیث رسولؐ خدا ہے:

من اراد ان یحیٰی حیاتی ویموت متیتی ویسکن جنۃ الخلد التی وعدنی ربی فلیقول علی ابن ابیؑ طالبؑ فانہ لن یخرجکم من ھدی ولن یدخلکم فی ضلالۃ

"جو شخص میری زندگی جینا اور میری موت مرنا اور سدا بہار باغ جنت میں جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے رہنا چاہتا ہو، وہ

علیؑ کو دوست رکھے، کیونکہ علیؑ تم کو راہِ ہدایت سے کبھی الگ نہ کریں گے اور گمراہی میں کبھی نہ ڈالیں گے"۔

ایمان وخودداری کی جانچ

اخطب خوارزمی نے کتاب مناقب کی فصل ہفتم، ص ۵۹ پر محمد بن خالد ضمی کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے لوگوں کے ایمان خودداری کے جانچنے کے لیے منبر پر یہ الفاظ کہے:

"لوگو! اگر میں اس علم ومعرفت کا انکار کر دوں جو اس وقت تمہارے پاس موجود ہے اور تمہیں ایسے اعمال بجالانے کا حکم دوں جو تمہیں ناپسند ہوں تو بتاؤ اِس صورت میں تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟"

پورا مجمع ان کی دہشت ورعب سے خاموش رہا مگر اسداللہ، سیف اللہ، نفسِ رسولؐ جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے پورے مجمع کے سکوت کو توڑتے ہوئے فرمایا:

"ہم تجھے توبہ کے لیے مجبور کریں گے"۔

حضرت عمر نے کہا: اگر بالفرض میں توبہ نہ کروں تو پھر آپؑ کا ردعمل کیا ہوگا؟

سیدالصادقین جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے فرمایا: "ہم تلوار سے آپ کی گردن جدا کردیں گے"۔

یہ جواب سن کر حضرت عمر نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے اُمت میں ایسے بہادر انسان پیدا کیے ہیں جو حکمرانوں کو من مانی کرنے سے روک سکتے ہیں۔

علیؑ شیرِ خدا مشکل کشاء ہیں
علیؑ بے آسروں کا آسرا ہیں
علیؑ پر فاش ہیں اسرارِ عالم
علیؑ حق ہیں حقیقت آشنا ہیں

علیؑ کے دم سے ملتی ہے ولایت
وہ ولیوں کے ولی ہیں باخدا ہیں

بیت المال کی جعلی مہر

فاضل معاصر شیخ محمد تقی شوشتری نے اپنی کتاب "قضاء امیرالمومنینؑ" کے ص ۵۷ سے فتوحات بلاذری سے نقل کیا ہے: حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں معن بن زائدہ نامی ایک شخص تھا۔ اُس نے ایک مہر بنوائی جس پر خلافت کا نقش تھا اور اسی مہر کے ذریعہ بیت المال کی رقم لوگوں سے وصول کی جاتی تھی اور یہی مہر رقم کی وصولی کی سند تھی۔

معن بن زائدہ نے اِسی مہر کے ذریعے سے لوگوں سے بہت سا مال وصول کیا۔ جب یہ بات حضرت عمر کے علم میں آئی، تو حضرت عمر نے بعد نمازِ فجر خطبہ دیا اور یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا۔

اس جعل ساز کے لیے لوگوں نے مختلف سزا دینے کے مشورے دیئے۔ کسی نے کہا: اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں، کسی نے کہا: اس کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے تاکہ دنیا عبرت پکڑے۔

اس وقت جناب ولی المسلمین علی علیہ السلام خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت عمر نے کہا: یا ابا الحسنؑ! آپؑ کی رائے کیا ہے؟

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس شخص نے جھوٹ بولا ہے، لہٰذا اسے جسمانی سزا دی جائے۔

چنانچہ اِس شخص کو بُری طرح مارا پیٹا گیا اور اس کے لیے یہی سزا کافی سمجھی گئی۔

قولِ مؤلف: یہ روایت مجمل ہے۔ معن بن زائدہ کوئی مشہور نام نہیں جو اِس عہد میں ہو۔ اور نہ ہی اس روایت کا کوئی مقصود واضح ہوتا ہے۔ البتہ حضرت عمر کے

عہد خلافت کے بعد کے زمانہ میں ایک نہایت شریف النفس اور سخی شخص کا نام معن بن زائدہ تھا۔

شوہر پر بہتان تراشی

ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو اُس کی زوجہ کے ہمراہ حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ شوہر نے اپنی بیوی کو زانیہ کہا۔ بیوی نے جواب دیا: تو مجھ سے بھی زیادہ بدکار ہے۔

حضرت عمر نے حکم دیا: ان دونوں کو تازیانے لگائے جائیں۔

اسی دوران امام المتقین جناب علی ابن ابی طالب علَیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اس معاملے میں جلدبازی نہ کرو کیونکہ یہ مرد بے گناہ ہے، اور اس کی عورت سزا کی مستحق ہے، اس کو دو سزائیں دی جائیں گی۔ ایک سزا تو اس کو اس جرم میں ملے گی کہ اس نے اپنے شوہر کی نسبت جھوٹ بولا ہے اور اس پر بہتان تراشی کی ہے۔ اور دوسری سزا اس لیے ہوگی کہ اس نے اپنے بدکردار ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس کے شوہر نے اسے زانیہ اور بدکار صحیح کہا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ میں تو زانیہ ہوں لیکن تو مجھ سے بھی زیادہ بدکار ہے۔ اس عورت نے اپنے نیک اطوار شوہر پر بہتان تراشی کی ہے اس لیے اس پر دو حد جاری ہوں گی۔

فریبی عورت

کتاب عجائب احکام امیر المومنینؑ میں مرقوم ہے کہ ایک عورت ایک انصاری مرد کے ساتھ پیش ہوئی۔ اس عورت نے اس مرد کا دامن پکڑا ہوا تھا۔ وہ اس انصاری مرد کے عشق میں مبتلا تھی۔ اور وہ کسی بھی طور پر اس کو اپنی زندگی سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے اس شخص کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنانے کے لیے ایک چال چلی۔ مرغی

کا ایک انڈا لیا اور اس کی سفیدی کو اپنے کپڑوں اور جسم کے مخصوص اعضاء پر لگا دیا اور حضرت عمر کے پاس آئی اور کہا:

اے بادشاہ! اس شخص نے فلاں مقام پر میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس بات کا ثبوت میرے کپڑوں اور جسم پر لگی ہوئی اس کی منی ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی گواہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے اُس کے کپڑوں اور جسم پر زیادتی کا ثبوت پاکر چاہا کہ اس انصاری مرد پر حد جاری کریں لیکن جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا:

رُکو اور اس معاملے میں جلدی نہ کرو۔ ہوسکتا ہے اس عورت نے فریب کیا ہو۔ اس بات کی تفتیش لازمی ہے۔ پھر آپؑ نے حکم دیا کہ گرم پانی منگواؤ۔ جب گرم پانی لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس گرم پانی کو اس کے کپڑے پر ڈالو، جب پانی ڈالا گیا تو انڈے کی سفیدی اکٹھی ہوگئی۔

فرمایا: اب اس کو مَسل دو۔ جب مسلا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ انڈے کی سفیدی تھی۔ جب عورت کا جھوٹ کھل کر سامنے آ گیا تو اِس عورت نے اپنے جرم کا خود ہی اعتراف کرلیا اور عرض کی: یا ابا الحسنؑ! یہ پاک دامن ہے، اس نے مجھ سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ حضرت عمر نے شریعت کے مطابق اس عورت پر مرد کو فریب سے پھانسے اور بہتان لگانے کے جرم میں حد جاری کی۔

حضرت عمر نے آپؑ کا فیصلہ سن کر کہا: یا علیؑ! آپؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔

قاتل بیوی

کتاب عجائب احکام امیر المومنینؑ میں "اعلام الموقنین" سے اس روایت کو نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو اِس کی زوجہ نے اپنے آشنا کے ساتھ مل کر قتل کر دیا اور جب اس واقعہ کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس کے فیصلے کے بارے سوچنے

گے۔ جنابِ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے جب حضرت عمر کو اس معاملے کی خدمت میں پریشان دیکھا تو فرمایا: اے ابو حفص! کیا سوچ رہے ہیں؟

حضرت عمر نے کہا: یا اباالحسنؑ! میں حیران ہوں کہ ان دونوں نے اس شخص کو کیسے قتل کردیا؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اگر چند لوگ مل جائیں اور ایک اُونٹ چرا لیں اور اسے مار ڈالیں۔ ایک چور اُونٹ کا ایک حصّہ اور دوسرا چور اُونٹ کا دوسرا حصّہ لے جائے تو اِس چوری کے عمل میں سب کے سب لوگ شریک ہوں گے جن کے سامنے یہ سارا معاملہ عمل میں آیا ہوگا اور ان تمام کے ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹے جائیں گے۔

آپؑ کے فرمان کے مطابق حضرت عمر نے عمل کیا اور اپنے گورنر کو خط لکھا کہ ان دونوں کو قتل کیا جائے۔

کافی اور تہذیب میں ابن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بعض احادیث میں وارد ہے کہ اس معاملہ میں مقتول کے ولی کو چاہیے کہ وہ دیت لے اور خون بہا وصول کرے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے۔

بچہ کیسے پیدا ہوا؟

مناقب میں حضرت جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی حاملہ بیوی کے ساتھ حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی حاملہ ہے جبکہ میں بحالتِ جماع انزال باہر کرتا ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ حاملہ ہو۔

اس وقت جناب امیر کائنات علی بن ابی طالبؑ بھی تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ بچہ تیرا اپنا ہی ہے۔ پھر فرمایا: کیا کبھی ایسا ہوا ہو کہ تو نے بوقتِ جماع باہر انزال کیا ہو اور پیشاب کرنے سے پہلے جماع کیا ہو؟

اس شخص نے کہا: ہاں ایسا ہوا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہے تو پھر یہ بچہ تیرا ہی ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ جس شخص کا انزال ہو اور وہ پیشاب نہ کرے تو پیشاب کی نالیاں منی سے خالی نہیں ہوتی ہیں اور جب پیشاب کیے بغیر دوبارہ جماع کرے تو ممکن ہے باقی ماندہ منی رحم میں چلی جائے اور عورت حاملہ ہو جائے اور ایسا عمل کرنے والے کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

لسانِ غیب ہیں قرآن کی زبان ہیں علیؑ
بہر طریق مشیت کے رازداں ہیں علیؑ

دیت حروف تہجی کے مطابق

فاضل معاصر شیخ محمد تقی نے کتاب قضاء امیر المومنینؑ میں ابن طاؤس سے یہ روایت ابن المبر زبانی کے مجموعہ سے نقل کی ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک نے دعویٰ کیا کہ میری زبان پر ضرب لگائی گئی ہے۔ جس سے میری زبان کا ایک ٹکڑا کٹ گیا ہے اور میں صحیح بات بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

حضرت عمر اس وقت کے فیصلہ کرنے میں پریشان ہوئے کہ اس کی دیت کیسے مقرر کی جائے۔ اس معاملے کو لے کر حضرت عمر جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا: حروف تہجی مثلاً ا، ب، ت، وغیرہ اٹھائیس حروف میں سے کتنے حرف وہ ادا نہیں کر سکتا۔ جتنے حروف وہ ادا نہ کر سکے، اس کے مطابق دیت ظلم کرنے والے سے وصول کی جائے۔ (گویا کہ دیت حروف تہجی کے مطابق حصوں میں تقسیم ہوگی)۔

گائے نے اُونٹ کو مار ڈالا

کتاب المقنع میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس آیا، جس نے ایک دوسرے شخص کا گریبان پکڑا ہوا تھا۔ اس شخص نے حضرت عمر سے کہا: اس شخص کی گائے نے میرے اُونٹ کا پیٹ پھاڑ ڈالا ہے۔

حضرت عمر نے کہا: سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جانور جابر اور ظالم ہوتے ہیں لہٰذا ان پر کوئی دیت نہیں ہوتی۔

مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: جناب سید کونین شاہِ انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اسلام میں نہ نقصان پہنچانا ہے اور نہ ہی نقصان برداشت کرنا ہے، لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ گائے کے مالک نے گائے کو اُونٹ کی گزرگاہ پر باندھا ہوا تھا تو پھر گائے کا مالک اُونٹ کی قیمت ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

جب دیکھا گیا تو گائے کے مالک نے اپنی گائے کو باہر نکال کر اُونٹ کے راستہ پر باندھا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اُونٹ کی قیمت گائے کا مالک اُونٹ کے مالک کو ادا کرے۔

یزدجرد شاہِ عجم کی معرکہ آرائی

شیخ مفید نے کتاب الارشاد میں اور سید رضی نے نہج البلاغہ میں اور ناسخ اور دیگر لوگوں نے روایت بیان کی ہے کہ یزدجرد شاہِ عجم نے چند مرتبہ مسلمانوں سے شکست کھائی تو ہمدان، اصفہان، قومس، نہاوند اور دیگر علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف خطوط روانہ کیے کہ شاہِ عرب جس کو لوگ پیغمبرِ خدا بھی مانتے تھے، کا وصال ہو چکا ہے۔ ان کے وصال کے بعد ایک دوسرا آدمی ان کی جگہ مسند نشین ہوا اور اِس کی حکومت زیادہ

عرصہ نہ رہ سکی کہ وہ بھی اِس دنیا سے کوچ کر گیا (اس کی مراد حضرت ابوبکر سے تھی)۔ اب اس کے بعد اِس وقت عمر نامی شخص اس کی جگہ حکمران مقرر ہوا ہے۔ اس کو لشکر کشی اور ملک گیری کا بہت شوق ہے۔ اس کا ارادہ تم پر بھی لشکر کشی کا ہے تا کہ وہ تمہاری حکومت پر بھی قابض ہو کر تمہیں اس شہر اور اس ملک سے بے دخل کر دے۔ آخر کار یزدجرد شاہِ عجم نے ایک لاکھ بیس ہزار کا مسلح لشکر تیار کیا جو تمام جنگی ساز و سامان سے آراستہ تھا۔

جب یہ خبر مدینہ پہنچی کہ شاہِ عجم نے رستم فرخ زاد کی قیادت میں عربوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تیار کر لیا ہے اور اُنھوں نے عہد و پیمان کے ساتھ یہ قسم کھائی ہے کہ وہ اس وقت تک جنگ نہ روکیں گے جب تک عربوں کا صفایا نہ کر دیں۔ ان کی سلطنت اپنے قبضہ میں نہ لے لیں اور دین خدا و محمدؐ کو ختم نہ کر دیں۔

مسلمانوں کے لیے یہ ایک وحشت ناک خبر تھی۔ حضرت عمر سخت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی کی حالت میں منبر پر آئے اور مسلمانوں کے سامنے اِس معاملہ کو پیش کیا اور کہا:

''اے گروہِ مہاجرین و انصار! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایرانی لشکر جس کی قیادت رستم فرخ زاد کر رہا ہے، مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے۔ یہ لوگ دین الٰہی کی شمع بجھا دینا چاہتے ہیں۔ یہ ہمدان و اصفہان، رَی، قومس اور نہاوند کے باسی ہیں، جن کی زبان بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن اس وقت وہ باہم مل کر مسلمانوں کے خلاف معرکہ آرائی کا عہد و پیمان کیے ہوئے ہیں اور قسم کھائے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے علاقوں سے باہر کریں اور تمہارا قتل عام کریں کہ تم میں

کوئی کلمہ حق پڑھنے والا باقی نہ رہے۔ میں بھی تمہاری طرح کا ہی ایک انسان ہوں۔ اس معاملے میں تم سب کی جو رائے ہو اُس کا اظہار کرو، تا کہ اس صورت حال کا حل تلاش کیا جائے۔ لوگوں میں طلحہ بن عبداللہ نے گفتگو کا آغاز کیا، اور حضرت عمر کو حوصلہ اور تسلی دیتے ہوئے اپنی رائے کو حضرت عمر کی مرضی پر ڈال دیا کہ جو کچھ آپ کریں گے وہی بہتر ہوگا"۔

حضرت عمر طلحہ کی گفتگو سے مطمئن نہیں ہوئے۔ کہا: کوئی اور رائے کا اظہار کرے۔ اس وقت حضرت عثمان بن عفان کھڑے ہوئے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شام و یمن اور مدینہ و مکہ کے تمام لشکر اکٹھے کیے جائیں اور ان کی قیادت آپ خود کریں۔ تمام مسلمان بھی ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں اور ان مشرکین کے خلاف معرکہ آرائی کے لیے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔ حضرت عثمان بن عفان کی اس رائے پر بہت سے لوگ ان کے ہم نوا ہو گئے۔

لیکن حضرت عمر منتظر تھے کہ اس معاملے کے بارے مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کسی رائے کا اظہار کریں۔ لیکن جناب امیرؑ خاموش بیٹھے ہوئے لوگوں کی آراء سن رہے تھے۔ تھوڑے سے انتظار کے بعد حضرت عمر نے کہا: یا اباالحسنؑ! آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں۔ اس وقت مسلمانانِ عالم پر کتنا کٹھن وقت ہے۔ دین اسلام کو ایک طوفان کا سامنا ہے۔ بڑی مصیبت کی گھڑی ہے۔ آپؑ اپنی رائے کا اظہار کیوں نہیں فرماتے؟

جناب وصی رسولؐ، امام الاولیاء والاتقیاء مولا علیؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حمد خدا کی، پھر سرورِ دوجہاں شاہِ انبیاءؐ پر صلوات پڑھی اور فرمایا:

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ شام کی سرحد کو لشکر و فوج سے خالی کر دیا

جائے، یہ درست نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں روم کی افواج حملہ آور ہوں اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیں، اور مسلمانوں کے علاقوں پر قابض ہوکر اپنی حکومت میں شامل کرلیں۔ یہی صورت حال یمن کی سرحد کی بھی ہے۔ اگر یمن کی سرحدیں فوج سے خالی ہوجائیں تو حبشہ کی افواج پیش قدمی کرتے ہوئے مسلمانوں کے علاقوں کو تاراج کردیں گی۔ اور مسلمان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل اور خواتین کی عزت وآبرو لوٹنے سے بھی باز نہیں آئیں گی۔

اسی طرح اگر مکّہ و مدینہ جو کہ اسلام کے دو اہم مرکزی ستون ہیں، اگر محافظوں سے خالی ہوجائیں تو عرب کے گردونواح میں رہنے والے مرتد ان دونوں مراکز پر حملہ آور ہوجائیں گے۔ حالانکہ مسلمانوں کی عزت و ناموس اور معصوم بچوں کی حفاظت شاہِ عجم سے جنگ کرنے سے زیادہ ضروری ہے"۔

حضرت عمر نے عرض کیا: یااباالحسنؑ! اب اس خونریزی سے کیسے بچا جائے اور اس ایرانی لشکر کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

مولائے مشکل کشا شیرِ خدا نے فرمایا: ملک فارس کے لشکر کی کوئی اہمیت نہیں ہے، کیونکہ ہم نے سرکار رسالت مآبؐ کے زمانہ میں کوئی جنگ بھی کثرتِ افواج کی بنیاد پر نہیں لڑی، بلکہ اِنَّمَا کُنَّا تُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ "ہم نصرتِ خداوندی اور تائید ایزدی سے جنگ کرتے تھے اور ہمیں دشمن پر غلبہ بھی حاصل ہوتا تھا"۔

جہاں تک اہلِ فارس کا باہم اتفاق اور عہد و پیمان ہے کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوکر خوف و ہراس پھیلائیں گے۔ اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں،

کیونکہ اللہ نہیں چاہتا کہ محمد مصطفیٰ کا دین مٹ جائے۔

جنگی حکمتِ عملی کے تحت آپ کا لشکر کے ساتھ جانا درست نہیں ہے، کیونکہ جب فارس کا لشکر آپ کو دیکھے گا تو وہ زیادہ بے جگری سے لڑیں گے، اور ان کا نشانہ صرف آپ کی ذات ہوگی۔ اور اگر انھوں نے آپ کو قتل کر دیا تو عرب لشکر بے دل ہو کر فرار ہو جائے گا اور جنگ ختم ہو جائے گی۔

اگر آپ اپنی جگہ پر موجود رہے تو ہمارا لشکر اگر شکست بھی کھا لے تو بھی اس کا تدارک ممکن ہے۔ لیکن اگر میدانِ جنگ میں ہمارے لشکر کو شکست ہو جائے اور فوج تتر بتر ہو جائے تو اس کا تدارک ممکن نہیں۔ اب اس صورتِ حال کا حل یہ ہے کہ بصرہ کے لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک حصے کو شہر کے لوگوں کے لیے معین کیا جائے۔ دوسرے حصے کو تعلیم دین اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مقرر کیا جائے اور تیسرے حصے کو جنگی سامان سے آراستہ کر کے دشمن کے مقابلہ کے لیے بھیجا جائے اور باقی علاقوں میں بھی یہی طریقہ کار اپنایا جائے۔

حضرت عمر جناب امیر علیہ السلام کے اِس حکمت آمیز فیصلے سے بہت مطمئن اور مسرور ہوئے اور آپؑ کے اِس فیصلے کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہتے تھے کہ میرا یہ گمان بھی نہ تھا کہ جو مشورہ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے دیا ہے۔ وہ کسی کے وہم و گمان میں بھی ہو اور اہلِ روم کے ساتھ بھی جنگ کے موقعہ پر مولا المومنین علی علیہ السلام نے اِسی طرح مشورے سے نوازا اور آپؑ نے رہنمائی فرمائی۔

چمکتا ہے کہاں افلاک پر مہرِ مبین ایسا
کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے حُسنِ حیدرؑ کو
بڑی مشکل سے پایا ہے نبیؐ نے جانشین ایسا

باب چہارم

حضرت علی علیہ السلام کے فیصلے

زمانۂ خلافت حضرت عثمان بن عفان میں

علیؑ ، جمالِ دوعالم، علیؑ امامِ زمن
علیؑ ، وقارِ دل و جان، علیؑ بہارِ چمن
علیؑ ، عروجِ فصاحت ، علیؑ کمالِ سخن
علیؑ عرب کے اندھیروں میں حق کی پہلی کرن

علیؑ ولی سے گریزاں نہ ہو خدا کے لیے
علیؑ تو قوتِ بازو ہے مصطفیؐ کے لیے

مولائے کائنات جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل ومناقب کو کسی کے لیے بھی تحریر وبیان میں لانا اتنا آسان نہیں ہے۔ چاہے کوئی اہلِ علم واہلِ قلم کتنا ہی علم وعرفان کی رفعتوں پر فائز کیوں نہ ہو۔ کسی کی اتنی بساط ومجال کہاں کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کے فضائل کا عشرِ عشیر بھی احصاء وشمار میں لا سکے۔

سردارِ انبیاءؐ فرماتے ہیں:

”اگر تمام درخت قلم بن جائیں، تمام سمندر سیاہی میں تبدیل ہو جائیں۔ تمام جن حساب کرنے بیٹھ جائیں تو بھی علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل ومناقب کا احصاء وشمار نہیں کر سکتے“۔

سید المرسلین محمد مصطفیؐ یہ بھی فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے میرے بھائی علیؑ کو اس قدر فضائل عطا کیے ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔

امام المفسرین ابن عباسؓ کہتے ہیں:

”میرے اور سب اصحابِ رسولؐ کے علم کو جنابِ علیؑ کے علم کے

ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے"۔ ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ "علم وحکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا، جن میں سے نو حصے جنابِ علیؑ کو عطا کیے گئے اور دسواں جو لوگوں میں تقسیم کیا گیا اس حصے میں سے بھی جنابِ علیؑ ساجھے دار ہیں"۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنے صحابی کمیلؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے: اے کمیلؓ! میرے سینے میں علم کے خزانے ہیں۔ کاش کوئی اہل ملتا تو اسے تعلیم کرتا۔ مولائے کائنات علیہ السلام کے فضائل و مناقب حدِ حصار سے باہر ہیں اور کیوں نہ ہو، جن کے سینے میں علم وحکمت کے ہزار باب ہوں اور جناب امیر کائنات شاہِ ولایتؑ نے خود ہر باب سے ہزار باب پیدا کیے ہوں۔ جسے رسولؐ نے اس طرح علم بھرا ہو جس طرح کبوتر اپنے بچے کو دانا بھراتا ہے۔ جسے رسولؐ نے اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کی سند عطا فرمائی ہو، اور جسے رسولؐ نے اپنی اُمت میں سے سب سے بڑا عالم قرار دیا ہو، تو وہ یقیناً مَن عِندَہٗ عِلمُ الکِتَابِ کے مصداق، اور الٰہی صفات علمیہ کا حامل ہوں گے۔

مولائے کائنات جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذاتِ اعلیٰ و ارفع کی عظمتوں اور فضائل کی یہ منفرد خوبی ہے کہ ان کے بدترین دشمن بھی ان کے فضائل کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے اور مخالفین بھی کہہ اُٹھے:

خیر البریہ بعد احمدؐ حیدرؑ
الناس ارضی و الوصی سماء

"یعنی احمد مجتبیٰؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل حیدرِ کرارؑ ہیں۔ تمام لوگ از روئے پستی بمنزلہ زمین اور وصیِ رسولؐ (مولا علیؑ) از روئے رفعت شان بمنزلہ آسمان ہیں"۔

امام شافعی (امام اہلِ سنت والجماعت) سے کسی نے مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا، تو انھوں نے جواب دیا: ''میں علیؑ کے بارے میں کیا کہوں یہ وہ ہستی ہے جس کے اندر تین صفتیں ایسی ہیں کہ ہر صفت کے اندر ایک صفت بھی چھپی ہوئی ہے، اور یہ بات آج تک میں نے کسی اور میں نہیں پائی۔ اور نہ آج تک کوئی ایسا علیؑ کے سوا پیدا ہوا ہے۔ وہ تین صفتیں یہ ہیں:

(۱) فقر و سخاوت (۲) شجاعت و عقل (۳) علم و عمل۔

یہ کس کا ذکر ہے، کس کی ثناء ہے کس کا بیان
کہ خم ہے خود پۓ تسلیم خانۂ دوجہاں
اسی کو ورد میں رکھتے ہیں طائرانِ جناں
عجب ثناء ہے غرض اس ثناء کے مَیں قربان
جو بے خبر ہیں انھیں اس سے ہوش آتا ہے
اسی اثناء سے طبیعت میں جوش آتا ہے

حقِ میراث کا دعویٰ

محب الدین طبری شافعی نے اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ میں اپنی سند سے، محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت نقل کی ہے کہ حبان بن منقذ کی دو بیویاں تھیں: ایک ہاشمی اور دوسری انصاری خاتون۔

جب حبان بن منقذ کا انتقال ہوا تو انصاری عورت نے دعویٰ دائر کیا کہ مرنے سے چند روز پہلے میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی تھی، لیکن میری عدتِ طلاق ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے میں اس کی میراث کی حصہ دار ہوں۔ مجھے میرا حق دلایا جائے۔

جب یہ فیصلہ حضرت عثمان کے پاس آیا تو آپ نے کہا: یہ مسئلہ مشکل ہے اسے علی بن ابی طالبؑ کے پاس لے جاؤ۔

یہ خاتون جب اپنا معاملہ لے کر جناب قاضی رسولؐ علی علیہ السلام کے پاس پہنچی تو آپؑ نے اس انصاری عورت سے فرمایا: اے انصاری خاتون! اگر تو اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو منبر رسولؐ کے پاس جا کر قسم دے کہ میں نے طلاق کے روز سے اب تک تین دفعہ ماہواری نہیں دیکھی۔ تب تو مرحوم کی میراث کی حق دار ہو سکتی ہے۔

جناب امیرؑ کے فیصلہ کے مطابق وہ عورت منبر رسولؐ کے پاس گئی اور قسم کھائی کہ میں نے ابھی تین حیض نہیں دیکھے ہیں۔ میری مدتِ عدت بھی پوری نہیں ہوئی ہے۔

علامہ نوری نے مستدرک کی تیسری جلد میں یہ روایت یوں بیان کی ہے کہ حبان بن منقذ نے اپنی انصاری بیوی کو طلاق دے دی اور پھر تھوڑے دنوں بعد وفات پا گیا۔ چنانچہ وہ انصاری حضرت عثمان کے پاس اپنا دعویٰ حق لے کر آئی اور کہا کہ مجھے اپنے شوہر کی میراث سے حصّہ دلایا جائے۔ کیونکہ ابھی میری عدتِ طلاق مکمل نہیں ہوئی ہے۔ وہ عورت اپنے ساتھ اپنے گواہ بھی لائی تھی۔

حضرت عثمان نے فرمایا: تمہارے مسئلے کا حل جناب امیر علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں۔ پھر آپ نے ان کو جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: کیا تو حلفیہ بیان دیتی ہے کہ جس روز سے تجھے طلاق ہوئی ہے اب تک تو نے تین مرتبہ حیض نہیں دیکھا۔ پھر تو میراث کی حق دار بن سکتی ہے۔ جاؤ اور منبر رسولؐ کے پاس جا کر قسم کھاؤ۔ اس کے بعد انصاریہ عورت نے خاموشی اختیار کی، اور قسم کھانے سے انکار کر دیا اور دعویٰ حق میراث سے دستبردار ہو گئی۔

حضرت عثمان نے ہاشمیہ عورت سے کہا: سنا ہے کہ جنابِ علیؑ نے فیصلہ دیا ہے کہ وہ قسم کھائے۔ ہاشمیہ عورت نے کہا: بے شک اُنھوں نے صحیح فیصلہ دیا ہے۔ انصاری عورت حلف اُٹھائے اور اپنا حق وصول کر لے۔

چھ ماہ کا بچہ اور ارشاد باری تعالیٰ

علامہ مجلسی نے بحار الانوار اور باقی کتب میں بھی نعجہ بن بدر جھنی سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں ایک عورت کو اس جرم میں لایا گیا کہ اُس نے شادی کے چھ ماہ بعد ہی ایک بیٹے کو جنم دیا تھا۔ خلیفۂ سوئم نے حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: قرآنِ مجید کی رُو سے آپ کا فیصلہ درست نہیں ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَحَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

"اس کے حمل اور رضاعت کی مدت تیس ماہ ہیں"۔

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

"مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائیں"۔

قرآنِ حکیم اس معاملے میں واضح طور پر فرما رہا ہے کہ چوبیس ماہ دودھ پلانے کے ہوتے ہیں اور باقی چھ ماہ مدتِ حمل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ اور فرمانِ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کے دلائل سن کر خلیفۂ عثمان نے عورت کو چھوڑ دیا اور فرمایا: اب اس فیصلے کی دلیل میں میرے پاس اور کوئی جواب نہیں ہے۔

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت

علامہ مجلسیؒ نے مسند احمد بن حنبل کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان اور ان کے اصحاب حالتِ احرام میں تھے کہ کوفہ وعراق کے ایک شخص نے جنگلی کبوتر کا شکار کیا اور اس کے گوشت کے کباب بنا کر حضرت عثمان کے سامنے لے آیا۔

اصحاب اسے کھانے سے اجتناب کر رہے تھے لیکن حضرت عثمان نے فرمایا: یہ شکار تو ہے لیکن شکاری حالتِ احرام میں نہیں، اور ہم نے اِسے یہ شکار کرنے کو تو نہیں کہا تھا۔ اب یہ ہماری خاطر کباب بنا کر لے آیا ہے تو اِسے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

کچھ اصحاب کہنے لگے: ایسے شکار کو علی ابن ابی طالبؑ کھانا پسند نہیں کرتے، وہ اسے مکروہ جانتے ہیں۔

حضرت عثمان کو یہ بات بڑی عجیب لگی، اور ایک شخص کو جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ جب ولی المسلمین علی علیہ السلام تشریف لائے تو انتہائی تھکے ہوئے اور ہاتھوں پر سبز رنگ لگا ہوا تھا۔

حضرت عثمان نے کہا: اے ابا الحسنؑ! ہر معاملے میں آپؑ کی رائے ہمارے خیال سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ جنگلی کبوتر کا شکار کیا ہوا گوشت ہے، اس کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے؟

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے لوگوں کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: خدا کو حاضر جان کر وہ شخص گواہی دے جو حالتِ احرام میں رسالت مآبؐ کے ساتھ تھا، اور شکار کا گوشت حضورؐ کو پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ہم حالتِ احرام میں ہیں۔ یہ وہ کھائیں جو احرام سے باہر ہوں۔

اصحابِ پیغمبرؐ میں سے بارہ افراد نے اس بات کی گواہی دی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کے لیے گواہی دو۔ جب حالتِ احرام میں حضورؐ کے سامنے پانچ انڈے پیش کیے گئے تو آپؐ نے فرمایا: میں حالتِ احرام میں ہوں، شترمرغ کے یہ انڈے ان کو کھلاؤ جو احرام میں نہ ہوں۔

پھر بارہ افراد نے اس بات کی گواہی دی۔

حضرت عثمان نے سنا تو کباب ''اہل حل'' کے حوالے کر دیئے اور اپنے خیمے

میں چلے گئے۔

بیوی کی کنیز سے زیادتی

ابن شہرآشوب نے مناقب میں ابی سعود سے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرت عثمان کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے شوہر نے میری کنیز سے جماع کیا ہے۔

حضرت عثمان نے فرمایا: اس پر کوئی حد اور سزا نہیں۔

جناب مولائے متقیان جناب علی علیہ السلام نے جب حضرت عثمان کا یہ فیصلہ سنا تو فرمایا: اے ابوعبدالرحمٰن! یہ حکم حدود کے احکام نازل ہونے سے قبل تھا۔

ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی، اور کہنے لگی: یا اباالحسنؑ! میرے شوہر نے میری کنیز سے زیادتی کی ہے۔

سیدالصادقین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو اپنی بات میں سچی ہے تو تیرے شوہر کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر تیرا بیان جھوٹا ثابت ہوا تو تجھے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

نوخیز دوشیزہ اور بوڑھا شوہر

شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں درج کیا ہے کہ خلافتِ عثمانی میں اِس واقعہ کو جس کا فیصلہ مولا علی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ شیعہ وسُنّی راویوں نے نقل کیا ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے ایک نوخیز دوشیزہ سے شادی کرلی۔ شادی کے بعد وہ لڑکی حاملہ ہوگئی۔ بوڑھے شوہر کا خیال تھا کہ میں حقوقِ زوجیت صحیح طور پر ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ جس سے لڑکی کا پردہ بکارت زائل ہو۔ تو یہ حاملہ کیسے ہوسکتی ہے۔ اُس کے دل میں یہ گمان جڑ پکڑ گیا کہ یہ حمل کسی غیر کا ہے۔

جب یہ معاملہ حضرت عثمان کے پاس آیا تو خلیفہ نے تمام معاملہ سن کر لڑکی سے

پوچھا: کیا تیرے شوہر نے حق زوجیت صحیح طریقے سے ادا کیے اور تیرا پردہ بکارت زائل کیا ہے؟

لڑکی نے جواب دیا: نہیں۔

لڑکی کا جواب سن کر خلیفہ نے کہا: اس پر حد جاری کرو، اور اسے سنگسار کردو۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اس معاملے میں جلد بازی نہ کرو۔ کیونکہ عورت کے خونِ حیض آنے اور پیشاب کے مقامات جدا جدا ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بوقتِ جماع اس کی منی حیض آنے کے مقام پر چلی گئی ہو۔ پھر بھی عورت کو حمل ٹھہر سکتا ہے اور یہ بات اس بوڑھے سے پوچھ لو۔

جب بوڑھے سے پوچھا گیا کہ لڑکی سے جماع کے وقت تو نے اس کی اندامِ نہانی میں انزال کیا ہے جب کہ اس کا پردہ بکارت بھی زائل نہ ہوا ہو۔

بوڑھے نے جواب دیا: ہاں، ایسا ہوا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: یہ حمل اس بوڑھے کا ہے اور اگر یہ بوڑھا اپنے بچے کا منکر بنے تو اسے سزا دی جائے۔

حضرت عثمان نے جناب امیر علیہ السلام کے فیصلہ کو قبول کیا، اور لڑکی کو چھوڑ دیا۔

علیؑ خلاصۂ آلِ عبا، علیؑ اعلیٰ
علیؑ چراغِ ہدایت علیؑ امامِ ہدیٰ
علیؑ ولی، خدا پیشوا خدا کی رضا
مثالِ ختمِ رسلؐ خلق کے علیؑ مولیٰ
مریض درد معاصی کے ہیں طبیب علیؑ
نبیؐ کے بعد ہیں اللہ کے حبیب علیؑ

باکرہ لڑکی کے رحم میں کیڑے کا پلنا

کتاب خرائج میں شیخ جلیل قطب راوندی نے روایت بیان کی ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ میں دس بھائی تھے، جن کی ایک بہن تھی۔

ایک دن ان بھائیوں نے اپنی اکلوتی بہن سے کہا: ہم سب تجھے زندگی کی ہر سہولت مہیا کر سکتے ہیں۔ تجھے دنیا کی ہر نعمت لا کر دے سکتے ہیں۔ ہم ہر لمحے تیری ہر ضرورت پوری کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تو کبھی شادی کرنے کی خواہش نہ کرنا۔ کیونکہ ہمیں یہ قبول نہیں کہ تو کسی کی بیوی بنے۔ یہ ہماری غیرت کے خلاف ہے۔
لڑکی نے اپنے بھائیوں کی خواہش کا احترام کیا اور ان کی خواہش میں اپنی مرضی بھی شامل کر دی کہ وہ ایسا کبھی نہیں کرے گی اور اپنے بھائیوں کی رضا اور مرضی کے مطابق زندگی گزارے گی۔

بھائی اس سے بہت خوش تھے۔ وہ اس کی ہر خواہش پوری کرتے۔ ان کے قبیلہ کے نزدیک ایک چشمہ تھا۔ تمام قبیلہ اس چشمے پر نہانے دھونے کے لیے جاتا۔ اتفاق سے ایک دن وہ لڑکی اس چشمے پر غسل کرنے گئی۔ غسل کے دوران ایک کیڑا اس کے رحم میں داخل ہو گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کیڑا بڑھنے لگا، جس سے لڑکی کا پیٹ بھی بڑھنے لگا اور وہ مثلِ حاملہ معلوم ہونے لگی۔

بھائیوں نے جب بہن کی یہ حالت دیکھی تو وہ بدگمانی میں مبتلا ہو گئے۔ بالآخر بھائیوں نے ارادہ کیا کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ حالانکہ جب لڑکی کی تفتیش کرائی گئی تو وہ باکرہ تھی۔

معاملہ مشکل ہو گیا۔ بھائی اپنی بدنامی کے خوف سے پریشان تھے۔ آخرکار یہ معاملہ مولائے مشکل کشا جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس پہنچایا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس معاملے کا حل کوئی مشکل بات نہیں۔ تم لوگ ایک طشت کائی کا بھر

کرلاؤ۔(ایک خوشبودار گھاس) جب گھاس بھرا طشت لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا: لڑکی اس طشت پر بیٹھ جائے۔ جب لڑکی اس طشت پر بیٹھی اور کائی کی خوشبو اس کیڑے تک پہنچی تو اس نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی اور باہر آ گیا۔ وہاں موجود لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگے:

اَنتَ رَبُّنَا الاَعلٰی فَاِنَّکَ تَعْلَمُ الْغَیْبَ وَمَا فِی الْاَرْحَامِ

''تو ہی ہمارا ربِ اعلیٰ ہے، غیب کی بات بھی تو جانتا ہے اور شکمِ مادر میں موجود اشیاء کا بھی عالم''۔

لوگوں کی بات سن کر جناب مولی المومنین علی علیہ السلام کو غصہ آیا اور انھیں اس قسم کے اظہار پر منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس واقعہ کے رونما ہونے کے ماہ و روز بلکہ اس گھڑی کا بھی مجھے رسولِ خدا سرکارِ دوجہاں نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔

ہر ایک کو تو رموزِ جلی نہیں آتے
مقابلے پہ یہاں تو ولی نہیں آتے
ہمیں سے معرفت اُن کی بہ فیضِ حق ورنہ
بڑے بڑوں کی سمجھ میں علیؑ نہیں آتے

کنیز کا عقد

شیخ مفید اپنی کتاب ''الارشاد'' میں فرماتے ہیں: ایک شخص کی ایک کنیز تھی جس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ کچھ عرصہ بعد مالک نے کنیز سے علیحدگی اختیار کرلی، اور اس کنیز کا عقد اپنے ایک غلام کے ساتھ کر دیا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ مالک کا انتقال ہوگیا تو مالک کی تمام جائیداد اس کنیز کے بچے کو منتقل ہوگئی اور کنیز بھی چونکہ مالک کی میراث کا حصہ تھی، لہٰذا یہ کنیز بھی اپنے بیٹے کی میراث کا حصہ بن گئی۔ چونکہ ایک ماں اپنے بیٹے کی کنیز نہیں بن سکتی، لہٰذا یہ کنیز خود آزاد ہوگئی اور جس غلام کے ساتھ اِس کا عقد ہوا تھا

وہ اس کا غلام بن گیا۔ کیونکہ یہ غلام کنیز کے بیٹے کی میراث تھا۔ چند برس بھی نہ گزرے تھے کہ اِس کا بیٹا بھی وفات پا گیا تو یہ کنیز اپنے بیٹے کی تمام میراث کی مالک بن گئی، حتیٰ کہ اپنے غلام شوہر کی بھی مالک ہوگئی۔

آخرکار یہ معاملہ حضرت عثمان کے پاس پہنچا۔ عورت نے بیان کیا کہ اے خلیفۂ اسلام! میرا شوہر اب میرا غلام ہے اور مجھے میرے بیٹے کی طرف سے میراث میں آیا ہے کیونکہ یہ اُس کا غلام تھا۔

غلام نے کہا: حضور یہ عورت میری زوجہ ہے اور میں نے اسے آزاد نہیں کیا۔

حضرت عثمان نے کہا: میں اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جناب ابا الحسنؑ موجود ہیں ان سے پوچھ لو۔

جب تمام واقعہ جناب قاضی دین رسول مکلی علیہ السلام نے سنا تو فرمایا: عورت سے پوچھو کہ تیرے بیٹے کے فوت ہونے کے بعد یہ شوہر تیرے ساتھ ہم بستر ہوا ہے؟

عورت سے جواب نہیں ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے ہم بستری کی ہوتی تو اس کو میں سزا دیتا، کیونکہ یہ اب تیرا غلام ہے اور غلام اپنی مالکہ کے ساتھ ہم بستر نہیں ہو سکتا۔ اب یہ تیری مرضی ہے کہ اس کو غلام بنا کر رکھ یا آزاد کر دے یا بازار میں بیچ دے۔

آنکھ کا قصاص

اُصول کافی میں شیخ کلینیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عثمان کے ایک اعرابی نوکر نے ایک شخص کو پتھر مارا، اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ وہ شخص یہ معاملہ لے کر حضرت عثمان کے سامنے پیش ہوا۔

حضرت عثمان نے کہا: میں اس کی دیت ادا کروں گا۔

اس بدوی نے کہا: اے خلیفہ! میں دیت نہیں چاہتا بلکہ قصاص چاہتا ہوں۔

نے کہا: ہم تمہیں دیت کا دگنا ادا کر دیں گے۔

بدوی نے کہا: نہیں مجھے قصاص چاہیے۔

حضرت عثمان نے اُسے دیت پر آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ برابر انکار کرتا رہا اور یہی کہتا رہا: میں قصاص کے بغیر کسی بات پر راضی نہ ہوں گا۔

اس کے بعد حضرت عثمان نے یہ فیصلہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کے پاس بھیجا۔ مولائے کائناتؑ نے بدوی کو دیت لینے کے لیے کہا لیکن وہ بدوی راضی نہ ہوا۔ آپؑ نے اس دیت کو دگنا کر دیا۔ وہ پھر بھی راضی نہ ہوا۔ اس کے بعد قاضی دین رسولؐ جناب علی علیہ السلام نے حکم فرمایا: تھوڑی سی کپاس اور ایک شیشہ لاؤ۔ مولاؑ نے وہ کپاس تر کر کے مجرم کی آنکھ کے گرد رکھ دی اور مجرم سے فرمایا: اب تو اپنی آنکھ کھول کر بیٹھ۔ اس نے وہ آنکھ کھول دی۔ آپؑ نے آئینہ سورج کے سامنے رکھا اور سورج کی شعاعوں کو اس کی آنکھ کے ڈھیلے پر مرتکز رکھا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھ کی بصارت پانی بن کر بہہ گئی اور اُس کی آنکھ کی بینائی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

جزوی کنیز کی بدکاری

کتاب الارشاد میں شیخ مفید فرماتے ہیں کہ عہدِ عثمانی میں ایک جزوی کنیز نے بدی کا ارتکاب کیا۔ اس کنیز کے چار میں تین حصے آزاد ہو چکے تھے۔ حضرت عثمان نے یہ مسئلہ جناب سید الصادقین مولا علی علیہ السلام سے پوچھا:

آپؑ نے فرمایا: مسئلہ واضح ہے کہ ایک حصہ کی سزا اسے کنیز کے حساب سے دی جائے، اور تین حصے سزا کے اِسے بطورِ آزاد عورت ملیں گے۔

اس کے بعد حضرت عثمان نے زید بن ثابت سے مسئلہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ کنیز کو غلامی کے حساب سے سزا دی جائے۔

جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: کنیز ہونے کی حیثیت سے

کیسے سزا ہوگی، جبکہ اس کے تین حصّے آزاد ہیں اور آزاد ہونے کی وجہ سے اس پر حد کیوں نہ جاری ہو، جبکہ اس کے آزاد حصّے غلام کی حیثیت سے زیادہ ہیں۔

زید بن ثابت نے جواب دیا: اگر سزا دینے کی صورت حال یہ ہو تو پھر؟ عورت کی وراثت بھی آزاد کی حیثیت سے تقسیم ہو۔ یعنی اس کی موت کی صورت میں، اس کا وارث آزاد کی میراث کا حصّہ لے، اور اس کا آقا غلام اور کنیز کا حصّہ لے گا۔

مولائے کائنات ؑ نے فرمایا: بے شک میراث میں یہی واجب ہے۔ زید خاموش ہوگیا۔

روایت ہے کہ خلیفہ نے علی علیہ السلام کے فیصلہ کی مخالفت کرتے ہوئے زید بن ثابت کے قول پر عمل کیا، جب کہ سید الصادقین مولا علی علیہ السلام کی دلیل بالکل واضح تھی۔

سرکارِ دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"یہ علیؑ ہی تمہارے ولی ہیں میرے بعد، یہ میرے بھائی ہیں، میرے نواسوں کے باپ ہیں، میرے وزیر ہیں، میرے ہمراز ہیں، میرے ولی ہیں، میرے شہرِ علم کا دروازہ ہیں، میری حکمت کے گھر کا دروازہ ہیں۔ اس اُمت کے بابِ در ہیں۔ اُمت کے لیے امان اور سفینۂ نجات ہیں۔ ان کی اطاعت بھی اِسی طرح فرض ہے جس طرح میری اطاعت فرض ہے۔ ان کی نافرمانی اِسی طرح باعثِ ہلاکت ہے جس طرح میری نافرمانی۔ علیؑ کی پیروی میری پیروی ہے، اور ان سے جدائی مجھ سے جدائی ہے۔ علیؑ سے جو صلح رکھے اس سے رسولؐ کی بھی صلح ہے اور جس نے علیؑ سے جنگ کی، اس سے رسولؐ بھی برسرِ جنگ ہیں۔ جس

5 / 50

الات کی، رسولؐ بھی اس کے ولی ہیں اور جس نے علیؑ کو دشمن رکھا، رسولؐ بھی اس کے دشمن ہیں۔ جس نے علیؑ کو دوست رکھا، اس نے خدا کے رسول کو دوست رکھا، جس نے علیؑ سے بغض رکھا اُس نے خدا اور اس کے رسولؐ سے بغض رکھا، اور جس نے علیؑ سے عداوت رکھی اُس نے خدا اور رسولؐ سے عداوت رکھی''۔ (یہ احادیث طبرانی اور کنزالعمال، جلد۶،ص ۴۰۴ پر تواتر کے ساتھ ملتی ہیں۔ ان احادیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں جنابِ جابر سے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔)

علیؑ اخی محمدؐ، علیؑ خدا کا ولی
علیؑ کا نام ہے نامِ خدائے لم یزلی
علیؑ کے ذکر سے دینِ خدا کی بات چلی
لکھا ہے بابِ ارم پر بخطِ سبز و جلی
خدا کے بعد نبیؐ ہے، نبیؐ کے بعد علیؑ!

باب پنجم

حضرت علی علیہ السلام کے فیصلے
اپنے عہدِ خلافت میں

اصلِ اُصولِ رُوحِ دوعالم علیؑ کی ذات
صحبت کشِ پیمبرِ خاتم علیؑ کی ذات
قرآن کی ہیں سورتِ محکم علیؑ کی ذات
ربِ جہاں کی رحمتِ پیہم علیؑ کی ذات
عظمت علیؑ کی ذاتِ خدا جانتی ہے بس
انسانیت اُنہی کو ولی مانتی ہے بس

انما علی منی بمنزله هارون من موسٰی الا انه لانبی بعدی

''علیؑ کی میرے ساتھ نسبت ویسے ہی ہے جیسے ہارونؑ کی موسٰیؑ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے''۔

اس حدیثِ منزلت کے راوی بہت سے ہیں۔ اہلِ سنت کی کتب سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی، مسند احمد اور بہت سی کتابوں میں یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔ بے شمار راویوں نے اس حدیث کو خصوصی طور پر نقل کیا ہے جن میں جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

''تاریخ بغداد'' میں ابوبکر بغدادی نے اس حدیث کو عمر بن خطاب سے یوں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے خلاف بکواس کر رہا تھا۔ حضرت عمر نے اس سے کہا: تم مجھے منافق معلوم ہوتے ہو کیونکہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے:

انما علی منی بمنزلہ هارون من موسٰی الا انہ لانبی بعدی

"علیؑ کی میرے ساتھ نسبت ویسے ہی ہے جیسے ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات صرف ایک موقع پر نہیں فرمائی، بلکہ سات مختلف مواقع پر یہ ارشاد فرمایا ہے اور وہ سات مواقع کون سے تھے:

① مکہ میں جب پیغمبر اکرمؐ نے لوگوں کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تو اس وقت عہد و پیمان میں علیؑ کو اپنے بھائی کے طور پر منتخب فرماتے ہوئے یہی جملہ ارشاد فرمایا۔

② جب مہاجرین و انصار کے درمیان مدینہ میں اخوت کا عہد و پیمان انجام پایا تو دوبارہ آپؐ نے مولا علیؑ کا انتخاب اپنے بھائی کے طور پر فرماتے ہوئے یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔

③ جب مسجد نبویؐ میں کھلنے والے دروازے آپؐ نے بند کروائے تو اس موقع پر بھی یہی ارشاد فرمایا۔

④ غزوۂ تبوک کے علاوہ پانچویں، چھٹی اور ساتویں بار بھی آپؐ نے مختلف مواقع پر یہی حدیث منزلت ارشاد فرمائی۔

اس حدیث منزلت کا اگر بالغ نظریات کے ساتھ تجزیہ کیا جائے تو ہم اس نظریہ پر پہنچیں گے کہ بنی اسرائیل کے درمیان وہ تمام مراتب و مناصب جو حضرت ہارونؑ کو حاصل تھے وہ سب جناب علی بن ابی طالبؑ کو بھی نبوت کے سوا تمام عہدے اور مناصب حاصل تھے۔ یعنی حدیث منزلت اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہے:

"پیغمبرؐ کے بعد اُمت مسلمہ میں سب سے افضل مولائے کائنات علی علیہ السلام تھے"۔

جناب علیؑ پیغمبرؐ کے وزیر، ان کے معاونِ خاص اور ان کی رہبری کے جزولاینفک تھے۔ علیؑ پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ تھے اور آپؑ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص اس عہدہ پر فائز نہیں ہوسکتا۔ جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے لیے تھے۔

مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہ السلام وہ عظیم شخصیت ہیں جن کی زندگی میں بہت سے کمالات وصفات کے علاوہ عدالت کا پہلو بہت ہی روشن اور واضح ہے۔ آپؑ کا نظریۂ عدالت اِس بات کا متقاضی تھا کہ اسلامی اور شرعی معاشرے کے تمام اُمور میں قانون عدل وانصاف جاری رہے، یعنی آپؑ صرف عادل ہی نہیں تھے بلکہ بہترین عدالت خواہ بھی تھے۔

جب مولائے کائنات علی علیہ السلام مسندِ خلافت پر تشریف فرما ہوئے تو دینِ محمدیؐ شیطان کے پیروکار منافقوں اور مسلم نما دشمنانِ اسلام کے سازشی گروہوں کی شرارتوں کی زد میں تھا لیکن امام المتقین علی علیہ السلام نے بڑی ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ان شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کیا، اور انسانی فلاح و بہبود اور انتظامِ ملکی کے لیے ایسے اُصول بنائے اور خود ان پر عمل کر کے دکھایا کہ ان کے ذکر سے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔

مولائے کائناتؑ نے اپنے عہدِ خلافت میں مالک ابن حارث گورنر مصر کو ایک فرمان تحریر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ وہ خراج جمع کرے، اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرے، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کرے۔ اسے حکم ہے کہ اللہ کا خوف کرے، اس کی اطاعت کو مقدم رکھے، اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب قرآنِ حکیم میں حکم دیا ہے، اس کا اتباع کرے، اور یہ کہ اپنے دل سے اپنے ہاتھ اور اپنی جان سے اللہ کی نصرت میں لگا رہے۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو نصرت کرے گا وہ اس کی مدد کرے گا، جو اس کی حمایت کے لیے کھڑا ہوگا وہ اسے عزت وسرفرازی سے نوازے گا۔

اے مالک! علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا اور فوج کا سردار اُس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسولؐ کا اور تمہارے خلیفہ کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو۔ سب سے زیادہ پاک دامن اور بُردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آجاتا ہو، عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو، کمزوروں پر رحم کھاتا ہو اور فوجی بھرتی کرتے وقت یہ دیکھنا کہ شریف گھرانے سے تعلق رکھتا ہو۔ نیز اس کی ملک اور عوام کے لیے فلاح و بہبود کے لیے پہلی خدمات کیا ہیں۔ ان فوجیوں کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورت کا خیال رکھنا کیونکہ یہ اسلام کی زیب و زینت ہیں۔

اور دیکھو! لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرنا جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے واقف ہو اور جھگڑا کرنے والوں سے غصہ میں نہ آجاتا ہو۔

آپؑ کے ایوانِ عدالت میں بلاامتیاز مذہب و ملت، خویش و بیگانہ، امیر و غریب سب برابر تھے۔ ایک مرتبہ دو سائل عورتیں آئیں۔ ایک عرب کی رہنے والی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی۔ آپؑ نے ایک ایک بوری غلّہ اور چالیس چالیس درہم دونوں کو دیئے اور جانے کا حکم فرمایا۔ آزاد شدہ باندی کو تو اسے جو دیا گیا لے کر چلی گئی لیکن عربی عورت بولی:

اے امیر المومنینؑ! کیا آپؑ مجھے بھی اسی جیسا دے رہے ہیں جو اسے دیا ہے۔ حالانکہ میں عرب کی رہنے والی ہوں اور وہ آزاد شدہ باندی ہے۔

سید الصادقین جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ کی کتاب میں غور کیا ہے کہ اولادِ اسماعیلؑ کی اولادِ اسحٰقؑ پر کوئی فضیلت نہیں۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام امیرِ کائنات، امیر المومنین عہدِ خلافت سے پہلے بھی تھے اور عہدِ خلافت کی مسند پر تشریف فرما ہونے پر تو امیر المومنین کا خطاب

تو صرف اور صرف آپؑ ہی کے لیے مخصوص ہوا۔ کیونکہ امیرالمومنینؑ کا خطاب تو اللہ کے رسولؐ نے آپؑ کو عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے امام حسن علیہ السلام کو ''امیرالمومنین'' کہہ دیا تو آپؑ نے اس شخص کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ یہ خطاب میرے والد حضرت علیؑ کے لیے مختص ہے، اس لیے کوئی دوسرا شخص نہ اِس خطاب کا حقدار ہے نہ اہل۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام مظہرِ عدالت اور قدرومنزلت کے اعتبار سے تمام فضائل کا نمونہ اعلیٰ وارفع ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام کا نام آتے ہی عدالت اور انسانی فضائل کا نقشہ ذہنوں میں اُبھر آتا ہے۔

حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ان کے بیٹے ابوشحمہ (جس کا نام عبدالرحمٰن تھا) نے شراب نوشی کی تو حضرت عمر نے اِس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔

ابوشحمہ نے کہا: اے گروہِ مسلمین! مجھ پر وہ حد جاری نہ کرے، جو میں نے کیا ہے۔ (یعنی شراب نوشی وزنا) اس نے بھی وہ کام کسی بھی زمانے میں نہ کیا ہو۔ خواہ وہ زمانۂ جاہلیت کا ہو یا زمانۂ اسلام۔ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام اُٹھے اور اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کو حکم دیا۔ جنابِ حسن علیہ السلام نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑا۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام کو حکم دیا انھوں نے ابوشحمہ کا بایاں ہاتھ پکڑا۔ اس کے بعد جناب امیرالمومنینؑ نے اسے سولہ کوڑے مارے، ابوشحمہ غش کھا کر گر گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے ابوشحمہ! اپنے رب سے کہنا کہ اس نے مجھ پر حد جاری کی ہے، جس پر کبھی کوئی حد عائد نہیں ہوئی۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی عظمتوں اور فضیلتوں کو بیان کرنے کے لیے اگر الفاظ جمع کیے جائیں تو قلم ٹوٹ جائیں، اوراق ختم ہو جائیں مگر الفاظ ختم نہ ہوں گے مگر افسوس کے اس اُمت نے اس ہستی کو بھی اپنی مخالفت کا نشانہ بنایا جس کے لیے دو جہانوں کے سردار رحمت تمام، سیدالاوّلین و آخرین مصطفیٰؐ ومجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اے فرزند ابوطالبؑ! تم میرے بعد چھ باتوں کے ذریعے قریش سے احتجاج کرو گے اور یہ صفات قریش میں سے کسی کو حاصل نہیں ہیں"۔

① تم اوّل المسلمین ہو

② تم ہی سب سے زیادہ معرفتِ خدا رکھنے والے ہو

③ تم ہی سب سے زیادہ عہد الٰہی کو نبھانے والے ہو

④ تم ہی سب سے زیادہ رعایا پر شفقت کرنے والے ہو

⑤ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے تم ہو

⑥ خدا کے نزدیک سب سے افضل تم ہو۔

لیکن افسوس کہ اتنے فضائل وکمالات کے مالک امیر المومنین، امام المتقین، مولی المومنین، سید الصادقین، سید المسلمین، یعسوب المومنین، خاتم الوصیین، خیر الوصیین، وارث رسول، ناصرِ رسولؐ، قاضی دین رسولؐ اللہ اور وزیر رسولؐ اللہ کو زیادہ عدل خواہی کی بنا پر محرابِ مسجد میں شہید کیا گیا۔

یہ ایک ایسا باب ہے جس کا احاطہ کرنا نہ صرف مشکل بلکہ محال ہے۔ "مولائے کائناتؑ کے فیصلے" اس کتاب میں مولاؑ کے احکام کا وہ حصّہ پیش کیا گیا ہے جسے شیعہ سُنّی وعلمائے کرام نے اپنی اپنی مستند کتابوں میں لکھا ہے اور صرف اور صرف اپنے لیے یاددہانی ہے، البتہ جو زمانے اس کے لیے بوقتِ افکار عبرت ضرور ہیں۔

جمالِ نفس پیغمبرؐ جمالِ یزداں ہے
علی نگاہِ بشر میں ہیں روشنی کی طرح
ہزار پردۂ ظلمت پڑا ہو سینوں پر
علی دلوں میں اُترتے ہیں روشنی کی طرح

روٹیوں کی تقسیم

کتاب عجائب احکام امیرالمومنینؑ میں منقول ہے کہ دو مسافر باہم مل کر سفر کر رہے تھے۔ ایک مقام پر دونوں نے ارادہ کیا کہ کچھ دیر کے لیے کہیں رُک کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ جب دسترخوان بچھایا تو ایک مسافر نے پانچ روٹیاں اور دوسرے نے تین روٹیاں کھانے کے لیے دسترخوان پر رکھیں۔ اِسی دوران ایک اور مسافر آ گیا۔ اُس نے سلام کیا۔ ان دونوں نے اُسے کھانے کی دعوت دی۔ وہ مسافر بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا، اور تینوں مل کر کھانا کھانے لگے۔ جب وہ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو تیسرا مسافر اُٹھا اور آٹھ درہم دسترخواہ پر رکھتے ہوئے کہا: یہ اس کھانے کا بدلہ ہے جو تم لوگوں نے مجھے کھلایا ہے۔

مسافر شکریہ ادا کر کے چلا گیا لیکن دونوں ساتھی جھگڑنے لگے۔ تین روٹیوں کا مالک کہتا تھا کہ درہم برابر تقسیم ہوں۔ دوسرا ساتھی کہتا تھا: میری پانچ روٹیاں تھیں لہٰذا پانچ درہم میرا حق ہے اور تین درہم تیرے ہیں۔ معاملہ ان سے طے نہ ہو سکا بالآخر یہ فیصلہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس پہنچا۔

آپؑ نے فرمایا: بہتر یہ ہے کہ تم دونوں صلح سے اپنا معاملہ طے کرلو، کیونکہ مہمان کے کھانے پر جھگڑا کرنا کوئی شرافت نہیں اور تمہارے لیے یہ مناسب بھی نہیں۔

تین روٹیوں والا مسافر بولا: حضور! ہم تب راضی ہوں گے جب ہمارے درمیان حق کا فیصلہ ہو گا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو حق چاہتا ہے تو تیرا حق صرف ایک درہم ہے اور باقی سات درہم کا حق دار تیرا ساتھی ہے۔

وہ کہنے لگا: سبحان اللہ! مولاؑ مجھے سمجھائیں تو سہی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میں تجھے سمجھاتا ہوں۔

یاامیرالمومنینؑ! میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔اس دیوانی عورت کومیری زوجہ بنا دیا گیا ہے۔

وَكَانَتِ امْرَأَةً جَمِيلَةً

''حالانکہ عورت بڑی حسین تھی''۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے عورت! تو اپنے بارے میں کیا کہتی ہے؟
اُس عورت نے کہا: وَاللّٰهِ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَابِي جُنُونٌ ''خدا کی قسم امیرالمومنینؑ! میں پاگل نہیں ہوں، البتہ اس مخصوص وقت میں مجھ پر غنودگی اور غشی طاری ہوگئی تھی''۔

جناب مولی المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے بندۂ خدا! اپنی زوجہ کا ہاتھ پکڑ کر اور گھر واپس جا، اور اس سے بہتر حُسنِ سلوک رکھ۔

فَمَا اَنْتَ لَهَا بِاَهْلٍ

''لیکن تجھ سے اس حسین وجمیل زوجہ سے نیکی اور حُسنِ سلوک کی توقع نہیں ہے''۔

غلام کی چالاکی

علامہ نوری کتاب مستدرک الوسائل میں سرکار امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک غلام نے اپنے آپ کو آزاد

عورت کے شوہر ہونے کا زیادہ حق دار ہے۔

قرعہ اندازی سے فیصلہ

عصی بن ابراہیم قمی نے اپنی سند سے اصبغ بن نباتہ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک عجیب فیصلہ کیا جو اس سے پہلے اور بعد میں کسی نے سنا نہ دیکھا۔ اصبغ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا عجیب فیصلہ تھا؟

اصبغ بیان کرتا ہے کہ میں مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بے حد خوبصورت اور نوجوان لڑکا رو رہا ہے اور لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور اُسے حوصلہ و تسلی دے رہے تھے مگر وہ مسلسل روئے جاتا تھا۔

جب اس نوجوان کی نگاہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام پر پڑی تو کہنے لگا:

یا علیؑ! قاضی شریح نے میرے خلاف فیصلہ کیا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: واقعہ کیا ہے؟

نوجوان کہنے لگا: کچھ لوگ میرے باپ کو سفر پر لے گئے۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو میرا باپ ان کے ساتھ نہ تھا۔ میں نے اُن سے پوچھا: میرا باپ کہاں ہے؟ تو کہنے لگا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔

میں نے پوچھا: میرے باپ کا کافی مال تھا وہ کہاں ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ اس کے پاس کوئی مال نہ تھا۔

میں ان لوگوں کو لے کر قاضی شریح کے پاس پہنچا۔ قاضی نے انھیں قسم کھانے کو کہا۔ ان لوگوں نے قسم اُٹھائی۔ قاضی نے انھیں چھوڑ دیا۔

یا امیر المومنینؑ! مجھے معلوم ہے اور میرا یقین بھی ہے کہ دورانِ سفر میرے باپ کے پاس کافی مال تھا۔

نوجوان کی تمام باتیں سن کر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: آج میں وہ فیصلہ

کروں گا جو مجھ سے پہلے صرف حضرت داؤد علیہ السلام کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ پھر حکم دیا: قنبرؓ! فوج کے سربراہوں کو حاضر کرو۔

جب فوج کے سربراہ حاضر خدمت ہوئے تو آپؑ نے فرمایا: جن لوگوں کے ساتھ اس جوان کا باپ سفر پر گیا تھا انھیں بھی حاضر کرو۔ جب وہ لوگ بھی آ چکے تو انھیں اِس نوجوان کے سامنے لایا گیا۔

جناب سید الصادقین علی علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا: تمہاری کارگزاری کے بارے مجھے پورا پورا علم ہے۔ میں تمہارا لاعلم حکمران نہیں ہوں۔

پھر فرمایا: ان تمام لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مسجد کے ایک ایک ستون کے ساتھ کھڑا کر دو۔ پھر اپنے کاتب عبداللہ بن رافع کو بلایا اور فرمایا کہ بیانات کو قلم بند کرو اور آپؑ نے لوگوں سے فرمایا: جب میں نعرۂ تکبیر بلند کروں تو آپ لوگ بھی تکبیر بلند کرنا۔

اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مجرم کو بلایا اور اُس سے پوچھا: تم لوگ کون سے دن سفر پر گئے تھے؟

مجرم نے جواب دیا: یا مولاؑ! فلاں دن۔

پھر فرمایا تم کتنے افراد سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ وہ کون سا سال اور کون سا مہینہ تھا اور کتنے دنوں یہ سفر جاری رہا۔

اس جوان کا باپ، جو تم لوگوں کے ہمراہ تھا، کس روز بیمار ہوا، اور وہ دن کا وقت تھا یا رات کا؟ اس کو کون سا مرض لاحق ہوا تھا؟ کتنے دن بیمار رہ کر وہ فوت ہوا۔ اس کی بیماری کا علاج کیسے کیا گیا؟ مریض کی تیمارداری کون کرتا رہا؟ اور وہ کون سا دن تھا جب وہ دنیا سے چل بسا؟ اسے غسل و کفن کس نے دیا اور اس کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟ دفن میں کون کون لوگ شریک تھے؟ اسے کتنے کپڑوں میں دفنایا گیا؟ اور قبر

میں اسے کس نے اُتارا؟

جب یہ تمام سوال پوچھ لیے تو مولائے کائناتؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ لوگوں نے بھی تقلید میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ جب یہ تکبیر کی آواز باقی ملزموں نے سنی تو وہ پریشان ہوگئے کیونکہ انھیں یقین ہونے لگا تھا کہ ان کے ساتھی نے ضرور اعترافِ جرم کرلیا ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: اس شخص کو زندان میں لے جاؤ۔

اس کے بعد دوسرے ملزم کو بلایا اور فرمایا: شاید تم خیال کرتے ہو کہ مجھے تمہاری کارروائی کا علم نہیں، مجھے سب علم ہے جو کچھ تم لوگوں نے اس جوان کے باپ کے ساتھ سلوک کیا ہے۔

وہ ملزم کہنے لگا: حضور! میں بھی ان کا ہی ساتھی ہوں، لیکن آپؑ یقین کیجیے کہ میں اس کے قتل ہونے پر راضی نہ تھا بلکہ میں نے اس عمل پر ان کی مخالفت بھی کی تھی۔

جب اس شخص نے اقرارِ جرم کرلیا تو جناب امیر علیہ السلام نے باقی تمام کو بھی ایک ایک کرکے بلایا اور ہر ایک نے اعترافِ جرم کرلیا۔

اب جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے قاضی شریح نے پوچھا: یا مولاؑ! حضرت داؤد کا فیصلہ کیسا تھا؟

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام گلی میں گزر رہے تھے کہ چند بچے کھیل رہے تھے۔ بچے ایک لڑکے کو اس کے نام یَامَاتَ الدِّیْنُ سے پکارتے، تو وہ انھیں لبیک کہتا۔

حضرت داؤدؑ اس بچے کے پاس گئے اور پوچھا: بیٹا! آپ کا نام کیا ہے؟

بچے نے کہا: حضور! میرا نام یَامَاتَ الدِّیْنُ ہے (یعنی دین مرگیا)۔

حضرت داؤدؑ نے پوچھا: تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے؟

بچے نے جواب دیا: حضور! میری ماں نے میرا یہ نام رکھا ہے۔

حضرت داؤدؑ نے پوچھا: اب تیری ماں کہاں ہے؟

بچے نے جواب دیا: میری ماں گھر پر ہے۔

جناب داؤد نے فرمایا: مجھے اپنے گھر لے چلو۔

جب حضرت داؤد علیہ السلام اس بچے کے گھر پہنچے تو اُس کی ماں سے پوچھا: تمھارے بچے کا کیا نام ہے؟

عورت نے عرض کیا: یا حضرت! اس کا نام مات الدین ہے۔

آپؑ نے پوچھا: تم نے اپنے بچے کا یہ نام کیوں رکھا ہے؟

عورت نے جواب دیا: حضور اس کے باپ کی وصیت یہی تھی۔

حضرت داؤدؑ نے پوچھا: اس کا باپ کہاں ہے؟

عورت نے کہا: اس کا باپ چند افراد کے ہمراہ سفر پر گیا، میں ان دنوں حاملہ تھی۔ باقی لوگ تو سفر سے واپس آ گئے لیکن میرا شوہر واپس نہ ہوا۔

میں نے اپنے شوہر کے ساتھ جانے والے لوگوں سے پوچھا کہ میرا شوہر کہاں ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ وہ سفر کے دوران وفات پا گیا تھا۔ پھر میں نے اس کے مال و اسباب کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے کہا: اس کا مال باقی نہیں بچا تھا۔ پھر میں نے پوچھا: کیا میرے شوہر نے کوئی وصیت بھی کی تھی؟ اُنھوں نے کہا: ہاں مرحوم نے صرف اتنا کہا تھا کہ میری بیوی حاملہ ہے۔ میری وصیت یہ ہے کہ بیٹا ہو یا بیٹی اس کا نام مَاتَ الدِّینُ رکھنا۔ چونکہ یہ میرے مرحوم شوہر کی وصیت تھی لہٰذا میں نے اپنے بچے کا نام مات الدین رکھ دیا۔

حضرت داؤدؑ نے فرمایا: کیا تو ان لوگوں کو پہچانتی ہو، جن کے ساتھ تیرا شوہر سفر پر گیا تھا۔

عورت نے جواب دیا: جی حضرتؑ! میں انھیں پہچانتی ہوں۔

جنابِ داؤدؑ نے فرمایا: زندہ ہیں یا مر گئے ہیں؟

اُس نے کہا: زندہ ہیں۔

حضرت داؤدؑ نے فرمایا: کیا مجھے ان سے ملواؤ گی؟

حضرت داؤد علیہ السلام جب ان لوگوں سے ملے تو اُنھوں نے اسی طرح سے سوالات کیے، اور اسی طرح سے فیصلہ کیا جیسے کہ آج میں نے اس نوجوان کے باپ کے بارے میں فیصلہ سنایا ہے اور خون بہا ان کے ذمہ لگایا۔

پھر جنابِ داؤدؑ نے اس عورت سے فرمایا: اے کنیزِ خدا! اب اپنے بیٹے کا نام بدل دو اور اس کا نام "عَاشَ الدِّینُ" رکھ دو (یعنی دین زندہ ہو گیا)۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے مولائے کائناتؑ سے عرض کی: یا حضرتؑ! اگر یہ جوان دعویٰ کرے کہ میرے والد نے ایک لاکھ دینار مرنے کے بعد چھوڑے ہیں اور یہ لوگ اُس کے دعویٰ کو جھٹلائیں اور کہیں کہ نہیں اس کے پاس تو بیس ہزار درہم تھے یا اس سے کم وبیش اس کا مال تھا تو آپؑ اس کا فیصلہ کیسے فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اس صورت میں ان لوگوں کی نامزد انگوٹھیاں لے کر اپنی انگوٹھی سے ملا دوں گا۔ پھر قرعہ کے نشان کو چلاؤں گا۔ جس کے نام پر جا کر قرعہ رُکے گا وہی سچا تصور ہوگا، کیونکہ قرعہ کا نشان منجانب خدا ہوتا ہے جو کبھی خطا نہیں ہوتا۔

اس وقت جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی اُتاری اور ان لوگوں کی انگوٹھیاں بھی لے لیں۔ پھر سب انگوٹھیوں کو ملا دیا۔ پھر فرمایا: قرعہ کے تیر کو چلاؤ اور جو شخص بھی میری انگوٹھی باہر نکال لے گا تو وہی سچا ہوگا، کیونکہ یہ قرعہ اندازی من جانب خدا ہے اور خدا کا فیصلہ غلط نہیں ہوتا اور ساتھ ہی آپؑ نے فرمایا کہ جب کسی بات میں اختلاف ہو تو قرعہ اندازی سے اس کا فیصلہ کیا کرو۔

غالیوں کی جماعت

ذخائر العقبیٰ میں عبداللہ بن شریک عامری اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میرے والد نے جناب مولائے کائناتؑ سے عرض کی: یاامیرالمومنینؑ! مسجد میں موجود لوگوں کی ایک جماعت ہے جن کا خیال واعتقاد ہے کہ آپؑ ان کے پروردگار ہیں۔

آپؑ نے ان سب لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ آ گئے تو آپؑ نے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟

اُنھوں نے کہا: یَامَوْلَانَا اَنْتَ رَبُّنَا، خَالِقُنَا وَرَازِقُنَا "مولا! آپؑ ہمارے رب ہیں، ہمارا خیال ہے کہ خالق ورازق بھی آپؑ ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، مجھے دیکھتے نہیں کہ میں تمہاری ہی طرح کھاتا پیتا ہوں۔ بندہ اگر خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے تو اللہ ثواب اور جزا دیتا ہے اور خدا کی نافرمانی سے ڈرنا چاہیے کہ خدا کی نافرمانی اس کے عذاب کا موجب بناتی ہے۔ تم لوگ خدا سے ڈرو، اور مجھے خدا نہ کہو۔ اپنے اس خیال سے توبہ کرو۔ لیکن وہ لوگ اپنے نظریے اور اعتقاد پر ڈٹے رہے۔

جناب امام المتقینؑ نے انھیں مسجد سے نکال دیا۔ دوسرے دن پھر یہ لوگ مسجد میں آئے۔ جناب امیرؑ نے خدا کے خوف اور عذاب سے ڈرایا اور نصیحت بھی کی، لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: تم سب گمراہ ہو گئے ہو۔

تیسرے روز پھر وہ لوگ آئے مگر وہ اپنے اعتقاد اور نظریہ پر اُسی طرح قائم تھے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم ان باتوں سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمہیں بُری طرح قتل کر دوں گا۔ لیکن جب مولائے کائناتؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے نظریات سے

ذرا برابر بھی نہیں بدلے تو آپؑ نے اپنے غلام قنبرؓ سے فرمایا کہ ایک بڑا گڑھا کھودا۔ وہ گڑھا مسجد اور قصر الامارہ کے درمیان کھودا گیا اور ان غالیوں کو اس گڑھے میں پھینک کر اُوپر سے آگ لگا دی گئی۔

اُصولِ کافی میں اِس روایت کے بارے لکھا گیا ہے کہ وہ لوگ قبائل ہندسے تھے اور تقریباً ستر کے قریب افراد تھے۔

طلحہ کی زرہ

حجۃ الاسلام کلینیؒ نے اُصولِ کافی میں اپنی سند سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام مسجدِ کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ تمیمی بروایت دیگر ایک مرد یہودی وہاں سے گزرا۔ اس نے حضرت طلحہ کی وہ زرہ پہن رکھی تھی جو جنگِ جمل کے دن بیت المال سے چرائی گئی تھی۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: یہ زرہ تو طلحہ کی ہے۔ تمیمی نے انکار کیا اور کہنے لگا: قاضی شریح جو آپؑ کا مقرر کردہ قاضی ہے۔ وہی ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

جنابِ امیرؑ اس تیمی کو لے کر قاضی شریح کے پاس پہنچے اور فرمایا: یہ زرہ طلحہ کی ہے جو جنگِ جمل کے دن چرائی گئی تھی۔

قاضی شریح نے کہا: آپؑ اس کے گواہ پیش کریں۔

جناب سید الصادقینؑ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو بطورِ گواہ پیش کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؑ نے طلحہ کے بیٹے کو بطور گواہ پیش کیا۔

قاضی نے کہا: ایک شخص کی گواہی پر فیصلہ نہیں ہوتا۔ پھر بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول بھی نہیں ہوتی۔

جناب امیر المومنینؑ نے قنبرؓ کو بلایا اور اُس نے گواہی دی کہ حقیقتاً یہ زرہ طلحہ کی

ہے جو جنگِ جمل کے دن بیت المال سے غائب ہوگئی تھی۔

قاضی شریح کہنے لگا: غلام کی گواہی قابلِ قبول نہیں اس لیے اس گواہی پر فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

جناب شیر خدا علی ابن ابی طالبؑ کو غصہ آ گیا اور قنبرؓ سے فرمایا: اس شخص سے زرہ لے لو، کیونکہ یہ وہ قاضی ہے جس نے ایک فیصلہ میں تین غلطیاں کی ہیں۔

قاضی شریح نے کہا: یاامیرالمومنینؑ! اب میں کبھی بھی فیصلہ نہیں کروں گا جب تک آپؑ مجھے میری تینوں غلطیوں کے بارے میں بیان نہیں کریں گے جو مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔

جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: افسوس صد افسوس! اب تو غلطیاں بھی پوچھتا ہے۔ حالانکہ میں نے تجھے آ کر بتایا ہے کہ یہ زرہ طلحہ کی ہے جو جنگِ جمل کے دن چرائی گئی تھی۔ تیری یہی غلطی ہے کہ تو نے گواہ مانگے، حالانکہ سرکار دو عالمؐ کا فرمان ہے: ''چرایا ہوا مال جہاں بھی دیکھو اسے حاصل کرلو۔ گواہ لانے کی ضرورت نہیں''۔ شاید تو نے یہ حدیث سنی نہیں۔

دوسری غلطی یہ کہ تو نے گواہ مانگے، میں نے بیٹے کو گواہی کے لیے پیش کیا تو نے اس کی گواہی کو رد کر دیا حالانکہ سرکار دو جہاںؐ ایک گواہ سے قسم لے کر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

تیسری غلطی تیری یہ ہے کہ میں نے اپنے غلام قنبرؓ کو پیش کیا تو نے اسے غلام کہہ کر رد کر دیا حالانکہ اگر غلام عادل ہو تو اس کی گواہی قابلِ قبول ہے۔ یہ تین تیری غلطیاں ہیں جو تو نے ایک فیصلہ میں کی ہیں۔

ان تمام سے الگ تجھے اتنا بھی احساس نہیں ہوا کہ جو مسلمانوں کا امام اور پیشوا ہوتا ہے وہ مسلمانوں کے معاملات میں امین بھی ہوتا ہے اور معتمد بھی۔

ابن طلحہ کی روایت کے مطابق مولائے کائنات علیہ السلام نے اسے معزول کر دیا اور وہ قاضی پچیس روز تک کوفہ سے غائب رہا۔

لَا شَے کے معنی

ابن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں کہ بادشاہِ روم نے بادشاہِ شام کو ایک خط لکھا جس میں اُس نے کئی مسائل دریافت کیے۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ لَا شَے کا معنی کیا ہے؟

بادشاہِ شام سوچ بچار میں پڑ گیا۔ عمرو بن عاص نے اسے ترکیب بتائی کہ ایک خوبصورت موٹا تازہ گھوڑا کسی کو دے کر جناب علی ابن ابی طالبؑ کے لشکر میں بھیج دے اور گھوڑا لے کر جانے والا کہے کہ میں نے یہ گھوڑا بیچنا ہے۔ جب وہ پوچھیں کہ اس کی قیمت کیا ہے تو کہے کہ اس کی قیمت لاشے ہے۔ اس وقت مسئلہ واضح ہو جائے گا کہ علی ابن ابی طالبؑ اس کی کیا قیمت دیتے ہیں؟

معاویہ کو یہ تدبیر پسند آئی، گھوڑا دے کر ایک شخص کو سمجھایا اور لشکر کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ لشکر کے سامنے گیا تو کہنے لگا: میں نے یہ گھوڑا بیچنا ہے۔ کسی نے پوچھا: اس کی قیمت کیا ہے؟ اُس شخص نے کہا: اس کی قیمت لاشے ہے۔

اُس شخص کو مولا علی علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: قنبرؓ اس سے گھوڑا لے لو۔ بیچنے والے شخص نے کہا: پہلے اس کی قیمت لاشے تو ادا کرو۔

جناب امیر کائنات علی علیہ السلام نے گھوڑا بیچنے والے شخص کا ہاتھ پکڑا اور سامنے ریگستانی صحرا میں لے گئے اور فرمایا: سامنے کیا ہے؟

اُس نے کہا: سراب ہی سراب ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہی تیرے گھوڑے کی قیمت ہے، جا کر وصول کر لو۔

وہ شخص کہنے لگا: یا امیرؑ! یہ کیا ہے؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تونے قرآن نہیں پڑھا کہ ارشاد رب العزت ہے:

يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا

''اور پیاسا اسے دیکھ کر پانی تصور کرے اور جب اس کے قریب پہنچے تو کچھ نہ پائے''۔ (سورۂ نور، آیہ ۳۸، پارہ ۱۸)

اُونٹ کا جھوٹا دعوے دار

علامہ مجلسی نے کتاب بحارالانوار میں عمار یاسرؓ سے روایت لکھی ہے کہ عمارؓ کا کہنا ہے کہ میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے پاس موجود تھا کہ اچانک شوروغوغا کی آواز بلند ہوئی۔

جناب مولا علی علیہ السلام نے مجھے فرمایا: عمارؓ جاؤ اور میری تلوار ذوالفقار لے کر آؤ۔

عمارؓ کہتا ہے کہ میں تلوار لے کر حاضر ہوا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: عمارؓ! باہر جاؤ اور دیکھو ایک مرد ایک بڑھیا کا گریبان پکڑے کھڑا ہے اور اس بڑھیا سے اُونٹ چھیننا چاہتا ہے۔ جاؤ اور اسے منع کرو۔

عمارؓ کہتا ہے کہ میں باہر آیا، دیکھا واقعاً ایک شخص اُونٹ کی مہار تھامے کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اُونٹ میرا ہے اور وہ بے چاری عورت فریاد کر رہی تھی کہ یہ اُونٹ میرا ہے۔

عمارؓ کہتا ہے کہ میں نے اس شخص سے کہا: جناب امیرالمومنینؑ کا حکم ہے کہ اس اُونٹ کو چھوڑ دے۔ یہ اُونٹ عورت کا ہے، لہٰذا اس کی مہار چھوڑ کر اسے اس عورت کے حوالے کر دے۔

وہ بولا: جاؤ اور جا کر علی علیہ السلام سے کہہ دو، بصرہ میں تونے کیا کم قتل عام کیا

ہے جواب میرا اُونٹ چھین کر بڑھیا کو دینا چاہتا ہے۔ یہ عورت جھوٹی ہے۔ یہ اُونٹ میرا ذاتی مال ہے، میں اسے ہرگز نہیں دوں گا۔

عمارؓ کہتا ہے کہ میں خاموش ہو کر واپس آیا، دیکھا کہ جناب مولائے کائنات باہر آ رہے ہیں اور ان کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار نمودار ہیں۔

آپؑ نے اس مرد کے پاس پہنچ کر حکم دیا۔ اس عورت کا اُونٹ چھوڑ دو۔ وہ چور کہنے لگا: یہ اُونٹ میرا ہے۔ یہ عورت جھوٹی ہے۔ اگر اس کے پاس گواہ ہیں تو حاضر کرے۔

جناب سید الصادقین علی علیہ السلام نے فرمایا: ملعون تو جھوٹا ہے، اُونٹ اس ضعیفہ کا ہے۔

چور کہنے لگا: اگر یہ عورت اپنا کوئی گواہ لے آئے تو میں اُونٹ دے دوں گا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تو گواہ کی بات کرتا ہے آج ایسا گواہ پیش کیا جائے گا کہ اہلِ کوفہ میں سے کوئی بھی اس کی گواہی کو نہ جھٹلا سکے گا۔

پھر آپؑ نے اُونٹ سے فرمایا: اے حیوان! گواہی دے کہ تیرا مالک کون ہے؟ یہ مرد تیرا مالک ہے یا کہ عورت؟

حکم مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ تھا کہ اُونٹ فصیح زبان میں بولا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اُونٹ نے بعد سلام عرض کی کہ عرصہ نو سال سے میں اس بڑھیا عورت کی ملکیت ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: جا اپنا اُونٹ گھر لے جا اور اپنا کام کر۔ پھر اپنی تلوار کو نیام سے نکالا اور ایک ہی ضربت سے اس ملعون کے دو ٹکڑے کر دیئے اور یوں وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔

یہ منکروں سے محبت کبھی نہیں کرتی
یہ بات سچ ہے رعایت کبھی نہیں کرتی
جلاتی رہتی ہے دوزخ علیؑ کے منکر کو
یہ انتظارِ قیامت کبھی نہیں کرتی

ولائے علیؑ!

بحارالانوار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کا دورِ حکومت تھا کہ میں حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ داخلِ مسجد ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک حبشی غلام بھی تھا۔ جس کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ وہ لوگ کہنے لگے: یا علیؑ! اس جوان نے چوری کی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا: اے جوان! تو بتا کیا تو نے چوری کی ہے؟

نوجوان نے کہا: ہاں، یا علیؑ!

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، اگر دوسری دفعہ ایسا اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ سوچ لے کیا کہہ رہا ہے۔

نوجوان نے کہا: یا مولاؑ! میں آپؑ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا، اس لیے اقرار کرتا ہوں کہ میں نے چوری کی ہے۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں اُٹھا کر جا رہا تھا اور اُس کا تازہ خون بہہ رہا تھا تو راستے میں اُس کی ملاقات ابن میکشری سے ہوئی۔ اُس نے پوچھا: کس نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے؟

کہنے لگا: میرا ہاتھ وصیوں کے سردار، چمکتے چہرے والوں کے آقا، عزت و عظمت کے مالک امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے کاٹا ہے۔ وہ علیؑ جو بتولؑ کا شوہر

ہے، ابا الحسن مجتبیٰ بھی ہے اور مرتضیٰ بھی۔

وہ نوجوان اسی طرح جناب امیرؑ کی شان میں فضائل پڑھتا گیا۔ ابن کویکر کہنے لگا: عجیب شخص ہے، علیؑ نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو اُن کے فضائل و مناقب پڑھ رہا ہے؟

وہ نوجوان کہنے لگا: جناب علی علیہ السلام نے میرا ہاتھ تو میری غلطی کی وجہ سے کاٹنے کا حکم دیا جو میری اپنی شرعی سزا تھی، جو مجھے ملی ہے، لیکن وصی الرسولؐ، امام المتقینؑ، خیرالمومنین جناب ابا الحسن علیہ السلام کی تعریف کرنا میری اِسی محبت کا اظہار ہے جو ولائے علیؑ! میرے خون و گوشت میں راسخ ہے۔

ابن کوا میشکری جناب امیر علیہ السلام کے پاس آیا، اور اس حبشی جوان کے ساتھ ہونے والی گفتگو آپؑ کو سنائی۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے پتہ نہیں میرے دوست اور محب ایسے بھی ہیں کہ اگر میں تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دوں تب بھی وہ میری محبت نہیں چھوڑیں گے اور اسی طرح میرے دشمن بھی ایسے ہیں کہ میں ان سے کتنا بھی حسنِ سلوک روا رکھوں، ان کی دشمنی بڑھتی ہی جائے گی۔

پھر فرمایا: حسنؑ بیٹا! جاؤ اور اس حبشی جوان کو بلا کر لاؤ۔

جب وہ نوجوان پھر مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا: اے جوان! میں نے تیرے ہاتھ کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔ پھر بھی تو میری تعریف کر رہا ہے۔

حبشی جوان نے عرض کی: مولاؑ! آپؑ کی محبت میرے جسم و جان میں راسخ ہے۔ اس لیے میں آپؑ کی تعریف کرتا رہوں گا۔ جو آپؑ نے میرا ہاتھ کاٹا ہے وہ تو میری اپنی غلطی اور جرم کی سزا ہے۔ اس سے مجھے عذابِ آخرت سے نجات مل گئی ہے۔

جب ولی المومنینؑ، سید الصادقین جناب علی علیہ السلام نے اس نوجوان کی محبت کو اہلِ بیتؑ کے لیے اس قدر مستحکم پایا تو فرمایا: اپنا کٹا ہوا ہاتھ اِدھر لے آ۔ جناب امیرؑ نے وہ کٹا ہوا ہاتھ لیا اور اُسے ہاتھ کی جگہ پر رکھا اور اُس پر پٹی باندھ دی اور اُسے اپنی عبا کے دامن سے ڈھانپ دیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا فرمائی۔ جب آپؑ نماز اور دُعا سے فارغ ہوئے تو عبا کا دامن ہٹایا۔ دیکھا تو ہاتھ اپنی جگہ پر صحیح و سالم تھا۔

وہ حبشی جوان اپنی جگہ سے اُٹھا اور بے ساختہ کہنے لگا:

اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ وَبِعَلِيٍّ الَّذِيۡ رَدَّ الۡيَدَ الۡمَقۡطُوۡعَةَ بَعۡدَ تَخۡلِيۡتِهَا مِنَ الزَّنۡدِ

"میں اللہ اور رسول محمد مصطفیٰؐ پر ایمان رکھتا ہوں، اور اس علی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی پر میرا ایمان ہے جس نے کلائی سے کاٹے ہوئے ہاتھ کو دوبارہ درست کر دیا۔ جب ہاتھ پر ہاتھ مارا تو کٹا ہوا ہاتھ بھی درست تھا"۔

وہ حبشی نوجوان اُٹھا اور اپنا منہ مولائے کائنات علی علیہ السلام کے قدموں پر رکھا اور کہا:

بِاَبِيۡ اَنۡتَ وَاُمِّيۡ يَا وَارِثَ عِلۡمِ النُّبُوَّةِ

"اے نبوت کے علم کے وارث! میرے ماں باپ آپؑ کی ذات پر قربان ہوں"۔

ہیں پاسبانِ عظمتِ توحید مرتضیٰؑ
تسکینِ قلب و جاں کی ہیں تجدید مرتضیٰؑ
کرتے رہیں گے کفر کی تردید مرتضیٰؑ
ہیں آبروئے کشتیٔ اُمید مرتضیٰؑ

رہبر یہی ہیں بعد نبیؐ کائنات کے
لمحات معتبر ہیں سب اُن کی حیات کے

سو مرتبہ چوری کرنے کا اعتراف

بحارالانوار میں صفوۃ الاخبار کے حوالہ سے منقول ہے کہ قبیلہ بنوکندہ کے ایک شخص کو مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کے سامنے لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ وہ چور بے حد خوبصورت، بلند قد وقامت اور خوش لباس تھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا: تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے قبائلِ عرب میں اپنے حُسن و جمال، اچھی شخصیت اور اپنے بلند نسب کو چوری کرنے سے داغدار کردیا۔

وہ مجرم سر جھکا کر عرض کرنے لگا: یاامیرالمومنینؑ! خدا کے لیے مجھ پر مہربانی فرمائیں۔ میں نے اب تک چوری نہیں کی۔ یہ میری پہلی خطا ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ پہلی مرتبہ گناہ کرنے سے خدا تجھے رُسوا کرے، تو نے کئی مرتبہ پہلے بھی چوری کی ہوگی اور اب تو تیرا ہاتھ کاٹا ہی جائے گا۔

وہ چور پھر فریاد کرنے لگا: یاامیرالمومنینؑ! خدا کے لیے مجھ پر شفقت فرمائیں۔ میں تیرہ افراد کا واحد کفیل ہوں۔ میں ان کے لیے محنت مشقت کرنے کے قابل نہیں ہوں گا۔

جناب امیر علیہ السلام نے چند لمحات کے لیے سر جھکایا، پھر فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

چور نے مولائے کائناتؑ کا دامن پکڑ کر زاروقطار رونا شروع کر دیا اور منت سماجت کرنے لگا کہ یا مولاؑ! مجھ سے درگزر فرمائیں۔

مولی الموئنین علی ابن ابی طالبؑ نے تھوڑی دیر توقف کے بعد پھر فرمایا: تیرا ہاتھ کاٹنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

جب جلاد نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا تو وہ کہنے لگا: اس سے پہلے بھی میں ننانوے مرتبہ چوری کر چکا ہوں لیکن خدا نے میرے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا اور یہ آخری سو مرتبہ کی چوری تھی جواب ظاہر ہوگئی۔

چور کا یہ بیان جب جناب امیر الموئنین علی علیہ السلام نے سنا تو آپؑ نے فرمایا: اب تو تمہیں میری بات پر یقین آ گیا ہوگا کہ میں نے تمھیں کہا تھا کہ ایک مرتبہ گناہ کرنے پر خدا اتنی جلدی سزا نہیں دیتا اور تو بد بخت کہتا تھا کہ نہیں حضور یہ میری پہلی چوری اور خطا ہے۔

جب لوگوں نے یہ بات سنی تو جناب خیر الوصیین علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور محبت جناب ولی رسولؐ میں کہنے لگے:

یا امیرالمومنین وفقك الله وابقاء ك لنا فنحن بغیر ونعمة

"یا علیؑ! خدا آپؑ کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے، آپؑ کی بقاء میں ہماری خوشی اور سلامتی ہے"۔

چوری کرنا حرام ہے

اُصول کافی میں حارث بن حصیرہ سے منقول ہے کہ میں ایک حبشی کے پاس سے گزرا۔ وہ پانی کھینچ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا: تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

وہ کہنے لگا: مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے کاٹا ہے۔

میں نے پوچھا: کیوں کاٹا ہے؟ واقعہ کیا تھا؟

وہ کہنے لگا: ہم آٹھ چور تھے۔ ہمارا کام صرف چوری کرنا تھا۔ بالآخر ایک دفعہ ہم پکڑے گئے اور ہمیں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جناب سیدالصادقینؑ نے ہم سے پوچھا: تم نے چوری کی ہے؟ ہم ان کے سامنے چوری کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے اور اقرار کرلیا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم تھا کہ چوری کرنا فعلِ حرام ہے؟

ہم نے کہا: جی امیرالمومنینؑ! ہمیں علم تھا کہ چوری کرنا حرام ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے حکم دیا انھیں لے جاؤ اوران کے ہاتھ قلم کردو۔ جلاد نے ہمارے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ دیں البتہ انگوٹھا اور ہتھیلی کو نہیں کاٹا۔ پھر جناب امیرؑ ہمیں اپنے مہمان خانہ میں لے گئے، روغن اور شہد کے کھانے سے ہماری تواضع کی گئی اور اتنے تک ہمیں اپنے پاس رکھا کہ ہمارے زخم درست ہوگئے۔ پھر جب ہم رخصت ہوئے تو مولائے کائناتؑ نے ہمیں ایک ایک لباس بھی دیا اور ساتھ یہ فرمایا: تم اپنے گناہ سے تائب ہوجاؤ تو خداوند کریم تمہیں مقامِ بہشت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم اپنے گناہ پر قائم رہے تو اسی کٹے ہوئے ہاتھ کو لیے ہوئے جہنم میں جاؤ گے۔

جناب حسن علیہ السلام فرماتے ہیں: (روایت جناب صدوق، کتاب نصوص الائمۃ بسلسلہ اسناد جناب امام حسنؑ بن علیؑ) ”میں نے جناب رسولؐ اللہ کو امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ سے کہتے سنا: تم میرے علوم کے وارث ہو، میری حکمتوں کے معدن ہو، میرے بعد امامؑ ہو“۔

مولائے کائنات جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: ”اپنے نفوس کو قابو میں رکھو، یہ شتر بے مہار ہیں۔ اگر تم ان کے کہنے پر چلو گے تو یہ بدترین مقام پر لے جائیں گے۔ خواہشاتِ نفسانی پر غالب رہو، ان سے لڑتے رہو۔ اگر ان کی پیروی کروگے تو وہ تمہیں ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دے گی“۔

چوری کی جھوٹی گواہی

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ دو لوگ ایک شخص کو پکڑ کر لائے اور جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اس شخص نے ہماری زرہ چرائی ہے۔

وہ شخص کہنے لگا: یا امیرؑ! میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے چوری نہیں کی ہے۔ قسم بخدا!! اگر رسولِؐ خدا زندہ ہوتے تو میرا ہاتھ ہرگز نہ کاٹتے۔

مولائے کائناتؑ نے پوچھا: وہ کیوں نہ تمہارا ہاتھ کاٹتے؟

وہ کہنے لگا: کیونکہ سرکارِ دوعالم کو خداوند کریم بذریعہ وحی خبر دیتا کہ میں چور نہیں ہوں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ان دونوں گواہوں سے فرمایا: خوفِ خدا کرو، تم ایک مسلمان شخص کا ہاتھ کیوں کٹوانا چاہتے ہو؟

جناب امیر علیہ السلام نے انھیں حلف دلا کر فرمایا: اگر تمہیں واقعاً علم ہے کہ یہ شخص چور ہے تو تم دونوں اس کو لے جاؤ۔ ایک اس کا ہاتھ پکڑے اور دوسرا اس کا ہاتھ کاٹ دے۔ وہ دونوں اس شخص کو اس مقام پر لائے جہاں سزا کا اطلاق ہوتا تھا۔ جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو انھوں نے اس شخص کو وہاں چھوڑ دیا اور خود بھاگ گئے۔ ان کے جانے کے بعد وہ شخص مولائے کائناتؑ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا:

یا امیرؑ! ان دونوں نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ میں بے گناہ تھا۔ انھوں نے میرے خلاف جھوٹی گواہی دی تھی۔ حضور! اگر یہ سچے ہوتے تو نہ تو مجھے چھوڑتے اور نہ ہی اس طرح سے فرار ہوتے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اب اگر کوئی شخص انہیں پکڑ لائے تو میں انھیں جھوٹی گواہی کی سزا دوں گا۔ مناقب میں بھی یہی روایت موجود ہے۔

نے چوری کی تو پکڑا گیا اور لوگ اسے پکڑ کر جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے دو مرتبہ چوری کی ہے۔

جناب مولائے کائناتؑ نے حکم فرمایا کہ اس کا دایاں ہاتھ پہلی چوری کے لیے اور بایاں ہاتھ دوسری مرتبہ چوری کے لیے کاٹا جائے۔ یہ فیصلہ آپؑ نے اس لیے سنایا کیونکہ گواہوں نے اس کے خلاف ایک ہی مقام پر دو مرتبہ چوری کی گواہی دی۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ دونوں گواہ پہلی چوری کی گواہی دیتے اور خاموش ہو جاتے تو میں اس کا ہاتھ کاٹتا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد اگر دوسری گواہی ملتی تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جاتا۔

جھوٹی گواہی کی دیت

وافی میں ہے کہ کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے۔ امامؑ نے حکم دیا کہ اس چور کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اس کے بعد وہی لوگ ایک دوسرے مرد کو لے کر آئے اور کہا کہ وہ شخص چور نہیں اصل چور یہ ہے اور ہمیں پہلے چور کے بارے غلطی ہوئی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فیصلہ سنایا کہ جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اس کی تم دیت ادا کرو اور دوسرے چور کے بارے میں تمہاری گواہی قبول نہیں ہے۔

دو غلام جو چور تھے

اُصولِ کافی اور وافی رسائل کتاب میں "چوری کے احکام کے باب" میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو غلاموں نے بیت المال سے چوری کی۔ ایک شخص ان میں بیت المال ہی کا غلام تھا اور دوسرا شخص ایک دوسرے مرد کا غلام تھا۔

امام المتقین علی ابن ابی طالبؑ نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ وہ شخص جو

بیت المال کا غلام ہے وہ بھی باقی مال کی طرح مالِ خدا ہے اور مالِ خدا نے مالِ خدا میں سے چوری کی ہے، لہٰذا اس پر تو کوئی حد نہیں۔ البتہ دوسرا غلام جو ایک شخص کا غلام تھا اس کو بلایا اور اس کا ہاتھ بطورِ سزا کاٹ دیا اور فرمایا: اس کی اُس وقت تک خدمت اور تواضع کی جائے جب تک کہ اس کا زخم درست نہ ہو جائے۔

دھوکے باز دایہ

کتاب وسائل کے باب ضمان میں منقول ہے کہ ایک دایہ نے ایک عورت کا شیر خوار بچہ دھوکہ دہی سے دوسری عورت کو دے دیا اور کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ عورت بچہ لے کر کہاں چلی گئی ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے حکم دیا کہ دایہ بچے کی دیت کی ضامن ہے، اور بچے کے والدین کو دیت ادا کرے کیونکہ اس عورت نے بچے کو ماں سے جدا کیا ہے۔

مرضیِ امام پر سزا یا معافی کا اطلاق ہے

شیخ صدوق سے نقل ہے کہ ایک شخص مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے اعتراف کیا کہ وہ چور ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو قرآن پڑھ سکتا ہے؟

وہ کہنے لگا: جی ہاں، سورۂ بقرہ پڑھ سکتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: جاؤ میں نے تجھے سورۂ بقرہ کی وجہ سے معاف کیا۔

اشعث بن قیس کہنے لگا: یا امیرؑ! اس پر تو حد لازم تھی، کیا آپؑ نے حدِ خدا کو معطل نہیں کیا؟

آپؑ نے فرمایا: شاید تجھے معلوم نہیں ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ اگر کوئی شخص رو اعتراف جرم کرے تو امام کی مرضی مجرم کو سزا دے یا معاف کر دے۔ ہاں البتہ اگر

دو گواہ اس کے جرم کی گواہی دیں تو امامؑ ضرور اسے سزا دے گا اور کوئی معافی نہیں ہے۔

چور سزا سے بچ گیا

ایک چور نے چوری کی، لیکن چرایا گیا سامان اُس کے گھر سے باہر نہ لے جا سکا اور پکڑا گیا۔ جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کیونکہ اس نے سامان گھر سے باہر نہیں نکالا تھا۔

راہزنوں کی حد بندی

عجائب احکام میں یہ روایت ہے جو راہزنوں کی حد بندی کے بارے میں ہے کہ راہزن تین قسم کے ہوتے ہیں:

پہلی قسم، وہ راہزن جو لوگوں سے اموال بھی لوٹتے ہیں اور پھر انھیں قتل بھی کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی سزا قتل یا پھانسی ہے۔

دوسری قسم: وہ ڈاکو یا لٹیرے جو لوگوں کا صرف مال و اسباب لوٹتے ہیں، قتل نہیں کرتے، ان کی سزا یہ ہے کہ ان کا دایاں ہاتھ یا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

تیسری قسم: وہ راہزن جو مال و اسباب لوٹتے ہیں اور نہ ہی کسی کو مارتے ہیں، بلکہ صرف مسافروں کے ڈر اور خوف کا باعث ہوتے ہیں ان کے خوف سے لوگ بدامنی کا شکار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ سزا ہے کہ ان کو مسلمانوں کے علاقوں سے علاقہ بدر کر دیا جائے۔ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک، پھر وہاں سے دوسرے علاقہ تک، حتیٰ کہ یہ مسلمانوں کے علاقوں سے نکل جائیں یا پھر توبہ کر لیں۔ اگر یہ مشرکین کے علاقہ میں بھی پہنچ جائیں تو پھر توبہ کے بغیر انھیں وہاں سے واپس نہ لایا جائے۔ اگر مشرکین ان سے مل کر سرکشی کا مظاہرہ کریں تو ان سے جہاد کیا جائے۔

سورۂ مائدہ کی آیت ہے:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِى الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

''بس خدا اور رسولؐ سے جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا یہی ہے کہ انھیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے قطع کر دیئے جائیں یا انھیں ارض وطن سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دُنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں عذاب''۔

(سورۂ مائدہ، آیت ۳۲، پارہ ۶)

مجمع البیان میں اس آیت مجیدہ کے ذیل میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنگ و جدل کرنے والے کی سزا اس کے فعل و کرتوت کے مطابق ہے۔ اگر وہ کسی کو قتل کرے تو پھر اسے بھی قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے، اور اگر صرف مال و اسباب لوٹے تو پھر اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے قطع کیے جائیں اور اگر صرف راستہ میں خوف و ہراس پھیلائے تو پھر اس کو شہر بدر کیا جائے، اس کے لیے یہی سزا ہی کافی ہے۔

ایک عورت کی میراث کی تقسیم

ابن طلحہ کتاب مطالب السؤال میں بیان کرتا ہے کہ مولائے کائناتؑ کے زمانۂ خلافت میں ایک عورت وفات پا گئی۔ اس کے ورثا میں سے شوہر کے علاوہ اس کے دو چچازاد بھائی تھے۔ ان چچازاد بھائیوں میں سے ایک اس کا مادری بھائی تھا۔ قاضی شریح نے فیصلہ دیا کہ عورت کی آدھی میراث شوہر کو اور باقی نصف میراث اس

کے چچازاد بھائی کو ملے گی، جو اس کا مادری بھائی ہے۔ اور دوسرا چچازاد اس کی میراث سے محروم رہے گا۔

جب قاضی شریح کا یہ فیصلہ مولائے کائنات جناب علی ابن ابی طالبؑ تک پہنچا تو آپؑ نے فرمایا: اے شریح! یہ فیصلہ تم نے کیا ہے؟

قاضی شریح کہنے لگا: میں نے یہ فیصلہ قرآن کی رُو سے کیا ہے کیونکہ اس کا وہ چچازاد بھائی جو اِس کا مادری بھائی بھی تھا، اِس کی ماں اور باپ دونوں کی میراث کے حصے میں نے اسے دیئے لہٰذا وہ دو حصوں کا مالک ہوگا۔

وصی رسولؐ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (سورۂ نساء، آیت ۱۲)

''اور اگر کوئی مرد یا عورت اپنے کلالہ (مادری بھائی یا بہن) کا وارث ہوتا ہے، اور ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو ہر ایک کے لیے چھٹا حصّہ ہے''۔

اس آیت میں جو فرمانِ الٰہی ہے اُس کے مطابق آدھی میراث شوہر کو ملے گی اور دو چچازاد بھائیوں میں سے جو مادری بھائی ہے اسے تیسرا حصّہ ملے گا۔ دوسرے چچازاد کو مال کا چھٹا حصّہ ملے گا اور اس کی میراث کا مال اس تقسیم کے مطابق دیا جائے گا۔

خنثیٰ کا حصّہ میراث

ابراہیم بن محمد ثقفی نے اپنی کتاب ''غارات'' میں حسن بن بکر بجلی سے روایت بیان کی ہے کہ ہم ''مسجد رحبہ'' کے صحن میں جناب مولائے کائناتؑ کے ساتھ بیٹھے

ہوئے تھے کہ کچھ لوگ اندر آئے اور جناب امیر علیہ السلام کو سلام کیا۔

جناب امیرؑ نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا: تم اہلِ جزیرہ سے ہو یا اہلِ شام سے؟

وہ کہنے لگے: یاامیر المومنینؑ! ہمارا تعلق شام سے ہے اور ہمارا باپ انتقال کر گیا ہے۔ اس کی میراث بہت زیادہ ہے۔ ورثا میں مرد اور عورتیں ہیں، لیکن ان میں ایک خنثیٰ بھی ہے اور اس کے اعضاء مرد کی طرح بھی ہیں اور عورت کی طرح بھی۔ وہ ہم سے مردوں کے حصّے کا مطالبہ کرتا ہے لیکن ہم اُسے مردوں کے برابر حصّے کی وراثت نہیں دینا چاہتے ہیں۔ آپؑ فیصلہ فرمائیں۔

جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: جا کر پہلے یہ معلوم کرو کہ وہ مردوں کی طرح پیشاب کرتا ہے کہ عورتوں کی طرح۔ اگر مردوں کی طرح پیشاب کرے تو میراث کا حصّہ مردوں جیسا اسے ملے گا اور اگر عورتوں کی طرح پیشاب کرے تو میراث کا حصّہ عورتوں کے برابر ملے گا۔

اس قسم کی ایک روایت ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی نقل کی ہے کہ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: خنثیٰ کی میراث کے وقت اِس کے مخرج بول کا پوچھا جائے گا۔

مردوں کی طرح پیشاب کرے تو حصّہ مردوں جیسا اور اگر عورتوں کی طرح کرے تو حصّہ عورتوں جیسا ملے گا۔ اور اگر ہر دو مقامات سے پیشاب آتا ہو تو جس مقام سے پہلے پیشاب خارج ہو، اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر دونوں مقامات سے اکٹھا پیشاب خارج ہو اور اکٹھا رُک بھی جائے تو اسے عورت اور مرد دونوں کا حصّہ لے گا۔ اسی سے ملتی جلتی روایت اسحاق بن عمارہ نے بھی نقل کی ہے۔

ماں سے شادی

ابن طلحہ نے مطالب السؤال میں اور ابن شہر نے مناقب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے کوفہ آنے کے بعد تمام قبائل کے لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک وہ نوجوان بھی تھا جو اکثر اوقات بوقتِ جہاد آپؑ کے ہمرکاب رہتا تھا۔ اس نے قبائلِ عرب کی ایک عورت سے شادی کر لی تھی اور اب کوفہ میں رہائش پذیر تھا۔

ایک روز جناب امیر علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھائی اور آپؑ نے اس نوجوان سے فرمایا: فلاں محلّہ میں جاؤ اور فلاں مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو اُس گھر کے اندر سے ایک مرد اور عورت کی ایک دوسرے سے بلند آواز سے جھگڑنے کی آوازیں سنو گے۔ تم جاؤ اور ان دونوں کو فوراً میرے سامنے حاضر کرو۔

نوجوان چلا گیا تو واقعاً وہ دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ وہ ان دونوں کو پکڑ کر جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔ جناب مولائے کائنات نے پوچھا: تمہارے درمیان یہ کیسا جھگڑا ہے؟

وہ نوجوان کہنے لگا: یا امیرؑ! میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے۔ جب خلوت اور تنہائی کا وقت آیا تو میرے دل میں اس کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ میرے دل نے چاہا کہ میں راتوں رات اس کو اپنے گھر سے نکال دوں یا اِس ... جاؤں۔ اسی وجہ سے اب تک ہمارے درمیان جھگڑا ہو رہا ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو مجمع عام میں نہیں کی جاتیں لہٰذا تمام لوگ باہر چلے جائیں تاکہ میں حقیقت واضح کر سکوں۔

لوگ باہر چلے گئے، سوائے اُس عورت اور مرد کے۔ پھر جناب سید الصادقینؑ

نے عورت سے فرمایا: اس نوجوان کو پہچانتی ہے؟

عورت نے کہا: نہیں جناب امیرؑ۔

مولا علیؑ نے فرمایا: اگر میں تجھے اس کی حقیقت بتاؤں تو انکار تو نہیں کرے گی؟

عورت نے کہا: نہیں حضور! میں انکار نہیں کروں گی۔

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو فلاں شخص کی بیٹی ہے، تیرا ایک چچازاد بھائی تھا کہ جس سے تو محبت کرتی تھی اور وہ تجھ سے محبت کرتا تھا لیکن تیرے باپ کو وہ لڑکا پسند نہ تھا، اس لیے وہ تیرا نکاح تیرے چچازاد سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تیرے باپ نے اسے اتنا دُور کر دیا تھا کہ تم ایک دوسرے سے مل ہی نہ سکو۔

عورت نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! واقعاً بات اسی طرح ہے جو آپؑ نے فرمائی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ایک رات تو رفع حاجت کے لیے باہر گئی تو اچانک تیرا چچازاد آ گیا اور اس نے تجھے بدکاری پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد تو حاملہ ہو گئی۔ اپنی ماں کو تو تو نے یہ راز بتا دیا لیکن اپنے باپ سے اس معاملے کو پوشیدہ رکھا۔ جب تیرا بچہ پیدا ہوا تو تو نے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر گھر سے باہر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

اس وقت ایک کتا بچے کے پاس آ گیا، اور اس کی بو سونگھنے لگا۔ تو نے ایک پتھر اُٹھا کر اس کتے کو مارا، لیکن وہ پتھر کتے کو لگنے کے بجائے بچے کے سر پر جا کر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ تو اور تیری ماں دوڑ کر بچے کے پاس گئیں اور تیری ماں نے اس کے زخم پر پٹی باندھی اور پھر بچے کو وہیں چھوڑ دیا۔ البتہ تو نے دستِ دُعا بلند کیے اور یہ دعا مانگی: ”اے اللہ! اس کی حفاظت فرما کہ تو امانت کی حفاظت کرنے والا ہے“۔

جب اس عورت نے یہ سب باتیں سنیں تو خاموش ہو گئی۔ جناب ابا الحسن علیہ

السلام نے فرمایا: اب تو بتا کہ حقیقت کیا ہے؟

عورت کہنے لگی: یا مولاؑ! جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے: سچ ہے لیکن اس راز کا علم سوائے میری ماں کے اور کسی کو نہیں تھا۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ نے یہ تمام عطا کیا ہے۔ آخر کار اللہ کریم جو حافظ و ناصر ہے اُس نے تیرے بچے کو اپنے حفظ و امان میں رکھا، اور صبح سویرے ایک شخص نے اسے دیکھا تو وہ اُٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ وہاں اس کی تربیت کی۔ پھر یہ جوان ہوا، اور ان لوگوں کے ساتھ مل کر کوفہ آیا۔ پھر تیرے ساتھ اس کا عقد ہوا، حالانکہ یہ تیرا ہی بیٹا ہے۔ پھر آپؑ نے اس نوجوان سے فرمایا: اپنے سر سے کپڑا ہٹا جب نوجوان نے کپڑا ہٹایا تو اس کے زخم کی جگہ واضح نظر آ رہی تھی۔

پھر مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے اور خدا نے تمہیں ایک فعلِ بد سے محفوظ رکھا۔

اس واقعہ سے امام المتقین ولی المومنین علی علیہ السلام کی ولایت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور علم امامت اور فضائل و مناقب اور بزرگی کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

قال رسولُ اللّٰه: قال اللّٰه تعالٰی: لو اجتمع الناس کلھم
علٰی ولایة علی ما خلقت النار

"رسولؐ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اگر تمام لوگ علیؑ کی
ولایت پر جمع ہو جاتے تو میں جہنم کو پیدا نہ کرتا"۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِى
الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ

''اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور جو تم میں صاحبانِ امر ہیں''۔ (سورۂ نساء، آیت ۵۸)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ہم اطاعتِ خدا بھی سمجھے اور اطاعتِ رسول بھی مگر اطاعتِ اولوالامر کو نہیں سمجھے ہیں۔ تو سرکار دوعالم محمد مصطفیؐ نے ارشاد فرمایا: اے جابر! صاحبانِ امر کے پہلے علیؑ ہیں اور ان کے بعد گیارہ جو سب قریش سے ہوں گے۔ جس کا آخر میرا ہم نام مہدیؑ ہوگا جو ایسی اسلامی حکومت قائم کرے گا جو عدل اور انصاف پر مبنی ہوگی۔

خطبۃ البیان میں مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

انا صاحبِ نوح ومنجیه

''میں نوحؑ کا رفیق ہوں اور اسے نجات دینے والا ہوں''۔

انا صاحبِ ایوب المبتلیٰ ومنجیه وشافیه

''میں ایوبؑ مبتلائے رنج و بلا کا مصاحب ہوں اور انھیں بلاؤں سے نجات دینے والا اور عوارض میں شفا دینے والا ہوں''۔

انا صاحبِ یونس ومنجیه

''میں نے یونسؑ کی صحبت میں رہ کر انھیں نجات دی''۔

انا الذی وصلت نوحً فی سفینة انا الذی انجیت ابراهیمً ومونسه انا مونس یوسفً فی الحب ومخرجه انا صاحب موسیٰ والخضرً ومعلمهما

''میں وہ ہوں جس نے نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا، جو اس نے خود تیار کی تھی۔ میں وہ ہوں جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دی

اور اضطراب میں اس کا مونس رہا۔ میں وہ ہوں جو یوسفؑ کا کنویں میں انیس تھا اور اسے کنویں سے نکالا۔ میں موسیٰؑ کا مصاحب ہوں اور موسیٰؑ وخضرؑ کا معلم ہوں"۔

جلتے ہو کیوں علیؑ کے کمالات دیکھ کر
عزت خدا بھی دیتا ہے اوقات دیکھ کر

ملتی جو ایسے ولیوں کو ملتی نہ ذوالفقار
تلوار حق نے دی ہے مگر ہاتھ دیکھ کر

دوسر والا شخص

شیخ مفید "الارشاد" میں فرماتے ہیں: جب مولائے کائناتؑ خلافت ظاہری پر متمکن تھے کہ ان دنوں ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا، جس کے دو سر تھے۔ لوگ اُسے دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ یہ ایک شخص ہے یا یہ دو ہیں۔

یہ قصہ جناب امیر المومنین علیؑ کے دربار میں لایا گیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: جب یہ بچہ سو جائے تو آہستہ آہستہ ایک سر کو حرکت دو اور بیدار کرو۔ اگر ایک کے بیدار ہونے سے دوسرا بھی بیدار ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس کی روح ایک ہے اور یہ انسان بھی ایک ہے۔ اور اگر ایک بیدار ہو اور دوسرا ویسے کا ویسے ہی سوتا رہے تو یقیناً یہ دو انسان ہیں اور اس کو میراث کے بھی دو ہی حصے ملیں گے۔

قتلِ خطا پر اشتباہ کا حکم

کتاب "عجائب احکام امیر المومنینؑ" میں اور شیخ مفید نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ چار افراد نے شراب پی اور نشے کی حالت میں چھری کے ساتھ ایک

دریائے فرات میں ڈوبنے والے کی دیت

کتاب "عجائب احکام" میں مذکور ہے کہ چھ بچے دریائے فرات میں نہا رہا تھے۔ پانی میں کھیل کود کے دوران ان میں سے ایک بچہ دریا میں ڈوب گیا۔ تین افراد نے اس کے بارے گواہی دی کہ فلاں دوافراد نے اس بچے کو ڈبویا ہے لیکن اُن دوافراد نے گواہی دی کہ ان تینوں نے اِسے دریا میں غوطہ دیا ہے۔

یہ معاملہ جب جناب مولائے کائنات قاضی دین رسولؐ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے فرمایا: اس بچے کی دیت پانچ حصوں میں تقسیم ہوگی۔ تین حصّے دوافراد کے ورثاء ادا کریں گے اور دو حصّے تین افراد کے وارث ادا کریں۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ اس سے درست فیصلہ ممکن ہی نہیں۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُوْمٌ

کتاب الارشاد اور مناقب میں منقولؒ ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال کا ایک جز خرچ کیا جائے لیکن معین نہ کیا کہ کتنا ہو۔ اُس شخص کے مرنے کے بعد ورثاء آپس میں جھگڑنے لگے، اور اس بات سے پریشان ہوگئے کہ جز مال کتنا ہوگا؟

بالآخر یہ معاملہ مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: متوفی کے مال کا ساتواں حصّہ فی سبیل اللہ ادا کیا جائے گا اور یہی اس قول کے مطابق جز مال ہے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے سورۂ حجر کی آیت ۴۴ ارشاد فرمائی:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُوْمٌ

''اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے ایک حصّہ تقسیم کردیا گیا''۔ (سورۂ حجر)

وصیت مال کے ایک حصّے کے خرچ کرنے کی

یہ روایت سابقہ ہر دو کتب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال کا ایک حصّہ بطورِ صدقہ دیا جائے۔ ورثاء میں اختلاف پیدا ہوا کہ پورے مال میں سے کتنا حصّہ صدقہ ہونا چاہیے۔

مرنے والے کے ورثاء جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: مال کے آٹھ حصّے کیے جائیں اور آٹھواں حصّہ بطورِ صدقہ دیا جائے۔

پھر مولائے کائناتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (سورۂ توبہ، آیہ ٦٠)

''صدقات وخیرات بس فقراء ومساکین اوران کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے، اور غلاموں کی گردن کی آزادی میں قرض داروں کے لیے اور راہِ خدا میں اور غربت زدہ مسافروں کے لیے''۔

آٹھ قسمیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے لیے ایک حصّہ مقرر ہے۔

مُدبّری غلاموں کی آزادی

کتاب الارشاد اور مناقب میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے بوقتِ وفات

وصیت کی کہ ہر وہ غلام جو زمانہ قدیم سے میری ملکیت ہے، میرے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگا۔

وصیت کے بعد وہ شخص مر گیا۔ ورثاء کے لیے یہ مسئلہ پریشانی کا باعث بن گیا کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ قدیم غلام کون سے ہیں اور جدید غلام کون سے ہیں؟

معاملہ مولائے کائنات علی علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: وہ غلام جو مرحوم کی وفات سے چھ ماہ قبل اس کی ملکیت میں تھا وہ غلام قدیم ہے اور جو غلام چھ ماہ سے کم عرصہ میں مرحوم کی غلامی میں داخل ہوا وہ غلام جدید تصور ہوگا۔ پھر آپؑ نے سورۂ یٰسین کی آیت ۳۹ کی تلاوت فرمائی:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝

"اور چاند کے لیے بھی ہم نے منزلیں معین کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ آخر میں پلٹ کر کھجور کی سوکھی ٹہنی جیسا ہو جاتا ہے"۔

یہ بات تحقیق سے ثابت ہوتی ہے کہ کھجور کا خوشہ جس دن سے پھوٹتا ہے اس کے پک جانے تک چھ ماہ کا عرصہ لگتا ہے۔ اس لیے قدیم کے لفظ کا اطلاق چھ ماہ کے عرصہ پر کیا جاتا ہے۔ اس طرح چاند بھی آخر میں باریک اور مثلِ خوشہ خم دار ہو جاتا ہے۔

ایک زمانہ تک روزہ رکھنے کی مَنت

کتاب الارشاد اور مناقب میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے مَنت مانی کہ میں ایک "حین" زمانہ تک روزہ رکھوں گا۔ کوئی وقت یا مدت معین نہیں تھی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے "حین" کا لفظ نیت میں استعمال کیا ہے۔ "حین" کتنا وقت ہو سکتا ہے؟

بالآخر وہ یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے جناب ابا الحسن علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ آپؑ نے فرمایا: تجھے چھ ماہ روزے رکھنے چاہییں اور پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ (سورۂ ابراہیم، آیہ۲۵، پارہ۱۳)

"یہ شجر ہر زمانہ میں حکمِ پروردگار سے پھل دیتا ہے"۔

درخت جس دن سے شگوفہ ظاہر کرتے ہیں اور پھر پھل کے پکنے کے لیے اسے چھ ماہ کا عرصہ لگتا ہے اور اس درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔

کھجور نہ کھانے کی قسم

منقول ہے کہ ایک شخص جناب مولا مشکل کشا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: حضور! ہمارے سامنے کھجور کا طشت تھا۔ میری زوجہ نے جلد بازی میں آ کر ایک دانہ کھجور کا اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ میں نے اسے قسم دلائی کہ تجھے قسم ہے یہ کھجور نہ کھانا اور نہ ہی پھینکنا۔ اب میں کیا کفارا ادا کروں؟

جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: آدھا حصّہ کھالے اور آدھا پھینک دے۔ اس طرح تو قسم کے کفارہ سے آزاد ہو جائے گا۔

دیت حمل کے ضائع ہونے کی

شیخ مفید اپنی کتاب "الارشاد" میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی حاملہ بیوی کو اس قدر مارا کہ اس کا حمل لوتھڑے کی شکل میں ضائع ہو گیا۔ جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اس کی دیت چالیس دینار ادا کرنے ہوں گے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ

الْخَالِقِيْنَ ○ (سورۂ مومنون، آیہ ۱۱ تا ۱۴)

''ہم نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے محفوظ جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا ہے۔ پھر نطفہ کو علقہ بنایا ہے۔ پھر علقہ سے مضغہ پیدا کیا، اور پھر مضغہ سے ہڈیاں پیدا کی ہیں، اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا ہے۔ پھر ہم نے دوسری مخلوق بنایا دیا ہے تو کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے''۔

پھر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اگر حمل نطفہ کی شکل میں گرایا جائے تو دیت بطور سزا بیس دینار ہے، اور اگر لوتھڑے کی شکل میں ہو تو دیت چالیس دینار ہے۔ اور اگر مضغہ یعنی نرم ہڈی لوتھڑے میں پیدا ہو رہی ہو تو دیت ساٹھ دینار ہے اور اگر خونی لوتھڑے میں سخت ہڈی پیدا ہو چکی ہو لیکن ترتیب اعضاء شروع نہ ہوئی ہو پھر دیت اسّی دینار ہے۔ اور اگر بچے کی تخلیق جسمانی طور پر مکمل ہو چکی ہو، لیکن اس میں روح داخل نہ ہوئی ہو تو پھر دیت سو دینار ہے۔ اور اگر جسمانی تخلیق مکمل ہو چکی ہو، اور روح بھی داخل ہو چکی ہو تو پھر سقط کی دیت ہزار دینار ہے۔

مختلف اعضاء کی دیت کے بارے میں

کتاب وافی میں اس موضوع کے متعلق کئی روایات ہیں۔ من جملہ ان میں سے یہ روایت بھی ہے کہ مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہ السلام نے مختلف اعضاء کے بارے میں یہ حکم فرمایا:

- ......دیت نفس یعنی قتل کی دیت ایک ہزار دینار۔
- ......ناک کی دیت اگر اصل سے کاٹا جائے ایک ہزار دینار۔
- ......گلے کی آواز ختم کرنے کی دیت کہ آدمی گفتگو نہ کر سکے، ایک ہزار دینار
- ......دونوں آنکھیں نکال دینے کی دیت، ایک ہزار دینار۔

- ......دونوں پاؤں کاٹنے کی دیت، ایک ہزار دینار۔
- ......دونوں کان کاٹنے کی دیت، ایک ہزار دینار۔
- ......دونوں لب کاٹنے کی دیت، ایک ہزار دینار۔
- ......آدمی کی کمر توڑنے کی دیت، ایک ہزار دینار۔
- ......آدمی کی شرم گاہ کاٹنے کی دیت: ایک ہزار دینار۔
- ......مرد کی داڑھی اس طرح کاٹی جائے کہ دوبارہ نہ اُگ سکے تو بھی ایک ہزار دینار۔ اور اگر دوبارہ داڑھی اُگنے کا امکان ہو تو پھر ایک تہائی دیت لازم ہے۔

حاملہ عورت کا بچہ حالتِ خوف میں ضائع ہو گیا

کتاب وافی "تہذیب اور من لایحضرہ الفقیہ" میں روایت ہے کہ جنگ جمل سے لشکر فرار ہوا تو وہ شہر بصرہ میں داخل ہو گیا۔ لشکر کے شور و غوغا اور خوف و ہراس سے ایک عورت کا بچہ ضائع ہو گیا۔ اسی صدمے سے وہ عورت بھی وفات پا گئی۔

جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے پوچھا: ان دونوں میں سے پہلے کون فوت ہوا ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ پہلے بچہ فوت ہوا، اور پھر ماں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: بچے اور اس کی ماں کی دیت بیت المال سے لے کر ورثاء کے حوالے کی جائے۔

اگر چوپائے کسی کی فصل کو تباہ کر دیں

کتاب وسائل میں ہے کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر حیوان اور چوپائے کسی کے کھیت کو تباہ کریں تو اس معاملے میں چوپاؤں کا مالک کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے۔

اور فرمایا: دن کے وقت کھیت کے مالک کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی کھیتی کی

حفاظت اور نگرانی خود کرے۔ لیکن اگر رات کے وقت چوپائے کسی کی کھیتی کا نقصان کریں تو پھر ان چوپاؤں کا مالک نقصان کا ضامن ہے۔

جناب مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے کہ رات کا وقت آرام اور سکون کے لیے ہے، اور اس وقت کھیت کا مالک بھی آرام کرسکتا ہے اور حیوانات کے مالک کو چاہیے کہ اپنے مویشیوں کا خیال رکھے اور جہاں تک ہوسکے ان کی نگرانی اور حفاظت کرے۔

بینائی کے ضائع ہونے کی دیت

وسائل اور مستدرک میں روایت ہے کہ ایک شخص کے سر پر چوٹ لگی اور اس نے دعویٰ کیا کہ میری آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی ہے۔ جناب مولائے کائنات علیہ السلام نے ایک مرغی کا انڈا منگوایا اور اُس کے سامنے رکھا، اور فرمایا: کیا تجھے یہ انڈا نظر آتا ہے۔

اُس نے جواب میں ہاں کہا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام انڈے کو دُور کرتے گئے اور پوچھتے رہے کہ بتا نظر آتا ہے؟ حتیٰ کہ آپؑ نے اتنا فاصلہ بڑھا دیا کہ وہ شخص کہنے لگا کہ اب مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔

جناب امیر علیہ السلام نے اس جگہ نشان لگا دیا۔ پھر اس کو دائیں طرف موڑا، اور انڈے کو دُور کرتے گئے حتیٰ کہ وہ کہنے لگا: اب مجھے انڈا نظر نہیں آتا۔ پھر آپؑ نے اس کی بائیں جانب منہ موڑا اور انڈا لے کر اس سے دُور کرتے رہے، حتیٰ کہ اُس نے کہا: اب مجھے انڈا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ اسی طرح اس کی پشت کی جانب، پھر اسی طرح انڈے کو دُور لے گئے، اور جہاں اس نے کہا: اب مجھے انڈا نظر نہیں آتا۔ جناب امیرؑ نے وہیں نشان لگا دیا۔

اس کے بعد آپؑ نے چاروں اطراف کے فاصلے کی پیمائش کی تو وہ ہر طرف

سے فاصلہ برابر تھا۔ اس میں ذرا برابر بھی کمی نہ تھی۔

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: اس کا دعویٰ صحیح ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے مدعی شخص کے ہم عمر ایک شخص کو بلایا اور زخمی شخص کے پہلو میں بٹھا دیا اور اس کے سامنے انڈا لا کر پھر دُور کرنا شروع کیا، حتیٰ کہ وہ شخص کہنے لگا: اب مجھے انڈا نظر نہیں آتا۔ آپؑ نے اسی طرح چاروں طرف یہی عمل دہرایا۔ پھر آپؑ نے زخمی اور تندرست شخص کے فاصلہ کی پیائش کی۔ جس نسبت سے زخمی شخص کی نظر کا فاصلہ صحیح النظر شخص سے کم تھا، اتنی نسبت سے آپؑ نے زخمی کی دیت مقرر فرمائی۔ یعنی چوتھائی کم تھا تو کُل دیت کی چوتھائی اور اگر تہائی فاصلہ کم تھا تو چوتھائی دیت مارنے والے کے ذمہ لگائی گئی۔

قوتِ سماعت کے فاصلہ کی نسبت سے فیصلہ

کتاب وسائل میں یہ روایت ہے کہ ایک شخص جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جو سر پر چوٹ کی وجہ سے زخمی تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میری قوتِ سماعت کم ہوگئی ہے اور میں کم سننے لگا ہوں۔

مولائے کائنات علیہ السلام نے ایک دینار منگوایا اور ایک طرف سے اسے ڈالنا شروع کیا اور اس کی آواز سنانا شروع کی۔ آپؑ اسی طرح دینار کو ڈالنے لگے یہاں تک کہ اُس نے کہا:

یا امیرؑ! اب میں سن نہیں سکتا ہوں۔ آپؑ نے اسی جگہ نشان لگا دیا۔ اسی طرح آپؑ نے اس کے چاروں طرف یہی عمل دہرایا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اگر چاروں اطراف کا فاصلہ برابر ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور اگر فاصلے میں فرق ہے تو اس کی بات غلط ہے۔ جس طرح آپؑ نے بینائی کم ہونے والے شخص کا فیصلہ کیا تھا اور دیت کے بارے میں بھی آپؑ نے صحیح سماعت والے شخص کی سماعت کے فاصلے کا اس

زخمی شخص کی قوتِ سماعت کے فاصلہ سے موازنہ کیا اور اِسی نسبت سے دیت کا حکم جاری فرمایا۔

دو کشتیوں کی ٹکر

دو کشتیاں آپس میں ٹکرا گئیں۔ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ کشتی جو دوسری کشتی سے ٹکرائی ہے، نقصان کی ذمہ داری اس کے مالک پر ہوگی اور جس کشتی کو ٹکر لگی ہے اس پر کوئی جرمانہ نہیں۔

اسی قسم کا فیصلہ عجائبِ احکام میں درج ہے کہ جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جب دو گھوڑے آپس میں ٹکرا جائیں اور ایک ان میں سے مرجائے تو مرجانے والے گھوڑے کا ہرجانہ ٹکر مارنے والے گھوڑے کا مالک ادا کرے گا۔ جس کی وجہ سے دوسرا گھوڑا مرا۔

سترہ اُونٹوں کی تقسیم

ناسخ التواریخ میں جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے ہاتھ میں مرقوم ہے کہ ابن مقری سے نقل کی ہے کہ تین افراد سترہ اُونٹوں کی تقسیم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے جناب مولائے مشکل کشاء حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! ہم تین آدمی سترہ اُونٹوں کے مالک ہیں۔ ہم میں سے ایک ان اُونٹوں کی تعداد میں نصف حصے کا مالک ہے، دوسرا ایک تہائی (۱/۳) اور تیسرا نویں (۱/۹) کا مالک ہے۔

اس معاملے میں وہ سخت پریشان تھے، اور نہ وہ کسی اُونٹ کے نحر کرنے پر رضامند تھے اور نہ ہی وہ قیمت میں درہم و دینار لینا چاہتے تھے۔ مجبُور تھے کہ کیسے تقسیم ہو کہ جس سے ہر ایک کو اپنا حصہ مکمل مل سکے۔

یہ فیصلہ جناب مولائے کائناتؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اجازت دیں تو میں اپنا ایک اُونٹ ان میں شامل کر دوں۔

اُنھوں نے جواب دیا: مولاؑ! جس طرح آپؑ مناسب سمجھیں لیں۔ چنانچہ آپؑ نے اپنا ایک اُونٹ منگوا کر ان کے سترہ اُونٹوں میں شامل کر دیا جس سے ان کی تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ اب آپؑ نے اس شخص کو بلایا جس کا نصف حصّہ تھا۔ اس سے فرمایا: تم ان سب اُونٹوں میں نصف حصّہ الگ کر لو۔ چنانچہ اُس نے نو اُونٹ وصول کر لیے۔ پھر ایک تہائی حصّے کے مالک کو بلایا اور اس سے فرمایا: پہلے تیرا حصّہ کم تھا، لیکن اب پورے چھ اُونٹ اپنا حصّہ وصول کر۔ اُس نے چھ اُونٹ لے لیے۔ جس کا نواں حصّہ تھا، اُس کو بلایا اور فرمایا: پہلے تیرا حصّہ دو سے کم تھا لیکن اب پورے دو اُونٹ بطورِ حصّہ حاصل کر۔ اُس نے اپنے حصّے کے دو اُونٹ لے لیے۔ اس طرح سترہ اُونٹوں کی تقسیم ہو گئی اور حضرتؑ کی طرف سے شامل کیا ہوا اُونٹ باقی بچ گیا جو آپؑ نے واپس بھجوا دیا۔ اس طرح مولائے مشکل کشا علی علیہ السلام نے سترہ اُونٹوں کی تقسیم کرا دی جو ناممکن نظر آ رہی تھی۔

بیٹی کے نکاح کے بعد دھوکہ دہی

کتاب مستدرک الوسائل میں ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں: ایک عربی اور دوسری عجمی۔ اور ہر ایک بیوی سے اس کی ایک ایک بیٹی تھی۔ ایک شخص نے عربی عورت کی بیٹی کے لیے درخواستگاری کی۔ اُس لڑکی کے باپ نے رشتہ منظور کرتے ہوئے نکاح کر دیا اور حق مہر بھی وصول کر لیا۔

جب شبِ زفاف آئی تو لڑکی کے والد نے دھوکہ کر کے عجمی عورت کی بیٹی کو دلہن بنا کر بھیج دیا۔ شادی کرنے والے نوجوان کو پتہ چل گیا کہ لڑکی کے باپ نے دھوکہ کیا ہے۔

یہ معاملہ معاویہ بن ابی سفیان کے پاس گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس معاملے کا فیصلہ صرف ابا الحسن علی علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا تم کوفہ جاؤ اور علیؑ سے پوچھو۔

وہ لوگ کوفہ پہنچے اور مولائے کائنات علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا۔ آپؑ نے فرمایا: حق مہر وہی ہے جو ادا ہو گیا ہے۔ اب اس عربی عورت کی لڑکی کو شادی کے لیے پابند کیا جائے اور یہ شخص اس عجمی لڑکی کو طلاق دے دے۔ جب عدت گزر جائے تو پھر عربی لڑکی اس کے نکاح میں دی جائے۔ اس کے بعد ان کے باپ کو دھوکہ دہی کی سزا دی جائے گی۔

چوپاؤں کا بیوپاری

وافی اور تہذیب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی قبیلہ کی عورت کو دعوتِ نکاح دی اور خواستگاری کی۔ ان لوگوں نے پوچھا: تمہارا کاروبار کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: میں چوپائے بیچتا ہوں۔

انھوں نے عورت کا نکاح کر دیا۔ رخصتی ہو گئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص بلیاں بیچتا ہے۔ وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ بالآخر یہ جھگڑا جناب مولائے کائنات علیؑ کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ سچا ہے کیونکہ بلی کے بھی چار پاؤں ہوتے ہیں۔

مبروصہ عورت کی شادی

کتاب کشکول میں منقول ہے کہ ایک شخص کو علم تھا کہ اُس کی لڑکی برص کی بیماری میں مبتلا ہے مگر اُس نے دھوکہ بازی سے اُس کی شادی کر دی۔ شبِ زفاف جب شوہر کو معلوم ہوا کہ دلہن مبروصہ ہے تو اُن کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔

یہ معاملہ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس عورت کا حق مہر اس کے دھوکے باز ولی اور سرپرست کے ذمہ ہے۔ اور اگر مرد ایسی

سے پہلے اپنے عہدِ خلافت میں

عورت سے شادی کرے اور علم نہ ہو کہ عورت برص کی بیماری میں مبتلا ہے وہ عورت حق مہر کی حق دار نہیں۔

تہائی مال خرچ کرنے کی وصیت

تہذیب میں شیخ مفید نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے تہائی مال خرچ کرنے کی وصیت کی اور پھر وہ قتل ہو گیا۔

حضرتؑ نے فرمایا: دیت کا تہائی حصّہ بھی اس کے تہائی مال میں شامل ہوگا جس کو خرچ کرنے کی وصیت کی تھی۔

اسی کتاب میں نقل ہے کہ ایک شخص جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا، جس کی ایک آنکھ نابینا تھی اور دوسری آنکھ لڑائی میں اندھی کر دی گئی تھی۔

مولائے مشکل کشا علی علیہ السلام نے فرمایا: اب تیری مرضی کہ مارنے والے کی آنکھ کو اندھا کر اور آدھی دیت بھی وصول کر لے یا پھر آنکھ کی پوری دیت وصول کر اور مارنے والے کو معاف کر دے۔

اسی طرح حیض و نفاس اور حاملہ عورت پر اُس وقت تک حد جاری نہیں کی جاسکتی جب تک ان کی تکلیف دُور نہ ہو جائے۔

جنابِ صدوق نے کتاب نصوص علی الامامۃ میں بسلسلۂ اسناد امام حسنؑ بن علیؑ سے روایت کی ہے۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے رسولؐ خدا کو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کہتے ہوئے سنا:

"تم میرے علوم کے وارث ہو، میری حکمتوں کے معدن ہو، میرے بعد امامؑ ہو"۔

امانت کے دو دینار

کتاب "قضاء امیر المومنینؑ" میں تہذیب سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے

دو دینار کسی کے پاس امانت کے لیے رکھے اور ایک دوسرے شخص نے بھی ایک دینار اسی شخص کے پاس امانت رکھا۔ جب امانت کی واپسی کا وقت آیا تو امین نے دیکھا: ان میں سے ایک دینار گم تھا۔ اب اُس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ کون سا دینار گم ہوا ہے۔

یہ معاملہ جب مولائے کائناتؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے فرمایا: ایک دینار دو دینار کے مالک کو دیا جائے اور باقی ایک دینار کو تقسیم کر کے آدھا ایک دینار والے کو اور آدھا دوسرے کو دیا جائے۔ یعنی دو دینار کے مالک کو ڈیڑھ دینار اور ایک کے مالک کو آدھا دینار ملے گا۔

اسی قسم کا فیصلہ جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ دو مردوں کے درمیان یہ جھگڑا تھا کہ ایک شخص کہتا ہے: یہ دونوں درہم میرے ہیں۔ دوسرا کہتا تھا: یہ درہم تیرے اور میرے برابر ہیں۔

جب یہ معاملہ امامؑ کے پاس گیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ شخص جو کہتا ہے کہ یہ درہم تیرے اور میرے ہیں۔ وہ اقرار کرتا ہے: ایک درہم اِسی کا ہے اور دوسرا دوسرے شخص کا ہے۔

لہٰذا ایک درہم اِس کو دیا جائے جو دونوں کی ملکیت کا دعوے دار ہے اور دوسرے کو تقسیم کر کے آدھا ایک درہم کے مالک کو اور آدھا درہم دوسرے کو دیا جائے۔

اسی نوعیت کا ایک فیصلہ اور بھی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے صادر فرمایا۔ معاملہ یہ تھا کہ ایک شخص ایک بردہ فروش کے پاس آیا، تا کہ اس سے غلام خرید سکے۔ بردہ فروش نے اس کو دو غلام دیئے اور کہا: ان کو لے جاؤ جو تجھے پسند ہو وہ رکھ لیں اور دوسرا غلام واپس کر دینا۔ اور ایک غلام کی قیمت وصول کر لی۔

خریدار دونوں غلام لے گیا۔ اتفاق سے ان میں سے ایک بھاگ گیا۔

جب یہ قصہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ غلام بردہ فروش کو واپس کیا جائے اور اس سے آدھی قیمت وصول کی جائے اور مفرور غلام کو مل کر تلاش کیا جائے۔ اگر وہ مل جائے تو خریدار کی مرضی جو چاہے اپنے پاس رکھے اور دوسرا غلام اور آدھی قیمت بردہ فروش کو واپس کردے۔

اگر وہ مفرور غلام نہ ملے تو یہ جو موجود غلام ہے یہ خریدار اور بردہ فروش کے درمیان مشترکہ ہوگا۔

غلام کی آزادی

مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں ایک غلام حاضر ہوا، اور عرض کیا: یاامیرؑ! میں نے اپنے آقا کے ساتھ یہ شرط رکھی تھی کہ اتنی رقم میں سالانہ تمہیں ادا کروں گا۔ اب میں نے پوری رقم یک مشت پیش کی ہے اور کہا ہے کہ مجھے آزاد کردے، لیکن میرا مالک اس پر راضی نہیں ہوتا۔

مولائے کائناتؑ نے اس کے آقا سے فرمایا: تو یہ رقم قبول کیوں نہیں کرتا؟

وہ کہنے لگا: یاابا الحسنؑ! میں نے شرط لگائی تھی کہ ہر سال اتنی رقم وصول کروں گا، یک مشت نہیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تیری شرط صحیح اور درست ہے۔

ایک نوجوان جو قتل ہوگیا

یہ روایت عاد میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ میثم بن یحیٰی بیان کرتے ہیں کہ دن میں مولائے کائنات جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود تھا اور مولا المومنینؑ اپنے صحابہ کے درمیان اس طرح چمک رہے تھے جیسا کہ چودہویں کا چاند ستاروں کے جھرمٹ میں۔ اچانک ایک لمبے قد کا شخص

چمڑے کا جبہ پہنے ہوئے زرد عمامہ باندھے، کمر میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد میں داخل ہوا۔ اُس نے اپنے اُونٹ کو دروازۂ مسجد پر بٹھایا، اور بغیر سلام کیے صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔

لوگ اُسے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے کہ یہ اجنبی کون ہے؟ لوگ ابھی اپنی حیرت کے حصار سے باہر نہیں آئے تھے کہ اُس نے انتہائی فصیح و بلیغ لہجے میں پوچھا: ''تم میں شیر بیشۂ شجاع کون ہے؟ مقربِ خدا، مولودِ کعبہ، عالی صفات، سخی الاسخیاء شخصیت کون ہے؟'' اسی طرح وہ مسلسل میرے آقا و مولاؑ کے فضائل و مناقب پڑھتا گیا۔

جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: کیا کہتا ہے اے ابوسعد بن ابی الفضل بن الربیع بن فلاں بن فلاں۔ اسی طرح مولاؑ نے اس کی دس پشتوں تک اسے مخاطب فرمایا اور ارشاد فرمایا: پوچھ جو مرضی میں آئے، میں ہی علم و حکمت کا خزانہ علی بن ابی طالبؑ ہوں۔

وہ اجنبی کہنے لگا: یا حضرتؑ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رسولؐ کے بعد آپؑ جانشینِ رسولؐ اور نبی آخر الزمان کے خلیفہ ہیں۔ اور کُل عالم کے حلالِ مشکلات بھی آپؑ ہیں۔

میں ساٹھ ہزار جمعیت کی نمائندگی کر رہا ہوں اور میرے ساتھ ایک مُردہ لاش بھی ہے۔ اگر آپؑ اسے زندہ کر دکھائیں تو ہمیں یقین ہوگا کہ آپؑ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپؑ ربِ العالمین کی طرف سے حجت ہیں اور سید المرسلینؐ کے حقیقی جانشین ہیں۔ اور اگر آپؑ سے یہ کام نہ ہو سکا تو ہم سمجھیں گے کہ آپؑ نے بھی باقی لوگوں کی طرح صرف اور صرف دعویٰ ہی کیا ہے اور ہم اس میت کو واپس لے جائیں گے۔

سید الاولیاء، امام الاتقیاء امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ لاش کہاں ہے؟

کہنے لگا: وہ دروازۂ مسجد پر تابوت میں بند پڑی ہے۔ اکتالیس دن گزر گئے ہیں اس کو قتل ہوئے۔ رات کو صحیح وسلامت اپنے بستر پر سویا، صبح دیکھا تو قتل ہوا پڑا تھا۔ پچاس افراد اس کے خون کا بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہیں لیکن قاتل کا پتہ نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کو اس کے چچا نے قتل کیا ہے، جو اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرنا چاہتا تھا لیکن اس مقتول نے ایک دوسری لڑکی سے شادی کرلی۔ چچا نے غصہ اور بغض کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا۔

وہ شخص کہنے لگا: حضور! اتنا کافی نہیں، بلکہ آپؑ مقتول کو زندہ فرمائیں۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اے میثمؓ! سواری پر سوار ہو جا، اور کوفہ کی ہر گلی اور محلے میں منادی کر کہ جس نے فرزند ابوطالب علیؑ کی ذات پر اللہ کے فضل عمیم کو دیکھنا ہو تو وہ مقام نجف میں پہنچ جائے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اللہ نے ابوطالبؑ کے فرزند کو کتنی علمی طاقت عطا کی ہے۔

منادی کے بعد لوگ جوق در جوق نجف میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ عوام الناس کا جم غفیر جب اکٹھا ہوا تو علی علیہ السلام نے میثمؓ سے فرمایا: جاؤ مردِ اعرابی سے کہو کہ اپنے مقتول کا لاشہ لے کر آئے۔

جب مردِ اعرابی کے اُونٹ کو باندھا گیا اور لاش والا تابوت اُتارا گیا تو جناب امیر علی علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا: جو کچھ بھی دیکھو وہی بیان کرنا۔

عمار یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ لاش کو تابوت سے باہر لایا گیا۔ اس پر سبز رنگ کا کپڑا بطور پردہ ڈالا ہوا تھا۔ جب میں نے کپڑا منہ سے ہٹایا تو ایک خوبصورت چہرہ نمودار ہوا۔ نوجوانی اُس کے حسین چہرے سے نمایاں تھی۔ تازہ ریش ابھی پھوٹ ہی رہی تھی۔ سیاہ زلفیں کندھوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔ گردن ایک طرف سے دوسری طرف تک جدا کی گئی تھی۔

اس وقت سید الصادقین جناب علی علیہ السلام نے حمدِ خدا پڑھی، پھر سرکارِ دو عالمؐ کی ذاتِ گرامی پر صلوات پڑھی اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے کوفہ والو! دیکھو بنی اسرائیل کی گائے تھی جس کے گوشت کے ٹکڑے سے حضرت موسیٰؑ نے مُردے کو زندہ کیا۔ اس کی عظمت و شان مجھ علیؑ سے ہرگز بلند نہیں ہے۔ مجھے دیکھو میں رسولؐ خدا کا بھائی، اُن کا وصیؑ اور اُس اُس کا مولاؑ ہوں جس جس کے نبیؐ مولا ہیں۔

پھر آپؑ مُردہ لاش کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا: بنی اسرائیل کی گائے کے گوشت کے ٹکڑے کو حضرت موسیٰؑ نے سات روز سے مرے ہوئے مُردے کو لگایا تھا تو وہ زندہ ہو گیا تھا اور میں علی ابن ابی طالبؑ اکتالیس روز کے مرے ہوئے مقتول کو ٹھوکر مار کر باذنِ خدا تمہارے سامنے زندہ کر دوں گا۔

اس کے بعد آپؑ نے مُردے کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرمایا:

قُمْ بِاِذنِ اللّٰه

''حکمِ خدا سے اُٹھ اے مدرکہ بن حنظلہ بن غسان''۔

میثم راوی ہے اور بیان کرتا ہے کہ فوراً میت تابوت میں اُٹھ بیٹھا، اور اس کا چہرہ بدرِ کامل کی طرح چمکنے لگا اور امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھ کر کہا:

لبیك لبیك یاحجة اللّٰه علی الآنام المنفرد بالفضل والانعام

''لبیک! اے لوگوں پر حجتِ خدا! اور انعامِ خداوندی کی منفرد ذات میرا اسلام ہو''۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: بتا تجھے کس نے قتل کیا ہے؟

وہ مقتول جوان کہنے لگا: مولاؑ! مجھے میرے چچا حارث بن غسان نے قتل کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب جا، اپنے وطن جا کر اپنے اہلِ خاندان کو یہ بات بتا۔

وہ جوان کہنے لگا: یا ابا الحسنؑ! اب میں وطن واپس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی مجھے خاندان والوں کے پاس جانے کی خواہش ہے۔ میں آپؑ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے وہ مجھے دوبارہ قتل کردیں۔

وہ نوجوان جنگِ صفین تک مولائے کائناتؑ کی خدمت میں رہا اور اسی جنگ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔

پھر حضرتؑ نے اس کو لانے والے سے کہا کہ تو واپس جا اور لوگوں کو حالات سے مطلع کر۔

وہ عرض کرنے لگا: یا امیرالمومنینؑ، یا سیدالوصیین! اے خیرالبشر! خدا کی قسم! میں بھی زندگی بھر آپؑ کی خدمت میں رہوں گا۔ وہ شخص ملعون ہے جس کے سامنے حق واضح ہوجائے اور پھر وہ اُس کا انکار کرے۔

علیؑ کا عشق ہے قائم بشر کی فطرت میں
یہ دل میں رہتا ہے احساسِ آدمی کی طرح
بس اتنا فرق ہے ان کو ملی ہے قوتِ نطق
علیؑ کتاب ہیں حق کی کتاب ہی کی طرح

ایک شخص کا اعترافِ جرم

اُصولِ کافی میں علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ اس نے اپنے والد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے آستینیں اُٹھائی ہوئی تھیں اور کہنیوں تک خون لگا ہوا تھا اور ہاتھ میں چھری تھی۔

لوگوں نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! ہم نے اس شخص کو فلاں ویرانے سے اسی حالت میں گرفتار کیا ہے اور اس ویرانے میں ایک لاش پڑی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ

اس شخص کو تو نے قتل کیا ہے؟ اس نے اقرار کیا ہے کہ ہاں اس کا قاتل مَیں ہوں۔ ہم اسے لے آئے ہیں کہ آپؑ اس سے خود پوچھ گچھ فرمائیں تا کہ حقیقت حال سامنے آ سکے اور ہم اس سے قصاص لیں۔ ابھی وہ لوگ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: اس کو قتل نہ کرنا، کیونکہ اصل قاتل میں ہوں۔ اس شخص نے مولائے کائناتؑ کے سامنے بھی اقرار کیا کہ قاتل میں ہوں۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے پہلے شخص سے پوچھا: تو نے کیوں اعتراف جرم کیا ہے؟

وہ کہنے لگا: یا ابا الحسنؑ! یا امیرالمومنینؑ! میں اس کا قاتل نہیں ہوں البتہ میں نے اس ویرانے کے قریب ایک دُنبہ ذبح کیا ہے۔ جب میں دُنبہ ذبح کر چکا تو مجھے پیشاب نے تنگ کر دیا۔ میں رفعِ حاجت کے لیے جب اس ویرانے میں پہنچا تو یہ شخص خون میں غلطان پڑا تھا۔ اتنے میں وہاں اور لوگ بھی آ گئے۔ چونکہ میرے ہاتھ خون آلود تھے۔ چھری میرے ہاتھ میں تھی۔ مقتول قتل ہوا پڑا تھا۔ اس مقام پر میرے سوا اور دوسرا کوئی موجود بھی نہ تھا۔ جب یہ سب قرائن موجود تھے تو اگر میں کہتا: میں اس کا قاتل نہیں ہوں تو یہ لوگ مجھے اتنا مارتے کہ ہوسکتا ہے مجھے مار ہی دیتے۔ میں نے اسی میں عافیت سمجھی اور اعتراف جرم کرلیا۔

یہ سن کر جناب امیر علیہ السلام نے اسے رہا کر دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اس دوسرے شخص کو میرے فرزند حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس لے جاؤ وہی فیصلہ کریں گے۔

جب وہ لوگ فیصلہ کے لیے جناب حسن ابن علی علیہ السلام کے پاس پہنچے، اور تمام واقعہ بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس شخص کو والدِ محترم جناب امیر علیہ السلام کی

خدمت میں لے جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ یہ شخص اگرچہ ایک شخص کا قاتل ہے، لیکن اپنے جرم کا اعتراف کر کے اس نے دوسرے بے گناہ کو قتل ہونے سے بچالیا ہے۔

خداوند کریم کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

''جو شخص ایک جان کو بچائے تو گویا اس نے انسانیت بچالی''۔

میرے نزدیک مناسب فیصلہ یہ ہے کہ اس کو بھی معاف کر دیا جائے اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے۔ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے جب حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا فیصلہ سنا تو فرمایا: ''حقیقی فیصلہ یہی ہے''۔

مضروب شخص کے دعویٰ کی تصدیق

کتاب عجائب احکام امیرالمومنینؑ میں روایت ہے کہ ایک شخص کو سر پر چوٹ ماری گئی۔ وہ مضروب شخص کہنے لگا: اس چوٹ کے نتیجے میں میری بینائی ختم ہو گئی ہے، میں سن بھی نہیں سکتا اور نہ ٹھیک سے بول سکتا ہوں اور میرے سونگھنے کی حس بھی کام نہیں کر رہی ہے۔

جب یہ معاملہ جناب سیدالصادقین علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو پھر یہ تین دیات کا حق دار ہے۔

لوگوں نے پوچھا: مولاؑ! اس دعویٰ کی تصدیق اور تکذیب کیسے ثابت ہوگی؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اس کا دعویٰ ہے کہ اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کو لے جاؤ اور سورج کے سامنے کھڑا کر دو اور اسے کہو کہ سورج کی ٹکیہ کو دیکھے۔ اگر یہ واقعتاً اندھا ہو گیا ہے تو پھر یہ سورج کو دیکھے گا تو اس کی آنکھیں چندھیائیں گی نہیں، اور اگر اس کی بینائی صحیح ہے تو سورج کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھ سکے گا اور فوراً اپنی آنکھیں بند کر لے گا۔

دوسرا یہ کہ اگر اس کے سونگھنے کی طاقت بھی ختم ہوگئی ہے تو ایک کپاس کا پنبہ لے کر اس کا دھواں اس کے دماغ میں پہنچاؤ۔ اگر یہ صحیح ہوگا تو اس کی آنکھوں سے پانی جاری ہوجائے گا اور وہ دھوئیں سے گھبرا کر اپنا سر کھینچ لے گا۔ اور اگر اس کی آنکھوں سے پانی جاری نہ ہوا اور سر بھی دھوئیں سے نہ ہٹائے تو پھر واقعاً اس کے سونگھنے کی طاقت ضائع ہوگئی ہے۔

گونگے ہونے کا امتحان یہ ہے کہ زبان پر سوئی مارو، اگر سرخ خون ہے تو اس کی زبان صحیح ہے اور اگر سیاہ خون نکلے تو یہ گونگا ہوگیا ہے۔ وافی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

مسندِ علم کے والی کا فیصلہ

یہ بھی عجائب احکام میں ابی لیلیٰ کی روایت ہے کہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے جنگِ جمل، صفین اور نہروان کے مقتولین کے بارے میں یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ جس مقتول کی پیٹھ پر تین عدد زخم ہوں، اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ اس کی پشت کے زخم سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جہاد سے راہِ فرار اختیار کررہا تھا اور جن مقتولین کے سینہ پر سامنے زخم تھے ان کی نماز بھی پڑھی اور دفن بھی کیا۔

سیدالاولیاء امام الاتقیاء امیرالمومنین جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشادِ مبارک ہے:

"خوش نصیب وہ ہے جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی، جس کی کمائی پاک و پاکیزہ، نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی۔ جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا، بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا، مردم آزادی سے کنارہ کش رہا، سنت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا"۔ (نہج البلاغہ)

شوہر کی قاتل بیوی

عجائب احکام میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کے کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ اس عورت کی شادی کسی اور مرد سے طے ہوگئی۔ جب شب عروسی آئی اس نے اپنے آشنا کو حجلۂ عروسی میں کہیں چھپا دیا۔ جب اس عورت کا شوہر کمرے میں پہنچا تو وہ شخص جہاں چھپا ہوا تھا وہاں سے نکلا اور عورت کے شوہر سے لڑنے لگا۔ بالآخر اس عورت کے شوہر نے اس کے آشنا کو مار ڈالا۔ عورت نے جب اپنے آشنا کا قتل دیکھا تو وہ اُٹھی اور اُس نے ہتھیار لے کر اپنے شوہر کو جان سے مار ڈالا۔

یہ معاملہ قتل جناب امیر المومنین علی علیہ السلام تک پہنچا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: اس عورت کا جو ساتھی قتل ہوا ہے اس کی دیت اِس عورت سے وصول کی جائے اور عورت کو شوہر کے عوض قتل کیا جائے۔

مؤلف کا قول ہے کہ روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت نے دھوکہ دے کر اپنے آشنا کو بلا رکھا تھا۔ ورنہ شبِ عروسی حجلۂ عروسی میں جانا کوئی آسان کام نہیں لیکن یہ عورت کا مکر و فریب تھا کہ اپنے ساتھی کو حجلۂ عروسی میں چھپا دیا، لہٰذا اس کی دیت بطور سزا اس عورت ہی سے وصول کی جائے گی۔

سید اجل سید محسن عاملی فرماتے ہیں کہ روایت اسی طرح ہے جس طرح نقل ہوئی ہے البتہ قانونِ شرع کے مطابق عورت کے دوست کی کوئی دیت نہیں بنتی بلکہ اس کا خون رائیگاں ہے، کیونکہ عورت کے شوہر نے دفاع کی خاطر اسے قتل کیا ہے، اور عورت کے آشنا نے عورت کی فرماں برداری اور اطاعت میں یہ اقدامِ قتل کیا ہے۔

ایک مقتول کا عجیب فیصلہ

حاجی نور نے کتاب مستدرک میں، اور عجائب احکام میں بھی یہ روایت درج ہے کہ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے ایک مقتول کا عجیب فیصلہ سنایا: مقتول کی ایک

شخص نگرانی کر رہا تھا کہ کہیں چلا نہ جائے اور قاتل اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائے اور اسے قتل کر دے۔ تیسرا شخص اسے قتل ہوتا دیکھ رہا تھا لیکن اُس نے نہ تو قاتل کو روکا اور نہ ہی مقتول کی مدد کی، حتیٰ کہ مقتول قتل ہو گیا۔

جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے مقتول کو قتل ہوتا دیکھنے والے شخص کی آنکھیں نکلوا دیں تاکہ وہ تاحیات اندھا رہے۔ وہ شخص جو مقتول کی نگرانی کر رہا تھا اس کو عمر قید کی سزا سنائی تاکہ وہ قید ہی میں مر جائے اور قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا۔

غلام کا آقا کے حکم سے قتل کرنا

روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اس شخص کو قتل کر دے۔ اس غلام نے اپنے آقا کا حکم مانتے ہوئے اُس شخص کو قتل کر دیا۔ مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حکم دیا: اس غلام کے آقا کو مقتول کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

وصیت ایک ہزار دینار کی

حاجی نوری نے مستدرک الوسائل میں یہ روایت لکھی ہے: مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص نے اپنے ایک دوست کو ایک ہزار دینار دے کر وصیت کی کہ اس ایک ہزار دینار میں سے جو رقم تجھے پسند ہو اس کا صدقہ دینا اور باقی رقم اپنی ذات پر خرچ کرنا، وصیت کرنے والا شخص جب اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو دوست نے اس کے ایک ہزار دینار میں سے سو دینار صدقہ دیا اور باقی نو سو دینار اپنے لیے رکھ لیے۔

متوفی کے ورثاء آئے اور ناراض ہو کر کہنے لگے: ہزار میں سے پانچ سو دینار تو

اپنے لیے رکھ لے اور باقی پانچ سو دینار صدقہ کر دے۔ وہ شخص اس بات پر راضی نہ ہوا۔ بالآخر یہ معاملہ مولائے کائناتؑ کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: جو مرحوم کے ورثاء کہتے ہیں وہ بات مان لے، تیرا فائدہ اسی میں ہے لیکن وہ نہ مانا۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اب تجھ پر لازم ہے کہ نو سو دینار خرچ کر، اور ایک سو دینار تیرا حق ہے، کیونکہ تیرے مرحوم دوست کی وصیت تھی کہ جو تجھے پسند ہو وہ خرچ کرنا، تجھے نو سو پسند ہیں جو تو نے اپنے لیے رکھ لیے ہیں، لہٰذا نو سو دینار حسب وصیت مرحوم پر خرچ کر، اور سو دینار تیرا حق ہے۔

اُن کی فضیلتوں کی نہیں داستان بند
ہیں حکمتوں کے قولِ علیؑ میں جہان بند

مسلمان قیدیوں کے بارے میں فیصلہ

کتاب عجائب احکام امیر المومنین علی علیہ السلام میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے مسلمان قیدیوں کے بارے میں ایک عجیب و غریب فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے کچھ سپاہی مشرکین کے ہاتھ لگ گئے اور اُنھوں نے ان کو قیدی بنا لیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جن لوگوں کی پشت پر زخم ہیں، ان کا فدیہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان کی زخمی پشت ان کے فرار کو ظاہر کرتی ہے۔ البتہ جن لوگوں کے سامنے کی طرف زخم ہیں ان کا فدیہ بھی دیا جائے گا اور انھیں مشرکین سے واپس بھی لیا جائے گا۔

منکرِ دعویٰ پر قسم ہے

کتاب عجائبِ احکام میں منقول ہے کہ ایک مرد جناب مولائے کائنات علی

ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ دُنبہ میرا ہے جسے نہ میں نے بیچا ہے اور نہ ہی کسی کو بخشا ہے اور اب میرا دُنبہ فلاں شخص کے پاس ہے۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے مدعی علیہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس کا دُنبہ تیرے پاس ہے۔ اُس نے گواہ پیش کر دیئے یہ دُنبہ میرا ہے۔ میرے گھر میں پیدا ہوا ہے، نہ میں نے بیچا ہے اور نہ ہی کسی کو میں نے ہبہ کیا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے اس کی بات قبول نہ فرمائی اور فرمایا تو مدعی علیہ ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا: گواہ مدعی پیش کرے گا، اور جو منکرِ دعویٰ ہو وہ قسم اُٹھائے گا۔ حضرتؑ نے مدعی کی بات قبول فرمالی اور دُنبہ لے کر مدعی کے حوالے کر دیا۔

قولِ مؤلف: یہ اس صورت میں فیصلہ تھا کہ دُنبہ مدعی علیہ کی ملکیت نہ تھا۔

کھانا حلال ہے یا حرام

کتاب عجائبِ احکام اور وافی میں یہ روایت ہے: جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے سامنے ایک دسترخوان لایا گیا، جس پر گوشت موجود تھا۔ دسترخوان پر موجود لوگ حیران تھے کہ دسترخوان پر موجود گوشت حلال ہے یا حرام۔ یہ کسی مسلمان کا دسترخوان ہے یا کسی غیر مسلم کا۔ اگر یہ کسی غیر مسلم کا دسترخوان ہے تو پھر ہو سکتا ہے کہ گوشت حرام ہو، کیونکہ وہ تو مُردار کو بھی حلال ہی جانتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اس گوشت کو آگ پر پکاؤ۔ اگر گوشت پھول جائے اور اکٹھا نہ ہو تو سمجھو گوشت حرام ہے اور مُردار کا گوشت ہے اور اگر گوشت اکٹھا ہو جائے اور پھولے نہیں تو پھر یہ حلال ہے۔

تلی اور جگر کے درمیان فرق

وافی، اُصولِ کافی اور تہذیب میں جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالب

اگر ایک مچھلی کے پیٹ میں دوسری مچھلی ہو تو دونوں حلال ہیں۔
اگر مچھلی چھلک دار ہو تو وہ حلال ہے اور اگر اس کا چھلکا نہ ہو تو حرام۔

للعین ما رات ولید ما اخذت

ایک شخص نے ایک پرندہ دیکھا اور اس کو شکار کرنے کے سلسلہ میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ پرندہ ایک درخت پر جا بیٹھا۔ ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے اس پرندے کو شکار کر کے پکڑ لیا۔

پہلا شخص کہنے لگا: یہ پرندہ میرا ہے کیونکہ میں اس کو شکار کرنے کے لیے بڑی دیر سے اس کے پیچھے تھا۔

دونوں افراد اس پرندے کے معاملے میں جھگڑنے لگے۔ یہاں تک کہ جھگڑتے ہوئے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس پہنچے، تو آپؑ نے فرمایا:

للعین ما رات ولید ما اخذت

"آنکھ کا وہی حصہ ہے جو اس نے دیکھا ہے اور شکار اس ہاتھ کا ہے جس نے پکڑا ہے"۔

یہ بچہ بھیڑ کا ہے یا کتے کا؟

شیخ بہائی اپنی کتاب کشکول میں لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے پوچھا کہ بھیڑ کے ساتھ کتے نے جفتی کی ہے، اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ بچہ کتے کا ہے یا بھیڑ کا ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: گھاس کھائے تو بھیڑ کا ہے، اور اگر ہڈیاں گوشت کھائے تو کتے کا ہے۔

وہ شخص کہنے لگا: مولاؑ! کبھی وہ گھاس کھاتا ہے اور کبھی وہ ہڈیاں کھاتا ہے۔

مولائے کائنات نے فرمایا: اس کا مشاہدہ کرتے رہو، دیکھو اگر کتے کی طرح پانی پئے تو کتا ہے اور اگر بھیڑ کی طرح پئے تو دُنبہ ہے۔

وہ شخص کہنے لگا: وہ کبھی کتے کی طرح پانی پیتا ہے اور کبھی بھیڑ کی طرح۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کو ریوڑ میں چھوڑ دو۔ اگر تو وہ آگے آگے یا درمیان میں چلے تو بھیڑ ہے، اور آخر میں چلے تو پھر یہ کتا ہے۔

وہ شخص کہنے لگا: یا امیرؑ! یہ کبھی آگے آگے چلتا ہے اور کبھی کبھی پیچھے پیچھے۔

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا اس کا بیٹھنا کتے کی طرح ہے؟ اگر یہ پاؤں پھیلا کر بیٹھے تو پھر بھیڑ کا بچہ ہے۔

وہ اعرابی کہنے لگا: حضور! یہ کبھی کتے کی طرح اور کبھی بھیڑ کی طرح بیٹھتا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے پھر پوچھا: کیا اسے پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔ اگر کتے کی طرح پیشاب کرے تو کتا ہے ورنہ یہ بھیڑ کا بچہ ہے۔

اعرابی بولا: یا مولاؑ! یہ کتے اور بھیڑ دونوں طرح پیشاب کرتا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اسے ذبح کرو، اگر اس کی اُوجھڑی موجود ہو تو یہ بھیڑ کا بچہ ہے اگر اُوجھڑی نہ ہو تو پھر یہ کتا ہے اور کتے کا بچہ ہے۔

فیصلہ حدِ قذف کا

مولائے کائنات سید الصادقین جناب علی علیہ السلام کے پاس تین لوگ آئے، اور مولاؑ کے حضور میں بیان دیا کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: چوتھا گواہ کہاں ہے؟

کہنے لگے: ابھی آجائے گا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: حد جاری کرنے میں کوئی مہلت نہیں، اس کے بعد حکم دیا کہ ان تینوں پر حدِ قذف جاری کی جائے۔

حدِ واجب کا اقرار

وافی میں یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے خود اقرار کیا کہ مجھ پر حدواجب ولازم ہے مگر اپنا جرم وخطا نہیں بتاتا کہ اس سے کون سا کام شریعت کے خلاف ہوا ہے اور کون سی حد اس پر واجب ہے۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: اس کو اتنے تازیانے مارو کہ خود بتائے کہ یہی حد مجھ پر لازم تھی۔

وافی کی عبارت یہ ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسی حد تک اس کو تازیانے مارے جائیں کہ خود بتائے کہ یہی حد تھی۔

شطرنج کھیلنے والوں کی سزا

کتاب عجائب میں روایت ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو شطرنج بازی میں مصروف تھے۔ جناب امیر علیہ السلام اُن کے پاس رُکے اور فرمایا: یہ کون سی مورتیاں ہیں جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ پھر آپؑ نے ان کو سخت سزا دی۔ روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ سزا کیا تھی۔ البتہ اس سزا کے بعد ان شطرنج بازوں کو دھوپ میں باندھے رکھا۔

زانی غلام

دو اشخاص کا ایک مشترکہ غلام تھا۔ ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ وہ غلا زنا کا ارتکاب کر بیٹھا۔ جب معاملہ جناب امیرالمومنین قاضی دین رسولؐ کے پاس آیا تو آپؑ نے حکم دیا۔ اس پر آزاد شخص کی آدھی حد اور آدھی غلام کی لگائی جائے۔ یعنی پچاس تازیانے آزاد شخص کی حد کا نصف اور پچیس تازیانے غلام کی حد کا نصف یعنی کُل پچھتر تازیانے اسے لگائے جائیں گے۔

مولائے کائنات نے فرمایا: زنا کار غلام پر آدھی حد و سزا ہے، یعنی زنا کار کی کے زمرے میں اسے سزا کا نصف یعنی پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔ اگر پھر دوبارہ یہ کام کرے تو پھر بھی اسی طرح پچاس تازیانے مارے جائیں گے اور اسی طرح آٹھ مرتبہ اس فعلِ بد کے اعادہ پر یہی سزا ہوگی۔ البتہ آٹھویں مرتبہ اس فعل کے ارتکاب پر اسے قتل کیا جائے گا۔

لوگوں نے جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے پوچھا: یا امیرؑ! آٹھویں مرتبہ قتل کا حکم کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا نے حکم دیا ہے کہ ایسے غلام میں دونوں حکم نافذ ہوں گے۔ ایک غلامی کی قید اور دوسرا یہ کہ ایسے غلام کو آزاد اور غلام دونوں کی سزائیں ملیں گی۔

قنبرؓ کی سزا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے غلام قنبرؓ کو حکم دیا کہ اس شخص کو سزا دے جو کہ شراب نوشی کا مرتکب ہوا ہے۔

قنبرؓ نے جناب امیر علیہ السلام کے حکم پر سزا دینا شروع کی، اور اشتباہ میں تین تازیانے زیادہ مار دیئے۔

جناب امیر علیہ السلام نے حکم دیا: یہ تین تازیانے قنبرؓ کو لگائے جائیں کیونکہ اس نے حدِ واجب سے زیادہ تازیانے مارے ہیں۔

نجاشی شاعر جس نے ماہِ رمضان میں شراب پی

کتاب اُصولِ کافی میں ابن مریم سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نجاشی شاعر نے ماہِ رمضان میں شراب پی رکھی تھی۔ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس شرابی کو حاضر کیا جائے۔

جناب امیر علیہ السلام نے اسے اسّی کوڑے لگوائے اور پھر اسے قید کر دیا۔

دوسرے روز اسے پھر حاضر کیا گیا اور دوبارہ اسے بیس کوڑے لگائے گئے۔

وہ نجاشی کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! شراب پینے کی سزا تو اسّی کوڑے ہے، آپؑ نے مجھے مزید بیس تازیانے کیوں مارے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ بیس کوڑوں کی سزا تجھے ماہِ رمضان کا ادب اور حیاء نہ کرنے کی دی ہے۔

ایک مسلمان کا نصرانی ہو جانا

کتاب اُصولِ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی ثعلبہ کے ایک شخص کو مولائے کائنات علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا اور جناب امیر علیہ السلام کو بتایا گیا: یا مولاؑ! یہ شخص نصرانی ہو گیا ہے، حالانکہ مسلمان تھا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا: یہ لوگ تمہارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟

وہ کہنے لگا: یا مولاؑ! یہ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں لیکن میں نے اب توبہ کر لی ہے اور پھر مسلمان بن چکا ہوں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو گواہوں کو جھٹلا دیتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ چونکہ تو نے ان گواہوں کے بیانات کی تصدیق کی ہے اور اپنے نصرانی ہونے پر پشیمان ہے اور تو نے توبہ کر لی ہے اس لیے تیری توبہ قبول ہے۔ لیکن اگر پھر دوبارہ تو نے ایسا کام کیا تو نہ تیری توبہ قبول ہو گی اور نہ ہی تجھے معاف کیا جائے گا۔

غلامی کا منکر غلام

کتاب اُصولِ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی

ہے کہ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کے دورِ خلافت میں علاقہ جبل کا ایک شخص حج بیت اللہ کے لیے گیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک غلام بھی تھا۔ اس دوران غلام سے کوئی غلطی ہوئی تو آقا نے اسے سزا دی۔ وہ غلام باغی ہو گیا اور اپنے آقا کا نافرمان بن گیا اور اپنے آقا سے کہنے لگا: میں تیرا نہیں بلکہ تو میرا غلام ہے۔

دونوں آپس میں خوب جھگڑے، دیر تک دونوں ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے رہے۔ جھگڑا ختم ہونے کی بجائے طول پکڑ گیا، حتیٰ کہ آقا اور غلام لڑتے جھگڑتے ہوئے کوفہ پہنچ گئے۔

آقا کہنے لگا: اے دشمنِ خدا! آ تجھے میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی عدالت میں لے جاتا ہوں۔ وہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔

جب وہ دونوں مولائے کائناتؑ کی عدالت میں پہنچے تو آقا و سردار کہنے لگا: یاامیرالمومنینؑ! یہ میرا غلام ہے۔ اس نے غلطی کی ہے جس پر میں نے اس کو سزا دی ہے۔ اب یہ میرا نافرمان بن چکا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا غلام نہیں ہوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے غلام سے فرمایا: تیرا آقا جو کچھ کہہ رہا ہے اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟

غلام نے قسم کھا کر کہا: یامولاؑ! یہ شخص میرا غلام ہے۔ میرے باپ نے مناسکِ حج سکھانے کے لیے اسے میرے ساتھ بھیجا تھا۔ اب یہ باغی ہو گیا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ تو میرا غلام ہے۔ دراصل یہ میرے مال پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

وہ آقا کہنے لگا: یاامیرالمومنینؑ! اس نے جو بات کی ہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اب اُٹھو اور اپنے ٹھکانے پر جاؤ۔ کل پھر عدالت میں پیش ہونا۔ بہتر تو یہ ہے کہ تم اپنا فیصلہ خود کر لو اور جو حق کی بات ہے اس کو ظاہر کر دو، ورنہ میں خود تمہارا فیصلہ کروں گا۔

لوگ اس عجیب واقعہ پر حیران تھے اور کہنے لگے کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیسے ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کا واقعہ نہ پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ نہ جانے جناب امیرالمومنینؑ اس معاملے کا کیسے فیصلہ فرمائیں گے۔

وہ آقا و غلام چلے گئے۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے غلام قنبرؓ سے فرمایا: اس دیوار میں دو سوراخ اس طرح سے کرو کہ ہر سوراخ میں ایک شخص کا سر سما سکے۔

قنبرؓ نے دو سوراخ دیوار میں کر دیئے۔ جب صبح ہوئی تو آقا اور غلام آ گئے۔ آپؑ نے قنبرؓ سے فرمایا: تلوار پکڑو۔ جب میں کہوں کہ غلام کا سر قلم کر دو تو نے مارنا نہیں، بلکہ یہ صرف دھمکی ہے۔

جب آقا و غلام آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے پوچھا: ہاں تم دونوں کا آپس میں معاملہ طے ہوا کہ نہیں۔ دونوں کا پھر وہی بیان تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تم نے سچی بات واضح کی۔ اب اُٹھو اور سامنے کے سوراخوں میں اپنے سر داخل کرو۔ وہ اُٹھے اور ان سوراخوں میں اپنے سر داخل کر دیئے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: قنبرؓ! جلدی سے غلام کا سر قلم کر دو۔

جب غلام نے یہ حکم سنا تو فوراً سر کو سوراخ سے پیچھے کھینچ لیا۔ جب اس نے اپنا سر کھینچا تو حضرتؑ نے فرمایا: تو تو آقا بنتا تھا۔

وہ غلام کہنے لگا: یا امیرالمومنینؑ! میرے آقا نے مجھے اتنی سخت سزا دی ہے کہ میں اس کی غلامی کا منکر بن گیا۔

جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ نے غلام کا ہاتھ پکڑ کر آقا کے ہاتھ میں دے دیا۔

مولائے کائنات جناب امیرالمومنین و امام المتقین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

میں اور میرے اہلِ بیتؑ (امام حسنؑ تا قائم آلِ محمدؐ) روئے زمین پر (عذابِ الٰہی سے) اس طرح امان ہیں، جس طرح ستارے آسمان کے لیے امان ہیں۔

میں تم میں رسولؐ اللہ کا خلیفہ، دین کی حدود قائم کرنے والا اور تمہیں جنت الماوٰی کی طرف بلانے والا ہوں۔

اقبالِ جرم کرنا

کتاب اُصولِ کافی میں احمد بن محمد خالد برقی نے جناب مولا علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یاامیرالمومنینؑ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے مجھے اس گناہ سے پاک فرمائیے۔

جناب مولا علی علیہ السلام نے پوچھا: کیا تو اُس وقت دیوانہ تھا؟

وہ کہنے لگا: مولاؑ! میں دیوانہ نہ تھا۔

مولاؑ نے فرمایا: کیا تو تلاوتِ قرآن کرسکتا ہے؟

کہنے لگا: جی ہاں، میں پڑھ سکتا ہوں اور اس نے چند آیات پڑھ دیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا: تیرا تعلق کون سے قبیلہ سے ہے؟

کہنے لگا: میں قبیلہ "مُزینہ" سے تعلق رکھتا ہوں۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اچھا! اب تو جا میں تیرے بارے میں تیرے قبیلہ کے لوگوں سے معلومات لے کر ابھی مزید تحقیق کروں گا۔ وہ چلا گیا۔

اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھنا شروع کیا۔ لوگ کہنے لگے: یاحضرتؑ! یہ شخص مسلمان اور صحیح العقل ہے۔

وہ شخص دوسری مرتبہ پھر جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یاامیرالمومنینؑ! مجھے اس گناہ سے پاک کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: تیری زوجہ ہے یانہیں؟

وہ کہنے لگا: میں شادی شدہ ہوں اور میری زوجہ بھی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا: جب تو نے اس فعلِ بد کا ارتکاب کیا کیا تیری زوجہ تیرے پاس موجود تھی۔

کہنے لگا: یا امیرؑ! اس وقت میری زوجہ میرے پاس موجود تھی۔

جناب مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اب تو چلا جا، میں تیرے معاملے کے بارے میں سوچوں گا۔

کچھ عرصہ بعد وہ شخص پھر آیا اور کہا: مولاؑ! میرا ضمیر مجھے بہت ملامت کرتا ہے، مجھے میرے گناہ سے پاک کیجیے۔

آپؑ نے پھر اِسے واپس بھیج دیا اور فرمایا: ابھی جاؤ، میں تمہارے بارے میں سوچوں گا۔ جب وہ شخص چوتھی مرتبہ جناب امیرؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے غلام قنبرؓ سے فرمایا: اس کو قید میں ڈال دو، اور شہر میں منادی کر دے کہ ہم نے ایک مجرم پر حدِ خداوندی جاری کرنی ہے، لہٰذا سب لوگ جمع ہو جائیں۔

دوسرے روز طلوعِ آفتاب سے پہلے تاریکی میں اس شخص کو باہر لایا گیا۔ اس شخص نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر ایک گڑھا کھودا گیا اور اس کو کمر تک اِس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کیا اور فرمایا: اے لوگو! اس شخص کو جو سزا مل رہی ہے، یہ حقِ خدا ہے، اور جس شخص کے ذمے کوئی خدا کا حق ہو وہ اس کو پتھر نہیں مار سکتا۔

جب یہ اعلان ہوا تو لوگ ایک ایک کر کے واپس ہونا شروع ہو گئے۔ جناب امیر المومنینؑ، جنابِ امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کے سوا کوئی بھی میدان

میں باقی نہ رہا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے پتھر اُٹھایا اور چار مرتبہ اللہ اکبر! اللہ اکبر! کہہ کر مجرم کو پتھر مارا۔ پھر شہزادوں نے بھی پتھر مارے اور وہ شخص گڑھے میں گر کر مر گیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسے گڑھے سے باہر لایا جائے۔ اس شخص کو گڑھے سے باہر لایا گیا اور جناب امیر علیہ السلام نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

لوگوں نے پوچھا: یا امیرؑ ! کیا اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس نے ایسی چیز سے غسل کیا ہے جو قیامت تک پاک ہے۔ اس نے ایک بہت بڑے صبر کا مظاہرہ کیا ہے اور مصیبت عظیم برداشت کی ہے۔

پھر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اے لوگو! اگر کسی سے اس قسم کا ناپاک فعل سرزد ہو جائے تو وہ خدا کو حاضر جان کر سچے دل سے توبہ کرے اور اللہ کی بارگاہ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرے، میں تمہیں حلفاً بتاتا ہوں کہ بارگاہِ خداوندی میں سچی اور مخلصانہ توبہ کرنا اور پردہ پوشی میں خداوند سے معافی مانگ لینا اپنے آپ کو شرمسار اور رسوا کرنے سے افضل اور بہتر ہے۔

کمالِ عشق کی منزل کو ڈھونڈنے والو
علیؑ کے حُسنِ عمل میں اسے تلاش کرو
عصائے بندگیٔ حق کو ہاتھ میں لے کر
بتانِ نفس کو لمحوں میں پاش پاش کرو

ایک عورت کا اقرارِ جرم

کتاب عجائب احکام، اُصولِ کافی اور تہذیب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک

عورت جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی

اور کہنے لگی:

یاامیر المومنینؑ! مجھے عذاب سے پاک کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: کون سے عذاب سے پاک کروں؟

وہ عورت کہنے لگی: یاامیرؑ! مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے پوچھا: کیا تیرا شوہر ہے؟

کہنے لگے: جی مولاؑ!

آپؑ نے فرمایا: کیا تیرا خاوند اس وقت حاضر ہے؟ کہنے لگی: جی ہاں۔

جناب امیرؑ نے پوچھا: کیا تو حاملہ ہے؟

کہنے لگی: جی ہاں، میں حاملہ ہوں۔

جناب مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: اب تو جا، جب تیرا بچہ پیدا ہو جائے تو پھر آجانا۔

جب وہ عورت چلی گئی اور اتنا دُور جا چکی کہ حضرتؑ کی آواز نہ سن سکتی تھی تو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: بارِالہا! یہ تو صرف ایک گواہی تھی جو اس عورت نے خود اپنے خلاف دی۔

جب اُس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو چکا تو پھر وہ آپؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یاامیر المومنینؑ! میرا بچہ پیدا ہو چکا ہے اور اس بوجھ سے مجھے خلاصی مل گئی ہے۔ اب جو گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے، اس کی سزا دے کر مجھے پاک کر دیجیے۔ کیونکہ آپؑ ذاتِ بابرکت ہر گناہ سے پاک ہے۔ بس آپؑ ہی مجھے اس گناہ کے بوجھ سے خلاصہ دلا سکتے ہیں اور میرے دامن کو پاک کر سکتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ دنیا کی سزا آسان ہے اور آخرت کی سزا بہت سخت، جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے عمداً دوبارہ اس سے پوچھا: تمہیں کون سے گناہ سے پاک کروں؟

عورت نے پھر جواب دیا: یا مولاؑ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

آپؑ نے پوچھا: تیرا شوہر موجود تھا یا سفر میں تھا؟

عورت کہنے لگی: میرا شوہر گھر پر موجود تھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا: اچھا اب جاؤ، اور اپنے بچے کو حکم خدا کے مطابق پورے دو سال دودھ پلاؤ۔ پھر میرے پاس آ جانا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے پھر آسمان کو دیکھا اور عرض کی: خدایا! دو گواہیاں مکمل ہو گئی ہیں۔

جب دو سال گزر گئے، عورت دوبارہ آئی اور کہنے لگی: یا امیر المومنینؑ! میں نے پورے دو سال دودھ پلایا۔ اب میں پھر آپؑ کے حضور حاضر ہوں۔ مجھے گناہ سے پاک فرمائیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے پھر عمداً اس عورت سے پوچھا: اے کنیز خدا! کس چیز سے تجھے پاک کروں؟

عورت کہنے لگی: یا مولائے کائناتؑ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

آپؑ نے پوچھا: اس وقت تو شادی شدہ تھی یا کنواری؟ اور کیا تیرا شوہر موجود تھا؟

عورت کہنے لگی: حضور! میرا شوہر موجود تھا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اب واپس جاؤ اور اپنے بچے کی اتنے دن تک نگہداشت کر کہ وہ خود چلنے پھرنے اور کھانے پینے کے قابل ہو جائے، اور خیال رکھنا کہ کہیں چھت سے نہ گر جائے یا کسی کنوئیں میں نہ گر جائے۔

عورت واپس جارہی تھی لیکن زارزار روتے ہوئے جارہی تھی۔ جب کچھ دُور جاچکی تو جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اے خداوند کریم! تو جانتا ہے کہ یہ تیسری گواہی تھی جو عورت نے اپنے خلاف دی ہے۔

جب وہ عورت روتے ہوئے واپس جارہی تھی تو راستے میں عمرو بن حریث نے اسے دیکھا اور پوچھا کہ تو کیوں روتی جارہی ہے؟

عورت کہنے لگی: میں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں گئی تھی اور میرا یہ واقعہ ہے۔ میں تین بار مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ مجھے گناہ سے پاک کیجیے لیکن ہر بار جناب امیرؑ مجھے واپس بھیج دیتے ہیں۔ اب اُنھوں نے حکم دیا ہے کہ واپس جا اور اپنے بچے کی اتنے عرصہ تک کفالت کر کہ وہ کھانے پینے کے لائق ہوجائے، اور اس کو چھت سے گرنے اور کنوئیں میں گر جانے سے بچانا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس وقت سے پہلے مر نہ جاؤں اور اپنے گناہ کا بوجھ اپنے ساتھ ہی نہ لے جاؤں۔

عمرو بن حریث جناب امیر علیہ السلام کے پاس آیا اور عورت کا واقعہ عرض کیا۔

جناب مولائے کائناتؑ نے اس سے پوچھا: عورت کا کیا واقعہ ہے اور عورت سے پوچھا کہ یہ عمرو بن حریث تیرے بچے کا کفیل کیوں بنتا ہے؟

عورت کہنے لگی: یا اباالحسنؑ! مجھ سے فعلِ بد کا ارتکاب ہوا ہے۔ آپؑ مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔

آپؑ نے پوچھا: جب تو نے یہ کام کیا تیرا شوہر تھا؟

عورت کہنے لگی: جی ہاں میں شادی شدہ تھی۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے پوچھا: کیا اس وقت تیرا شوہر موجود تھا؟

کہنے لگی: جی ہاں۔

اس وقت مولائے کائنات، قاضی دین رسولؐ علی علیہ السلام نے آسمان کو دیکھا

اور عرض کیا: اے خداوند کریم! تو جانتا ہے کہ عورت کے خلاف میں نے چار گواہیاں حاصل کر لی ہیں اور یہ تیرا فرمان ہے کہ جو کوئی بھی میری مقرر کردہ حدود کو پامال کرے وہ میرا مخالف اور میرا دشمن ہے۔

اے خداوند عالم! میں نے تیری کسی حد کو ضائع کیا ہے اور نہ ہی میں تیرے دین کے احکام کو ضائع کرتا ہوں، بلکہ میں تو تیرے ہر حکم کا فرماں بردار اور تیرے نبیؐ کے ہر فرمان کا اطاعت گزار ہوں۔

اسی اثناء میں عمرو بن حریث نے جناب امیر المومنینؑ کو دیکھا تو آپؑ کے چہرۂ اقدس پر جلال و غضب کے آثار نمودار ہو چکے تھے اور آپؑ کا پسینہ سرخ معلوم ہوتا تھا۔

عمرو بن حریث یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور عرض کرنے لگا: یا امیرؑ! میں نے اس کے بچے کی کفالت اس لیے قبول کی تھی کہ آپؑ اس بات سے راضی اور خوش ہیں لیکن اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اس بات سے خوش نہیں ہیں۔ لہٰذا اب میں اس کے بچے کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

امیر المومنین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: تو اس عورت کی چوتھی گواہی کا سبب بنا ہے۔ تو نے اس عورت کے بچے کی کفالت قبول کی تو اس عورت نے چوتھی مرتبہ اپنے خلاف گواہی دی۔ لیکن اب چونکہ تو ایک مرتبہ کفالت کی ذمہ داری قبول کر چکا ہے اور یہ عورت اس بچے کی نگہداشت سے بے نیاز ہو کر چوتھی مرتبہ گواہی دے چکی ہے لہٰذا اب تجھے ہر حال میں اس بچے کی کفالت قبول کرنا ہوگی۔

اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ منبر پر بیٹھے اور قنبرؓ سے فرمایا: اے قنبرؓ! لوگوں کو آواز دے کہ جلد اکٹھے ہو جائیں۔

قنبرؓ نے منادی کی۔ ہر طرف سے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے، اور اتنا اجتماع عام ہوا کہ مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی۔

جناب امیر المومنینؑ اُٹھے اور لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! تمہارے امامؑ کا حکم ہے کہ اس عورت کو کوفہ شہر سے باہر لے جاؤ۔ اس پر خدا کی مقرر کردہ حد جاری کی جائے گی۔ لیکن تم لوگوں کو قسم ہے رب العزت کی، کہ کل اگر آنا تو اجنبی بن کر آنا۔ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو پہچان نہ سکے، اور اپنے ساتھ پتھر بھی لانا۔ اور پھر اسی طرح اجنبی بن کر اپنے گھروں کو واپس چلے جانا، ان شاء اللہ! یہ اعلان فرما کر جناب امیر منبر سے اتر آئے۔

دوسرا دن ہوا تو عورت کو لایا گیا۔ لوگ بھی اپنے چہروں کو نقاب سے ڈھانپے اجنبی بن کر آنے لگے۔ ہر ایک کے ہاتھوں اور آستین میں پتھر تھے۔ کوفہ کے باہر لوگ جمع ہو گئے۔ مولا علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے اور اس گڑھے میں اس عورت کو کمر تک دفن کر دیا جائے۔ گڑھا کھودا گیا اور اس میں عورت کو کمر تک دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے گھوڑے کی زین پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں پاؤں رکاب میں ڈالے، اور اپنی انگشت ہائے شہادت کو کانوں میں ڈال کر با آواز بلند فرمایا:

یا ایھا النّاس! ان اللّٰہ تبارک وتعالٰی عھد الی نبیه محمدً وعھد محمد الی بانه لا یقیم حداً من اللّٰہ من علیه الحد ، فمن کان اللّٰہ علیه مثل ما له علیھا فلا یقم علیه الحد

"فرمایا: اے لوگو! سنو! اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عہد لیا، اور نبی اکرمؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حد اور سزا وہی دے سکتا ہے جو خود اس کا مستحق نہ ہو۔ اب وہ شخص جو خود سزا اور حد کا حق دار ہو وہ اس عورت کو پتھر نہیں مار سکتا"۔

جب لوگوں نے یہ اعلان سنا تو پتھر پھینک دیئے اور آہستہ آہستہ واپس ہونا شروع ہوگئے۔ حتیٰ کہ صرف تین ہستیاں (مولائے کائنات علی علیہ السلام، جناب حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام) باقی بچ گئے اور ان تینوں نے مل کر اس عورت پر حد جاری کی۔ جو لوگ اکٹھے ہوئے تھے اُن میں کوئی فرد ایسا نہ تھا جو ان کے ساتھ شامل ہوتا۔

لوگ نقاب پہنے ہوئے آئے اور چہروں کو چھپائے ہوئے ہی ایک دوسرے سے اجنبی بن کر واپس چلے گئے۔ یوں سب کی عزت کی پردہ داری بھی رہ گئی اور ایک عورت اپنے گناہ کے بوجھ سے آزاد بھی ہوگئی۔ سبحان اللہ!

واللہ! یہ بشر تو ہیں ہم سے بشر نہیں
ان کی بلندیوں کی کسی کو خبر نہیں
اللہ کے ولی ہیں یہ کہنے میں ڈر نہیں
دھوکا ہوا خدا کا، خدا یہ مگر نہیں
حق نے دیا ہے علم انہیں کُل کتاب کا
پھر کیوں نہ یہ اُلٹ دیں ورق آفتاب کا

بدفعلی کا اقرار

اُصولِ کافی اور کتاب تہذیب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک جوان آیا اور کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! میں نے ایک لڑکے سے بدفعلی کا ارتکاب کیا ہے۔ مجھے میرے گناہ کی سزا دے کر پاک کریں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیسی بات کر رہا ہے۔ شاید تیری عقل پر صفراوی مرض کا غلبہ ہو چکا ہے، جا اپنا کام کر۔ وہ تو جوان چلا گیا اور پھر دوسرے دن

واپس آیا اور وہی اپنی بات دہرائی۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تیرے دماغ پر صفراوی اور سوداوی امراض کا غلبہ ہے۔ جاؤ، جا کر اپنا کام کرو۔

وہ جوان گیا، اور تیسرے دن پھر واپس آیا، اور اپنی وہی کہانی دہرائی۔

مولائے کائناتؑ نے پھر اسے واپس بھیج دیا۔ وہ چوتھے روز پھر آ گیا اور مولاؑ کے حضور پھر اپنے جرم کا اعتراف کیا تو جناب مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس جرم کی سزا کے تین طریقے رسولؐ خدا نے ارشاد فرمائے ہیں۔ تیری جو مرضی میں آئے وہ سزا اپنے لیے پسند کر لے۔

پہلی سزا تو یہ ہے کہ تیرا سر تلوار سے اُڑا دوں۔ دوسری سزا یہ ہے کہ تیرے ہاتھ پاؤں باندھ کر تجھے بلندی سے گرا دوں۔ تیسری سزا تجھے آگ میں جلا دوں۔

وہ جوان کہنے لگا: یا امیرؑ! ان تین سزاؤں میں سے سخت ترین سزا کون سی ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: آگ میں جل جانا سخت ترین سزا ہے۔

نوجوان کہنے لگا: بس مجھے آگ میں جلاؤ، جو سخت ترین سزا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اب اس سزا کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لے۔

وہ نوجوان کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! میں حاضر ہوں، لیکن مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دیجیے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں نماز کی مہلت ہے۔ مسجد میں جو لوگ اور صحابہ موجود تھے وہ اس دردناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اس نوجوان نے نہایت خضوع و خشوع سے نماز پڑھنا شروع کی۔ بعد سلام کے اُس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور بارگاہ رب العزت میں گڑگڑا کر کہنے لگا:

خداوندا! تو جانتا ہے کہ مجھ سے ایک گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے اور یہ بھی تو جانتا ہے کہ تیرے عذاب کے خوف سے میں تیرے نبی محمد مصطفیٰؐ کے وصی جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام کی خدمت میں آیا ہوں، تا کہ وہ مجھے گناہ سے پاک کر دے اُنھوں نے مجھے تین قسم کی سزائیں بتائیں، اور میں نے ان میں سے سخت ترین سزا کا انتخاب کیا ہے کہ اس سخت سزا کے ذریعے میں اپنے گناہ سے پاک ہو جاؤں۔

اے ربِ کائنات! اے غفور و غفار! میں تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ اس دنیا کی سزا اور آگ میں جلنے کو میرے عذابِ آخرت کا کفارہ بنا، اور آخرت کی آگ سے مجھے نجات دے۔

اس نوجوان کی دعا میں اتنی تاثیر اور درد تھا کہ جناب امیر المومنینؑ اور باقی لوگ بھی گڑگڑا کر رونے لگے۔ دعا کے بعد وہ نوجوان اُٹھا اور اپنے آپ کو آگ کے گڑھے میں گرانے لگا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام یکدم نہایت عجلت میں اُٹھے اور اس نوجوان کا ہاتھ پکڑا اور آگ کے گڑھے سے دُور لے گئے اور فرمایا:

قم یا هذا ابکیت ملائکة السماء وملائکة الارض فان الله قد تاب علیك فقم لا تعاودن شیئًا مما فعلیت

"فرمایا: "اُٹھ اے جوان! تو نے آسمان و زمین کے ملائکہ کو رُلا دیا ہے۔ بے شک اللہ نے تیری توبہ قبول فرمائی ہے، اُٹھ کھڑا ہو، لیکن پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا"۔

خالق نما انھی کی محبت ہے لا کلام
ہاتھوں میں اُن کے دوزخ و جنت کی ہے زمام

ہیں سارے جن و انس کے مولا علیؑ امام
وہ ہیں وصی احمدِ مرسلؐ فلک مقام
سارا نظام ارض و سما اُن کے ساتھ ہے
جن کو ہے اُن سے پیار خدا اُن کے ساتھ ہے

بدکار عورت کی میت

اُصولِ کافی میں ابراہیم بن ابی البلاد نے بعض اصحاب سے روایت نقل کی ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دورِ خلافت میں "اُم قیان" نامی ایک بے حد پارسا اور نیک عورت تھی۔ ایک دن جناب امیر علیہ السلام کا ایک صحابی اُم قیان کے پاس گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ نہایت غمگین اور افسردہ حالت میں بیٹھی ہوئی ہے۔

صحابی پوچھنے لگا: اے اُم قیان! اتنی غمگین اور پریشان کیوں ہے؟ کیا بات ہے؟

اُم قیان کہنے لگی: مجھے جس عورت نے آزاد کیا تھا، وہ فوت ہوگئی ہے۔ جب اُس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اس کی میت باہر پھینک دی۔ دوسری مرتبہ پھر اس کو دفنایا، پھر بھی زمین نے قبول نہ کیا۔

راوی کہتا ہے: اُم قیان سے یہ بات سن کر میں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور سارا واقعہ آپؑ کی خدمت میں پیش کیا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: زمین تو یہود و نصاریٰ کی میت بھی قبول کر لیتی ہے۔ اگر اس عورت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے تو اس پر کسی عذاب کی علامت ہے۔ اگر کسی مسلمان کی قبر کی مٹی اس عورت کی قبر میں ڈالی جائے تو پھر اس کی میت باہر نہیں آئے گی۔

راوی کہتا ہے [illegible]

کی رضامندی سے یہ فعل انجام دے تو مرد کا نصف کفارہ عورت کے ذمہ ہوگا۔ اور حکم ہے مرد کو پچیس تازیانے مارے گا۔

توبہ ہر گناہ کو پاک کرتی ہے

مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام نے اُس شخص کے بارے میں حکم جاری کیا جو (نعوذ باللہ) اپنی ماں سے برائی کرے کہ اس مرد کو سختی سے سو کوڑے مارے جائیں اور بعد میں اسے قتل کیا جائے گا۔

اگر اس بات کی اطلاع امام کو نہ دی جائے تو پھر اس کی توبہ کی کوشش کا کفارہ یہ ہے کہ پیدل چل کر مکہ معظمہ جائے اور خدا سے معافی مانگے۔ اس کا معاملہ پھر خدا کے سپرد ہے، کیونکہ وہی غفور و رحیم ہے۔

اگر شادی شدہ بدفعلی کا مرتکب ہو جائے

جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اگر کوئی شخص اپنے محرم سے بدفعلی کا مرتکب ہو اور دونوں شادی شدہ ہوں تو دونوں کو سو سو کوڑے مار کر قتل کیا جائے گا۔ اور اگر دونوں غیر شادی شدہ ہوں تو صرف انھیں قتل کیا جائے گا اور ان پر اور کوئی حد نہ ہوگی"۔

حیوان کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کے لیے سزا کی حد

جناب سید الصادقین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی حیوان کے ساتھ بدفعلی کرے، اس کو پوری حد سے کچھ کم سزا دی جائے گی۔ اور حیوان سے عمل بد کرنے والے شخص سے حیوان کی قیمت وصول کر کے حیوان کے مالک کو ادا کی جائے گی۔

کیونکہ اس شخص نے اپنے عمل بد سے اس حیوان کو حرام بنا دیا ہے۔ایسے حیوان کو ذبح کر کے دفن کیا جائے گا۔

نابالغ مجرم پر شرعی حد

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس اگر کوئی نابالغ بچی یا بچہ مجرم ہونے کی صورت میں لایا جاتا، اس پر بھی آپؑ شرعی حد لگاتے، اور حکم خدا کو معطل نہ کرتے، اور ان بچوں کو کبھی آدھا تازیانہ یا چوتھائی حصہ یعنی کبھی آدھا اور کبھی چوتھائی حصہ تازیانے کا پکڑ کر مارتے تھے۔ جس طرح بچے کی عمر کا تقاضا ہوتا، اس کے مطابق چوتھائی یا تہائی تازیانہ پکڑ کر اسے سزا دیتے۔

ذمی کافر کی مسلمان پر تہمت

مولائے موحدین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی نصرانی مرد کسی مسلمان پر زانی ہونے کی تہمت لگائے یا زانی کہے تو اس کو قذف اور تہمت لگانے کی پوری سزا دی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایک مسلمان پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اور دوسری حد اور سزا اسے اناسی (۷۹) تازیانے مارے جائیں گے، کیونکہ وہ ذمی ہے اور اس کا سر اور داڑھی مونڈ کر شہر بہ شہر پھرایا جائے گا، تاکہ باقی لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

زنا کی تہمت پر کوئی رعایت نہیں

مولائے کائنات علی علیہ السلام کے سامنے ایک شخص آیا، جس نے اپنی زوجہ پر زنا کی تہمت لگائی۔ جب مولاؑ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم سنایا تو اس کی زوجہ کہنے لگی: یاامیرالمومنینؑ! میں نے اس کو معاف کر دیا ہے، اور اس لیے اس کو معاف کر رہی ہوں کہ اس کو سزا نہ ملے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: لَا وَلَا كَرَامَةَ "نہیں اس معاملے میں کوئی

رعایت نہیں"۔ اس کے بعد آپؑ نے اس شخص پر حد جاری فرمائی۔

مجموعی طور پر تہمت کی حد

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی جماعت پر تہمت لگائے اور ایک ایک شخص کا نام لے کر تہمت لگائے تو جتنے اشخاص کا نام لے گا اتنی ہی مرتبہ اس پر حد جاری ہوگی۔ اور اگر مجموعی طور پر تہمت لگائے، اور ہر ایک کا نام نہ لے تو پھر اس پر ایک حد ہوگی۔

ایک شخص نے متعدد بار بدفعلی کی

روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک ہی دن میں متعدد بار زنا کا ارتکاب کیا۔ جب اس زناکار کے عمل بد کے بارے میں مولائے کائنات کو علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اگر ایک ہی عورت کے ساتھ اس نے متعدد بار فعلِ بد کیا ہے تو اس پر ایک حد جاری ہوگی۔ اور اگر دن کے مختلف اوقات میں اس نے متعدد عورتوں کے ساتھ زنا کیا ہے تو ان عورتوں کے مطابق اس پر حد جاری ہوگی۔

حقوق العباد میں کوئی رعایت نہیں

ایک آزاد شخص پر کسی غلام نے تہمت لگائی اور اسے زانی کہا۔ جناب امیرالمومنینؑ نے حکم فرمایا: اس پر قذف کی پوری حد لگائی جائے۔

لوگوں نے پوچھا: یا امیرالمومنینؑ! زنا، چوری، شراب خوری پر غلام پر پوری حد کیوں نہیں لگائی جاتی؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: جن کا آپ نے ذکر کیا ہے یہ حقوق خدا ہیں اور اللہ نے اپنے حقوق میں سے آدھی سزا غلام کو معاف کی ہے لیکن جو حقوق العباد ہیں ان میں اللہ نے کوئی رعایت نہیں دی ہے بلکہ پوری حد لگائی جائے گی۔ اس قسم کی اور

بھی کئی روایات موجود ہیں۔

نابالغ بچے کا بالغ عورت سے فعلِ بد

کتاب وافی میں ابوبصری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ اگر نابالغ بچہ کسی بالغ عورت سے زنا کرے تو مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام کا حکم ہے کہ نابالغ بچے کو آدھی سزا یعنی اس پر آدھی حد جاری ہوگی، اور بالغ عورت کو پوری حد لگائی جائے گی۔ اور اگر وہ عورت شادی شدہ ہو اور شوہر بھی ہو تو اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جس نے اس عورت سے زنا کیا ہے وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔ البتہ روایات میں اس قسم کے الفاظ ہیں کہ اس نابالغ بچے کو حد سے کم کوڑے مارے جائیں گے، بلکہ آدھی حد بھی نہیں۔

زوجہ کی کنیز سے بدکاری

ایک شخص نے بغیر اپنی زوجہ کی اجازت کے اُس کی کنیز سے زنا کا ارتکاب کیا۔ تو جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اس مرد کو زانی کی سزا دی جائے۔

کتاب وسائل میں روایت ہے کہ ایک شخص کو مولائے کائنات علی علیہ السلام کی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے اپنی بیوی کی کنیز سے جماع کیا تھا، اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی تھی۔ مرد نے اپنی بیوی سے کہا: تو نے یہ کنیز مجھے بخش دی تھی لیکن عورت اس بات سے انکار کر رہی تھی۔

جناب امیر علیہ السلام نے مرد سے فرمایا: تو اس بات کے گواہ پیش کر کہ عورت نے یہ کنیز تجھے بخش دی تھی یا پھر تجھے سنگسار کیا جائے گا۔

جب عورت نے یہ سنا کہ اس کے مرد کو سنگسار کیا جا رہا ہے تو مجبوراً اس نے اقرار کر لیا کہ میں نے یہ کنیز شوہر کو ہبہ کر دی تھی۔ عورت کے اس اقراری بیان پر

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اس عورت پر بہتان کی حد جاری فرمائی۔

زندان میں زنا کاری

ایک قیدی نے زندان میں زنا کا ارتکاب کیا۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس قیدی پر زنا کی حد یعنی سو کوڑے لگائے جائیں اور اس کو رجم و سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص عدت طلاق پوری ہونے کے بعد اپنی زوجہ سے جماع کرے تو اس پر زانی کی حد جاری ہوگی یعنی سو تازیانے مارے جائیں گے، اور اگر عدت پوری ہونے سے پہلے اپنی عورت سے جماع کرے تو یہ فعل اس کے رجوع کے مترادف ہوگا اور وہ اس کی زوجہ ہے۔

آدھی آزاد شدہ کنیز پر تہمت

ایک شخص نے اپنی ایک کنیز کو آدھا آزاد کر دیا، اور پھر اس پر زنا کی تہمت لگا دی۔ مولائے کائنات، وصی رسولؐ، امام المتقین جناب علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں اور اس کو چاہیے کہ اپنے اس عمل سے توبہ و استغفار کرے تاکہ اس کے بعد کوئی شخص اس قسم کا عمل نہ دہرائے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے غلام کو اتنا مارے کہ حد مقرر کو پہنچ جائے، مثلاً غلام کو اسی کوڑے مارے، جو کہ ایک مقررہ حد ہے اور اس کا غلام اس سزا کا حق دار نہ ہو تو اس عمل کا حق اس طرح ادا ہوگا کہ آقا اس غلام کو آزاد کر دے۔ اس کے علاوہ اور کوئی کفارہ نہیں۔

عورت نے طلاق کا حق اپنے پاس رکھا

وافی میں محمد بن قیس نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ

جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی۔ عورت نے نکاح میں شرط رکھی کہ اگر اس نے میری اجازت کے بغیر دوسری شادی کی یا پھر اس سے دُوری اختیار کی تو طلاق کا حق مجھے حاصل ہوگا۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے اس معاملے کا فیصلہ سنایا اور فرمایا: اللہ کی شرط تیری شرط سے مقدم ہے۔ اب اگر مرد چاہے اور اس کی مرضی ہو تو اپنی شرط پوری کرے۔ اگر نہیں تو پھر اپنی اس بیوی کا خیال بھی کرے، اس کے حقوق بھی پورے کرے، اور چاہے تو دوسری شادی بھی کر لے۔

جناب امیر علیہ السلام نے اس عورت کے شوہر سے فرمایا: تو نے حق کو نااہل کے سپرد کیا ہے۔

ایک کنیز کا آزاد ہونے کا دعویٰ

وافی میں منقول ہے کہ ایک عورت نے دوسرے قبیلہ میں آ کر دعویٰ کیا کہ میں آزاد ہوں۔ اس قبیلہ کے ایک شخص نے اس سے نکاح کر لیا اور ایک آزاد عورت کا حق مہر اس کے لیے مقرر ہوا۔

کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس عورت کا آقا آ گیا، اور اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت میری کنیز ہے۔

جناب امیر کائنات مولا علی علیہ السلام نے اس معاملے کا فیصلہ سنایا کہ یہ عورت اس کے آقا کو واپس کر دو اور اس کی اولاد غلام اور کنیز ہوں گے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ان بچوں کا باپ ان بچوں کی قیمت اس دھوکہ باز عورت کے مالک کو نہ لوٹائے۔

سماعہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مرد اگر دو گواہ پیش کرے کہ یہ عورت آزاد ہے تو اس صورت میں اس کی اولاد آزاد تصور ہوگی اور اس مرد کے ذمے کوئی ادائیگی نہ ہوگی۔ البتہ وہ عورت ہر صورت میں اپنے مالک کو

واپس لوٹائی جائے گی۔

علقہ نامی کیڑا لڑکی کے شکم میں

علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں اس واقعہ کو عمار یاسرؓ اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے:

عمار یاسرؓ فرماتے ہیں: ماہ صفر کی سات تاریخ تھی اور سوموار کا دن تھا۔ میں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ اچانک ایک شور بلند ہوا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: عمارؓ جاؤ اور میری تلوار لے آؤ۔ میں نے تلوار حاضر کی تو آپؑ نے فرمایا: آج میں وہ کام کروں گا جس سے مومنین کے دل ٹھنڈے ہوں گے اور ایمان کا نور ان کے دلوں میں بڑھ جائے گا اور حاسدین کے دلوں کی آتشِ حسد میں اور اضافہ ہوگا اور ان کی عداوت مزید بڑھ جائے گی۔

پھر فرمایا: اور جو میرے نام کی صدا دے رہا ہے اسے میرے پاس لے کر آؤ۔

عمارؓ کہتا ہے: جب میں مسجد سے باہر آیا اور دیکھا کہ ایک عورت ہے جو محمل پر سوار ہے اور بآواز بلند کہہ رہی ہے:

يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ وَيَابَغِيَّةَ الطَّالِبِيْنَ وَيَاكَنْزَ الرَّاغِبِيْنَ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِوَلِيِّكَ تَوَسَّلْتُ وَخَلِيْفَةَ رَسُوْلِكَ قَصَدتُ فَبَيِّضْ وَجْهِيْ وَفَرِّجْ عَنِّيْ كُرْبَتِيْ

"اے مدد چاہنے والے کے مددگار! اے طلب گاروں کا سرمایہ! اے رغبت کرنے والوں کا خزانہ! میں تجھے پکارتی ہوں، اور تجھے اپنے ولی کا واسطہ دیتی ہوں، تیرے رسولؐ کے خلیفہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اسی کے صدقہ مجھے سرخرو فرما اور میری مصیبت دُور فرما"۔

عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسے بلایا کہ تجھے جناب امیر علیہ السلام نے بلایا ہے۔ وہ عورت کجاوہ سے نیچے اُتری اور فریاد کرتی ہوئی مولاؑ کی خدمت میں آئی اور فریاد کرنے لگی:

اے امامِ مسکینان! میں آپؑ کو حلالِ مشکلات جان کر آئی ہوں۔ برائے کرم میری مصیبت دُور فرمائیں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے عمارؓ! کوفہ کے گلی کوچوں میں منادی کرا دے کہ جس شخص نے جناب ابو طالب علیہ السلام کے فرزند کے علمِ لدنی کا ملاحظہ کرنا ہو تو وہ مسجدِ کوفہ میں آجائے۔

عمارؓ کہتے ہیں: جب اہلِ کوفہ کو اطلاع پہنچی تو لوگ سیلاب کی طرح اُمڈے چلے آئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کا صحن بھر گیا۔

مولائے کائناتؑ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارا کیا مسئلہ ہے اور تمہیں اس لڑکی سے کیا شکایت ہے؟

مجمع عام میں سے ایک بوڑھا شخص آگے آیا، مولاؑ کو سلام کرنے کے بعد عرض کرنے لگا: یاامیر المومنینؑ! یہ میری بیٹی ہے، بڑے بڑے رُوسائے عرب مجھ سے اس کی خواستگاری کے لیے آئے، لیکن اس نے ہر ایک کو ٹھکرا دیا۔ اب اس لڑکی نے مجھے پورے قبیلے میں رُسوا اور شرمسار کر کے رکھ دیا ہے۔ میں لوگوں میں اب سر اُٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہا۔ دایہ کہتی ہے کہ تیری بیٹی حاملہ ہے، حالانکہ نہ اس کی شادی ہوئی اور نہ ہی ایسا کوئی معاملہ ہے۔ میں سخت پریشان ہوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے لڑکی کو دیکھا اور فرمایا: بیٹی! تو کیا کہتی ہے؟

لڑکی نے عرض کیا: اے مولائے مشکل کشاؑ! میرے باپ نے سچ کہا ہے کہ میری شادی نہیں ہوئی لیکن یہ جو کہتے ہیں کہ میں حاملہ ہوں، اے کریم ابن کریم! اے

یا امیر المؤمنین! مجھے آپؑ کی ذات پاک کی قسم نہ میں نے خیانت کی اور نہ کسی نامحرم نے مجھے ہاتھ لگایا ہے۔ آپؑ تو لوحِ محفوظ کا علم رکھتے ہیں۔ میں اس وقت آپؑ کے سامنے ہوں۔ میری موجودہ صورتِ حال بھی آپؑ کے سامنے ہے۔ خدا کے لیے اے آقا دو جہان کے وصیؑ! میری مدد کیجیے اور مجھے اس رسوائی سے بچائیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے کوفہ کی "لبنانہ" نامی دایہ کو بلایا اور فرمایا: اس لڑکی کو اندر لے جا اور اس کا مکمل ملاحظہ کر کہ یہ حاملہ ہے یا نہیں؟

دایہ لڑکی کو لے گئی، اس کا معائنہ کیا، واپس آ کر رپورٹ پیش کی۔ جناب مولائے کائناتؑ رپورٹ سن کر حیران ہوئے کہ لڑکی باکرہ بھی ہے اور حاملہ بھی ہے۔

پھر آپؑ نے لڑکی سے پوچھا: کیا تو "اسکا" نامی شہر کی رہنے والی ہے؟

لڑکی نے جواب دیا: جی ہاں مولاؑ! ہم اسی شہر کے باسی ہیں۔

پھر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ہے جو تمہارے علاقے سے برف کا ایک ٹکڑا لے آئے۔

لڑکی کا باپ کہنے لگا: یا ابا الحسنؑ! برف تو ہمارے علاقہ میں بہت ہے، لیکن اس وقت وہاں سے برف لانا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ کوفہ سے ہمارا علاقہ تقریباً سات سو میل کے سفر پر واقع ہے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اب دیکھو! اللہ نے تمہارے امیرؑ کو کتنا علمِ نبیؐ عطا کیا ہے۔

عمارؓ کہتے ہیں کہ سید الصادقین، امام المتقین علی علیہ السلام نے منبر سے اُٹھ کر اپنے دست خیبر گیر کو بلند کیا، اور جب ہاتھ واپس آیا تو سات سو میل کی مسافت سے برف کا ٹکڑا ان کے ہاتھ میں تھا اور انگلیوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ لوگوں نے اس منظر کو دیکھا تو سبحان اللہ! اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور حاسدین

چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

مولائے کائناتؑ نے اس سے فرمایا: خاموش ہو جاؤ، تم اس برف کے ٹکڑے پر حیران ہو، اگر میں چاہوں تو برف کا پہاڑ بھی یہاں حاضر کر سکتا ہوں۔ پھر جناب امیرؑ نے دایہ کو بلایا اور فرمایا: یہ برف لے جا اور ایک طشت میں ڈال کر لڑکی کو اس طشت پر بٹھا دے۔

جب دایہ نے لڑکی کو برف کے طشت پر بٹھایا تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ساڑھے سات سو درہم کا وزنی کیڑا جسے "علقہ" کہتے ہیں۔ اس لڑکی کے شکم سے باہر آیا۔ وہ کیڑا طشت میں ڈال کر لوگوں کے سامنے رکھا۔ لوگ حیران و پریشان ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے لڑکی کے باپ کو بلایا اور فرمایا: تجھے مبارک ہو کہ تمہاری مشکل حل ہو گئی ہے اور اب سرخرو ہو کر اپنے وطن واپس جاؤ۔ تیری بیٹی بالکل پاک دامن ہے اور اس نے کسی قسم کی بھی خیانت نہیں کی ہے۔ تم سر اُٹھا کر جی سکتے ہو۔

حقیقت حال یہ ہے کہ یہ لڑکی جب دس سال کی تھی تو غسل کرنے کے لیے چشمۂ آب پر گئی اور وہاں کا ایک کیڑا اس کے شکم میں پہنچ گیا۔ وہ اندر ہی اندر پلتا رہا اور اس قدر بڑھ گیا کہ حمل معلوم ہوتا تھا۔

لڑکی کا بوڑھا باپ جناب مولائے کائناتؑ کے قدموں میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ شکمِ مادر میں موجود ہر چیز اور انسان کے ضمیر اور دلوں کے راز تک کے عالم ہیں۔

لوگوں میں حیرت اور عبرت کی لہر دوڑ گئی۔ مجمع عام سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: یا امیر المومنینؑ! پانچ سال ہوئے علاقہ میں بارش نہیں ہوئی۔ خشک سالی نے حالات سخت کر دیے ہیں۔ فصلیں تباہ ہو گئی ہیں، زمینیں بنجر ہو چکی ہیں۔ چوپائے

سوراخ ہو جائے تو یہ مرد صحیح ہے اور اس میں مقاربت کی قوت بحال ہے۔ اور اگر پیشاب کرنے سے زمین میں سوراخ نہ ہو تو پھر یہ واقعاً نامرد ہے، جس طرح یہ کہہ رہا ہے۔

آقا کی اجازت کے بغیر غلام کی شادی

علامہ مجلسی نے کتاب صفوۃ الاخبار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک شخص امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا مولاؑ! یہ میرا غلام ہے، اور اس نے میری اجازت کے بغیر شادی کر لی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان کے درمیان جدائی ڈال دو۔ مولاؑ کا حکم سن کر مالک نے غلام سے کہا:

یَاخَبِیْثُ طَلِّقِ اِمْرَاَتَکَ

"اے خبیث! اپنی عورت کو طلاق دے دے"۔

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے غلام سے فرمایا: اے غلام! اب تیری مرضی ہے، طلاق دے یا اپنی بیوی اپنے پاس رکھ۔

وہ مالک کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! یہ کیسا فیصلہ ہے؟

آپؑ نے اس مالک سے فرمایا: تو نے غلام سے کہا ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دے۔ یہ فقرہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تو اس کی شادی کرنے پر راضی تھا۔

اب طلاق دینا تیرے غلام کا اختیار ہے۔ اس کی مرضی چاہے طلاق دے یا عورت کو اپنی بیوی بنا کر رکھے۔

دو تاجروں نے ایک دوسرے کو بیچا

عجائب احکام میں روایت ہے کہ دو شخص تاجر تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو

فیصلہ:۔ جب یہ معاملہ مولائے کائناتؑ جناب علی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو مولاؑ نے فیصلہ سنایا کہ ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، کیونکہ اُنھوں نے اپنے آپ پر بھی اور لوگوں کے اموال پر بھی ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی۔

لوہے کے دروازے کا وزن

کتاب صفوۃ الاخبار میں منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے بصرہ کے ایک گاؤں سے لوہے کا بنا ہوا دروازہ خریدا۔ اس کا وزن مقرر کر کے لوہار نے انھیں دروازہ دے دیا اور رقم وصول کر لی۔ جب معاملہ طے ہوگیا اور خریدار دروازہ اُٹھانے لگے تو اُنھیں دروازے کا وزن تھوڑا لگا۔ وہ مزدور جنھوں نے دروازہ اُٹھایا تھا وہ بھی کہنے لگے کہ جو وزن تم نے بتایا تھا، اس دروازے کا وہ وزن نہیں ہے۔

خریداروں نے لوہار سے اس کی قیمت کم کرنے کا مطالبہ کیا۔ لوہار نے کچھ بھی رعایت کرنے سے انکار کر دیا۔ آخرکار یہ معاملہ مولائے کائنات علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اِس دروازے کو دریائے فرات کے کنارے لے جاؤ۔ وہاں اِس کو ایک کشتی پر لاد دو اور دیکھو کہ کشتی کس قدر پانی میں ڈوبتی ہے۔ جتنی کشتی پانی میں ڈوبے وہاں نشان لگا دو۔ پھر اس دروازے کو اُتار لو اور اس کشتی میں کھجوریں بھر دو، حتیٰ کہ ان کے بوجھ سے کشتی اُسی نشان تک ڈوب جائے۔ پھر ان کھجوروں کو اُتار لو اور ان کا وزن کرو۔ جو وزن کھجوروں کا ہوگا، وہی وزن دروازے کا ہے۔

منکرین رسالتؐ کا قتل

ثقۃ الاسلام کلینی نے اُصول کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے

روایت بیان کی ہے کہ ایک دن مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ آپؑ کے سامنے کچھ لوگ لائے گئے جنھوں نے ماہِ رمضان کے دن میں کھانا کھایا تھا۔

مولا علی علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کیا تم نے ماہِ رمضان کا روزہ نہیں رکھا؟
کہنے لگے: جی نہیں، ہم نے روزہ نہیں رکھا۔
آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ یہودی ہو؟
کہنے لگے: جی نہیں۔
آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ نصرانی ہو؟
کہنے لگے: جی نہیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر اے اسلام مخالف! کس ملت سے تعلق ہے تمھارا؟

کہنے لگے: ہم مسلمان ہیں، اور ملت اسلامی سے ہمارا تعلق ہے۔
آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ مریض ہو۔ کیا تمہیں کوئی ایسا مرض لاحق ہے جو واضح نہ ہو، کیونکہ ہر شخص اپنے مزاج کا بہتر طور پر علم رکھتا ہے۔
وہ کہنے لگے: یا حضرتؑ! ہمیں ایسا کوئی مرض بھی نہیں ہے۔
جناب امیرؑ مسکرائے اور آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ خدائے واحد کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے ہو؟
وہ کہنے لگے: ہم خدائے واحد کو تو مانتے ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ (معاذ اللہ) محمدؐ ایک عربی شخص تھا۔ جس نے اپنی طرف سے خود لوگوں کو اپنی جانب راغب کیا۔
جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم لوگ منکرین رسالت ہو تو

پر تمام تم لوگوں کوقتل کردوں گا۔
وہ لوگ کہنے لگے: آپؑ چاہے ہمیں قتل بھی کردو، ہم پھر بھی انھیں نبی نہیں
مانیں گے۔

آپؑ نے اُسی لمحے چند جرنیلوں کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو کوفہ کے
باہر لے جاؤ، اور وہاں دو گڑھے کھود دو اور ان کے درمیان ایک بڑا سوراخ رکھ دو۔
جرنیل منکرین رسالتؐ کو شہر کوفہ سے باہر لے آئے، اور آپؑ نے ان سے
فرمایا: اگر تم نے رسالت مآبؐ کی رسالت کا اقرار نہ کیا تو تمھیں اس گڑھے میں ڈال
کر اس کے دھوئیں سے تمھیں قتل کردوں گا۔
وہ کہنے لگا: ہم اقرار رسالت نہیں کریں گے۔ آپؑ جو مرضی ہو وہ ہمیں سزا
دیں۔ جب ان لوگوں نے اقرار رسالت سے انکار کردیا تو جناب امیر علیہ السلام نے
حکم دیا کہ ان سب کو ایک گڑھے میں ڈال دو اور گڑھے کو اُوپر سے بند کردو اور دوسرے
گڑھے میں آگ روشن کرو، جس کا دھواں ان کو پہنچے۔ چنانچہ حکم امیر المومنینؑ ایسا ہی
کیا گیا۔

جناب امیر علیہ السلام بار بار ان سے پوچھتے رہے کہ تم لوگ اقرار رسالت کرلو،
لیکن وہ جہنمی بد بخت نہ مانے۔ دھواں متواتر ان لوگوں تک پہنچتا رہا، حتیٰ کہ وہ گڑھے
میں دم گھٹنے سے بے ہوش ہوگئے اور بالآخر جہنم رسید ہوئے۔

ان منکرین رسالت کے قتل کی خبر کوفہ کے پورے شہر اور گرد و نواح میں پھیل گئی۔

ایک دن یثرب کے چند یہودی جن کو تمام یہود اپنا رہبر مانتے تھے۔ مولائے
کائناتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے مسجد کے دروازے پر رُک کر پیغام
بھیجا کہ ہم یثرب کے چند یہودی علماء آپؑ سے شرف ملاقات چاہتے ہیں۔ آپؑ
ہمارے ہاں تشریف لے آئیں یا ہمیں حکم دیں کہ ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

جناب مولائے کائناتؑ مسجد سے باہر تشریف لائے اور ان کے پاس گئے اور فرمایا: آپ لوگوں کا کیا مسئلہ ہے؟

ان علماء میں سے ایک نہایت ہی بزرگ شخص کہنے لگا: اے فرزند ابوطالبؑ! (معاذاللہ) یہ کون سی بدعت ہے جو آپؑ نے دین محمدؐ میں پیدا کر دی ہے؟

جناب امیرؑ نے پوچھا: آپ لوگ کس بدعت کی بات کر رہے ہیں؟

وہ کہنے لگے: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپؑ نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے اور محمدؐ کی رسالت کا انکار کرنے پر چند لوگوں کو سانس بند کر کے قتل کر دیا ہے۔

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں طور سینا پر نازل ہونے والے جناب موسیٰؑ کے نو معجزات کی قسم! تمہیں اپنے مذہب کے پانچ مقدس کلیساؤں کی قسم اور تمہیں ذات واحد کی بزرگی اور عظمت کی قسم! مجھے یہ بتاؤ کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نونؑ کے پاس اسی قسم کا ایک گروہ حاضر کیا گیا تھا، جو خدائے واحد کو تو مانتے تھے لیکن وہ لوگ جنابِ موسیٰؑ کی نبوت کے منکر تھے۔ پھر حضرت یوشعؑ نے انہیں اسی طرح سزا دی تھی جیسا کہ میں نے ان منکرین رسالتؐ کو سزا دی ہے۔

وہ تمام یہودی علماء کہنے لگے: واقعاً بات ایسے ہی ہے جو آپؑ نے بیان کیا ہے۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ ناموسِ موسیٰؑ کے محافظ ہیں۔

اس کے بعد بزرگ ترین یہودی عالم نے اپنی قباء کے دامن سے ایک کتاب نکالی، اور جناب امیر علیہ السلام کو پیش کی۔

جناب امیرالمومنینؑ نے وہ کتاب کھولی۔ ایک صحیفہ پر نگاہ کی اور پھر رونے لگے۔ یہودی عالم کہنے لگا:

یاحضرتؑ! کیا ہوا؟ آپؑ نے کتاب کھولی، دیکھی اور رونے لگے ہیں۔ کیا آپؑ

اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ یہ تو سریانی زبان میں ہے اور آپؑ کی زبان تو عربی ہے۔
جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا نام ہے جو اسی کتاب میں لکھا ہے۔
جب میری نگاہ اپنے نام پر پڑی تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
یہودی کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! مجھے بھی بتایئے۔
جناب امیرؑ نے اس یہودی عالم کو بتایا: یہ تمہاری کتاب (سریانی زبان) میں میرا نام "الیاہ" ہے۔
وہ یہودی کہنے لگا:

اشھد ان لآ اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ
واشھد انک وصی محمد واشھد انک اولی بالناس
من بعد محمدؐ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ
کے رسولؐ ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ محمدؐ کے وصی ہیں
اور محمدؐ کے بعد ان کے مقام خلافت کے حق دار ہیں"۔

ان علمائے یہود نے مولائے کائنات علیہ السلام کی بیعت کی اور آپؑ کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گئے۔

یہ چند احکام اور فیصلے تھے جن کا انتخاب کیا گیا ہے ورنہ کئی ہزار ایسے احکام اور فیصلے ہیں جو مولائے مشکل شیر خدا، امام المتقین، وصی رسولؐ، قاضی دین رسول علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمائے۔

آپؑ کے دَورِ خلافت کے ایسے بے شمار واقعات تاریخ اسلام میں ملتے ہیں جو آپؑ کی عظمت و کردار کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپؑ عدل و انصاف کا محاسبہ کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ عمال کو ہمیشہ تقویٰ، نرمی اور عدل سے کام لینے کی تلقین فرماتے

تھے اور اُن کی معمولی سی بدعنوانی کو بھی برداشت نہ کرتے۔ رعایا پر بہت شفیق تھے اور عدل وانصاف میں مطلق کسی کی رُو رعایت نہ کرتے تھے۔

جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا ہے کہ جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام جنگِ صفین کے لیے تیار ہوئے تو زرہ باوجود تلاش کرنے نہ ملی۔ جنگ سے واپس ہوئے تو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ آپؑ نے یہودی سے فرمایا: نہ میں نے زرہ کسی کو دی اور نہ کسی کے ہاتھ بیچی ہے پھر یہ تیرے پاس کیسے آئی؟

اُس نے کہا: میں کچھ نہیں جانتا یہ زرہ میرے قبضے میں ہے اور میری ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ خلیفۂ وقت تھے چاہتے تو زرہ اس سے چھین بھی سکتے تھے لیکن آپؑ یہ معاملہ قاضی شریح کی عدالت میں لے گئے۔

قاضی شریح نے جناب مولائے کائناتؑ کا دعویٰ اور یہودی کا جواب سن کر جناب امیرؑ سے کہا: یا مولاؑ! آپؑ اپنے گواہ لائیے۔ اُنھوں نے فرمایا: میرا بیٹا حسنؑ اور میرا غلام قنبرؓ موجود ہیں۔

قاضی شریح نے کہا: بیٹے کی باپ کے لیے اور غلام کی آقا کے لیے شہادت قبول نہیں کی جاسکتی۔

فرمایا: تعجب ہے آپ اہلِ جنت کی شہادت قبول نہیں کرتے، جب کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: حسنؑ اور حسینؑ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔

لیکن شریح اپنے فیصلے پر قائم رہا۔ اس پر یہودی یکایک بول اُٹھا: یا امیرالمومنینؑ! آپؑ خلیفۂ وقت ہیں لیکن یہ قاضی شریح آپؑ پر عام لوگوں کی طرح جرح قدح کر رہا ہے۔ بے شک آپؑ کا دین سچا ہے اور یہ زرہ آپؑ ہی کی ہے۔ اُس نے زرہ آپؑ کے حوالے کی اور کلمہ پڑھ کر اُسی وقت حلقۂ بگوشِ اسلام ہوگیا۔

کون ان کے مقابل ہے کہ اس گھر میں ہیں سب ایک
ہے آلِ محمدؐ کا نسب ایک حسب ایک
اوّل بھی محمدؐ ہے تو آخر بھی محمدؐ
سب لائق تعظیم ہیں اور ان کا ادب ایک

مولائے کائناتؑ کے ایوانِ عدالت میں بلاامتیاز مذہب وملت، خویش و بیگانہ سب برابر تھے۔ اگر آپؑ خود کسی مقدمہ میں فریق ہوتے تھے تو قاضی کے سامنے حاضر ہونا پڑتا تھا اور اگر ثبوت نہ ہوتا تو مقدمے کا فیصلہ آپؑ کے خلاف ہوتا۔

اصفہان سے آپؑ کے پاس مال آیا۔ اس کو سات حصوں پر آپؑ نے تقسیم کیا۔ اس مال میں ایک روٹی بھی تھی۔ آپؑ نے اس کے بھی سات ٹکڑے کیے اور ہر حصے میں اس کا ایک ایک ٹکڑا شامل کر دیا۔ پھر ان حصہ پانے والے ساتوں سرداروں کو بلایا اور ان کے درمیان میں اس لیے قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کسے پہلے حصہ دیا جائے۔

آپؑ کے دورِ خلافت میں آپؑ کے پاس دو سائل عورتیں آئیں۔ ایک عرب کی رہنے والی تھی اور دوسری آزاد کردہ باندی تھی۔ آپؑ نے ان دونوں کو ایک ایک بوری غلہ اور چالیس چالیس درہم دینے اور جانے کا حکم فرمایا۔ آزاد شدہ باندی تو چلی گئی لیکن عربی عورت بولی: اے امیر المومنینؑ! کیا آپؑ مجھے بھی اسی جیسا دے رہے ہیں جو اسے دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں عرب کی رہنے والی ہوں اور وہ ایک آزاد شدہ کنیز ہے۔

جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ کی کتاب میں غور کیا، میں نے تو اولادِ اسماعیلؑ کی اولادِ اسحاقؑ پر کوئی فضیلت نہیں دیکھی۔

علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ جعدہ بن ہبیرہ نے جناب امیر المومنینؑ کی خدمت

میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یاامیرالمومنینؑ! آپؑ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک آپؑ کو اپنے مال و دولت سے زیادہ محبوب رکھتا ہے اور دوسرے کا یہ حال کہ اگر اسے آپؑ کے ذبح کرنے پر قابو مل جائے تو وہ آپؑ کو ذبح کر دے گا۔ آپؑ اس (ذبح کرنے والے) کے لیے فیصلہ اِس محبت رکھنے والے کے خلاف دیتے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے جعدہ کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور فرمایا:

"اگر یہ فیصلہ میری چیز ہوتا تو میں تیری منشا کے مطابق فیصلہ کرتا، لیکن یہ ایک ایسی شے ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے"۔

کمال عشق کی منزل کو ڈھونڈنے والو!
علیؑ کے حُسنِ عمل میں اسے تلاش کرو
عصائے بندگیِ حق کو ہاتھ میں لے کر
بتانِ نفس کو لمحوں میں پاش پاش کرو

باب ششم

امینِ علم و رضا

علمائے یہود کے پوچھے گئے سوالات کے جوابات

قرآنِ حکیم میں فرمانِ کردگار ہے:

"مومن نورِ خدا سے دیکھتا ہے، ایمان دلوں کا اطمینان اور دلوں کی زینت ہے، فلاح نمازوں میں خشوع سے ہے"۔

یہ سب صفات بابِ علم کو عطا ہوئیں۔ ربِ رحیم و کریم جب اپنے چنے ہوئے بندوں کو بڑی ذمہ داریاں تفویض کرنا چاہتا ہے تو پہلے ذہنی، جسمانی، قلبی اور روحانی طور پر اُن کی تربیت فرماتا ہے۔ علیؑ وہ ہیں جن کا شجرۂ علم علمِ نبوت سے بلاواسطہ ملتا ہے اور علمِ نبوت کا شجرۂ علمِ خدا سے براہِ راست ملتا ہے۔ اور جو اس دَر سے بے خبر رہا وہ خدا اور رسولؐ کی تعلیمات سے بے خبر رہا۔

مولائے کائناتؑ ایک منزل پر فرماتے ہیں: سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی۔ "میری زندگی میں جو چاہو پوچھ لو، ورنہ تمہیں علمی معلومات سے کوئی بہرہ وَر کرنے والا نہ ملے گا"۔

جنابِ امیرالمومنین، وصیِ رسول علی علیہ السلام اَعلَمُ النَّاس بالقرآن والسنن تھے۔ یعنی تمام لوگوں سے زیادہ قرآن و حدیث کے عالم تھے، خود سرکارِ دوعالمؐ نے آپؑ کے علمی مدارج پر بار بار روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

اور فرمایا:

اَنَا دَارُالحِکمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

أَعْلَمُ أُمَّتِی عَلِی ابنِ أَبِی طَالِب

''کہ میری اُمت میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام سب سے زیادہ عالم ہیں''۔

جناب امیر علیہ السلام اس علمی تربیت کے بارے میں ایک موقع پر فرماتے ہیں:

هذا ما رزقنی رسول اللّٰہ رزقا رزقا

''میرے سینے میں وہ علم ہے جو رسولؐ اللہ نے مجھے اس طرح سے بھرایا تھا، جس طرح پرندہ اپنے بچے کو دانا بھراتا ہے''۔

یعنی جس طرح پرندہ اپنے پوٹے میں جمع کی ہوئی غذا جوں کی توں اپنے بچے کے منہ میں منتقل کر دیتا ہے۔ اسی طرح سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰؐ نے وہ تمام علوم جو شریعت کے ہیں یا حکمت کے، قرآن کے ہیں یا سنت کے، اخلاق کے ہیں یا سیاست کے۔ ظاہر کے ہیں، یا باطن کے، حاضر کے ہیں یا غائب کے۔ سب کے سب میرے سینے میں منتقل کر دیئے ہیں۔ اور رسولؐ خدا نے اس تربیتِ علمی کی تکمیل کے بعد أَعلَمُ أُمَّتِی کی سند عطا کر کے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو مَدِينَةُ الْعِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا کا تمغہ جبینِ امامت پر آویزاں کیا، اور اس طرح علمِ رسولؐ تک پہنچنے کا ذریعہ جناب امیر علیہ السلام کو بنایا یعنی جس طرح شہر میں داخل ہونے کا ذریعہ دروازہ ہوتا ہے اسی طرح رسولؐ کے علم تک رسائی کا ذریعہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

جناب امیرؑ کا خطبۂ اشباح، حقائق کائنات کی معلومات کا خزانہ

جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ بہترین خطبہ اشباح [illegible] جلیل [illegible] خطبات میں شمار کیا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! آپؑ رب کائنات کی اِس طرح سے تعریف فرمائیں کہ معلوم ہو کہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام یہ سن کر غضب ناک ہوگئے اور فرمایا: تمام حمد اس خدا کے لیے ہے جو فیض و بخشش کے روکنے سے مال دار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا اسے تہی دست اور فقیر نہیں بنا سکتے۔

اس لیے کہ ہر دینے والے کے یہاں اس کے سوا داد و دہش سے کمی آ جاتی ہے اور جو ہاتھ روک لے اسے بُرا سمجھا جاتا ہے۔

وہ مفید نعمتیں اور بخششوں پر بخششیں اور روزیوں کی تقسیم پر ممنون و احسان کرنے والا ہے۔

مخلوق اس کے عیال ہیں۔ اس نے ان کے رزق کی ذمہ داری لی ہے اور روزیاں معین کردی ہیں۔ اس نے رغبت کرنے والوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کے لیے راستہ کھلا رکھا ہے۔ وہ مانگی ہوئی چیزوں کو بے مانگی ہوئی چیزوں کی بہ نسبت زیادہ دینے والا نہیں۔

وہ ایسا اوّل ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں کہ اس سے قبل کسی چیز کا تصور کیا جاسکتا، اور ایسا آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں کہ کوئی شے اس کے بعد ہوسکے۔ وہ آنکھ کی چلیوں میں بیٹھنے والے انسانوں کو روک دیتا ہے کہ وہ اسے پاسکیں یا اس کی حقیقت تک پہنچ سکیں۔

زمانے کے انقلابات اس پر اثر انداز نہیں ہوتے کہ اس کے حالات میں تغیر و تبدل ہو۔ وہ کسی محل میں نہیں ہے کہ اس کے لیے نقل و حرکت ہوسکے۔

اور اگر وہ تمام خالص سونے اور چاندی کے خزانے جنھیں پہاڑوں کے معدن

سانس لے لے کر تیار کرتے ہیں، اور بکھرے ہوئے موتی جنھیں صدف نس کر اُگل دیتے ہیں اور مرجان کی کٹائی ہوئی شاخیں بخش دے تو اس کے جود وسخا پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اس کے پاس جو بے اندازہ ذخیرہ ہے، وہ ختم نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس کے پاس انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے کہ ساری دنیا کی مانگیں ختم نہیں کر سکتیں۔

اس لیے کہ وہ ایسا کرم کرنے والا ہے، جس کی عطا کو مانگنے والوں کی حاجت روائی مفلس نہیں بنا سکتی اور نہ حد سے بڑھا ہوا اصرار بخیل بنا سکتا ہے۔

اے (صفاتِ باری) کو پوچھنے والے دیکھ، قرآنِ مجید نے اس کی جن صفتوں کی رہبری کی ہے اس کی پیروی کر، اور اس کے نورِ ہدایت سے روشنی حاصل کرتے رہو اور جو چیزیں قرآن، سنتِ رسولؐ اور نہ سنتِ آئمہ ہدیٰ میں واجب ہیں، جن کو صرف شیطان نے ان کے جاننے کی تمہیں تکلیف دی ہے، اس کا علم خدا ہی کے حوالے رہنے دو، اور یہی تم پر اللہ کا آخری حق ہے۔

اور جان لو کہ علم میں راسخ وہ لوگ ہیں جنھیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں گھسنے سے اس بات نے بے نیاز کر دیا ہے کہ جس چھپے ہوئے غیب کے رازوں کی تفصیل و تفسیر وہ نہیں جانتے، اس کا اجمالی اقرار کرتے رہتے ہیں۔ اور جس چیز کے علم پر وہ احاطہ نہیں کر سکتے اور اپنے عجز کا اقرار کرتے ہیں۔

خداوند عالم نے ان کی مدح کی ہے اور جن چیزوں کی کنہ و حقیقت ہیں۔ غور و فکر کرنے کی تکلیف نہیں دی گئی ہے۔ ان میں غور نہ کرنے کا نام رسوخ ہے۔ بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنی عقل کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تم ہلاک ہو جانے والوں میں ہو جاؤ گے۔

بے شک وہی قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی حد معلوم کرنے کے لیے وہم

وخیال اپنے تیر چلا رہے ہوں، اور فکر ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے آزاد ہو کر ارادہ کرتی ہے کہ اس کی سلطنت کے پوشیدہ اسرار کی گہرائیاں، اس کے علم میں آ جائیں، اور دل اس کی صفات کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے والہانہ طور پر اس پر خیال جمائے رہیں اور ذاتِ الٰہی کے جاننے کے لیے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں حدِ بیان سے زیادہ دُور تک چلی گئی ہوں تو عین اس وقت جب وہ غیب کے تاریک گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں، ان سب کو ناکام واپس کر دیتا ہے۔

جب عقلیں اِس طرح ناکام پلٹتی ہیں تو انھیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان رویوں سے ہم اس کی ذات کا پتہ نہیں لگا سکتے ہیں۔ نہ ہی مفکروں کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت وجلال کا ذرا بھر بھی شائبہ آ سکتا ہے۔

خدا وہی ہے جس نے کوئی مثال اپنے سامنے رکھے بغیر مخلوقات کو ایجاد کیا اور جس میں اس کی حکمت و دانائی کے آثار منہ سے بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکھنے میں اس کے سہارے کے محتاج ہیں۔

(اس اقرار نے) ہمیں یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ اس کی معرفت پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کی پیدا کی ہوئی عجیب وغریب چیزوں میں اس کی صنعت کے نقش ونگار اور حکمت کے آثار نمایاں ہیں۔ چنانچہ اُس کی مخلوق اس کے وجود کی دلیل و برہان بن گئی ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے ان کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی مناعیوں سے حجاب کے پیچھے تجھے ان کا شبہ قرار دیا، اور اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کا دل اس یقین سے مس بھی نہیں ہوا کہ تیرا ہم سر کوئی نہیں۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں مخلوقات کی صفات تجھ سے چسپاں کرتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق مختلف قوتیں

...نے والی مخلوق پر تیرا قیاس کرتے ہیں۔

اے پالنے والے! تو ہی وہ اللہ ہے جو عقلوں کی حدوں میں سما نہیں سکتا کہ ان
...فکروں کی تہوں میں رہ کر کیفیت کو قبول کرے، اور نہ ان کے دلوں کے غور و فکر میں
...سکتا ہے کہ محدود ہو کر ان کے افکار کے تصرفات کا نشانہ بن سکے۔

اس خطبہ کا ایک حصّہ آسمانوں کی بلند و پست منزلوں کے بارے میں ہے۔

خداوند عالم نے کسی رابطہ کے بغیر آسمان کی بلند و پست منزلوں کو منظم کیا۔ اس کے
...میانوں کو باہم ملا دیا اور قضاوقدر کے فرمان لے کر نازل ہونے والے اور نامۂ
...ال لے کر اوپر جانے والے ملائکہ کے لیے بلندی پر چڑھنے کی سختی آسان کر دی۔

اس نے آفتاب کو دن کی روشن نشانی اور ماہتاب کو رات کی دُھندلی نشانی قرار
دیا ہے۔ پس ان دونوں کو ان کی گزرگاہوں پر چلایا اور ان کے فلکی درجات کی منزلوں
میں ان کی رفتار کی حدیں مقرر کر دیں تا کہ ان کے ذریعے رات اور دن میں تمیز کر سکے
اور ان کی مقداروں سے برسوں کی گنتی اور دوسرے حساب معلوم ہو سکیں۔

پھر ربِ کائنات نے فلک کو فضا میں معلق کر دیا اور اسے موتیوں جیسے ستاروں
اور روشنی دینے والے ستاروں سے آراستہ کر دیا، اور چوری چھپے اسرارِ قدرت پر کان
بھرنے والے شیطانوں پر اس نے ٹوٹنے والے ستاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو
اپنے حکم کا پابند کر دیا۔

اس خطبہ کا ایک حصّہ ملائکہ کے بارے میں ہے۔ (مختصر خلاصہ)

فرمایا: اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے آسمانوں میں سکونت پذیر کرنے اور اپنی مملکت
کی بلند سطح کو آباد کرنے کے لیے اپنی مخلوق ملائکہ کو پیدا کیا، اور ان سے آسمان کے
...کشادہ راستوں کو بھر دیا۔ ان فرشتوں کی وسیع اطراف میں تسبیح کرنے کی آوازیں پاک و
پاکیزہ حرموں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور خدائے بزرگ و برتر کے وسیع کاشانوں

میں گونجتی ہیں۔ان فرشتوں کو خداوند عالم نے مختلف شکلوں اور الگ الگ اندازے پیدا فرمایا ہے۔ وہ بال و پر رکھتے ہیں، اس کے جلال و عزت کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہ الٰہی وہ مخلوق ہے جو کبھی خدائے واحد کے حکم کی مخالفت نہیں کرتی، اور ہمیشہ اس کے فرمان پر عمل پیرا رہتی ہے۔ خدا نے وہاں انھیں اپنی وحی کا امانت دار قرار دیا ہے اور اپنے اوامر و نواہی کی امانتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے، اور انھیں شبہوں اور خدشات سے محفوظ رکھا ہے۔ ان میں سے ایک بھی اس کی خوشنودی کی راہ سے منحرف نہیں ہے۔

اللہ نے اپنی رحمت سے ان کی مدد فرمائی ہے اور انتہائی خضوع و خشوع کو ان کا شعار بنا دیا ہے اور ان کے لیے تقدیس و تمجید کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اپنی توحید کے بلند نشانوں پر ان کے لیے روشن مینار نصب کر دیئے ہیں۔

نہ کبھی گناہوں کے بوجھ نے انھیں دبایا، اور نہ کبھی ان کے درمیان بغض و کینہ کی آگ بھڑکی، نہ شیطانی وسوسوں نے ان کے بارے میں یہ طمع کی ہے کہ ان کی فکروں کو زنگ آلود کر دیں۔

ان میں کچھ تو وزنی بادلوں کی بناوٹ میں معروف ہیں، اور کچھ سر بہ فلک پہاڑوں کی چوٹیوں پر سپاہیوں کی طرح مامور ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی آخری لتوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ گویا سفید جھنڈوں کی مانند ہیں۔

ان کی عبادت کی معروفیت نے انھیں کسی دوسرے کے احساس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان کے ٹھوس ایمان نے ان کے اور خدا کے درمیان رشتے جوڑ دیئے ہیں اور خدا کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کی بخشش کی انھیں خواہش ہی نہیں ہوتی۔ وہ اس کی معرفت کی شیرینی کا مزہ چکھے ہوئے ہیں اور اس کی محبت کے جام سے ہمیشہ سیراب رہتے ہیں۔ ان کے دلوں کی گہرائیوں میں اس جلالیت کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے۔ تقرب کے بڑے سے بڑے درجہ کے باوجود خشوع و خضوع کے پھندے ان کی گردنوں سے

کبھی خود پسندی ان پر قابو پاتی ہے، اور نہ اس کے جلال کے سامنے اس نتہا اترتے۔ نہ ے عجز وانکسار نے یہ موقع آنے دیا۔ نہ مسلسل مناجات سے ان کی زبان کے کنارے ک ہوتے ہیں۔ نہ عبادت کی صفوں میں ان کے شانے آگے پیچھے ہوتے ہیں، اور نہ گ ہوتے ہیں۔ نہ راحت وآرام کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرکے اپنی گردنیں موڑتے ہیں۔ یہ صرف خدا سے لو لگاتے ہیں۔ یہ کبھی اس کی مدتِ عبادت کی انتہا کو تمام نہیں کرتے۔

نہ اُنھوں نے اپنے گذشتہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے۔ نہ شیطان کے ورغلانے ے اپنے پروردگار کے متعلق ان میں باہم کوئی اختلاف پیدا ہوا، نہ باہمی بغض و عداوت نے انھیں پراگندہ کیا، نہ آپس کا رشک وحسد ان پر مسلط ہوا۔ وہ ایمان کے بندی ہیں، انھیں اس کے رَسن سے انحراف، رُوگردانی، سُستی و کاہلی کوئی چیز نہیں چھڑا سکتی۔

آسمانوں کے طبقوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں جس پر کوئی سجدہ کرنے والا ملک موجود نہ ہو۔ یہ خدائے واحد کی طویل عبادت سے اپنے علم میں اضافہ اور اپنے دلوں میں بزرگوں کے ساتھ اس کی عزت بڑھاتے رہتے ہیں۔

اس خطبہ کا ایک حصہ زمین کی کیفیت اور سطحِ آب کے بارے میں ہے:

(مختصر خلاصہ) اللہ خالقِ کائنات نے زمین کو تلاطم خیز موجوں اور ناپیدا کنار سمندروں کی آخری گہرائیوں میں رکھ دیا جہاں موجوں سے موجیں ٹکرا رہی تھیں اور لہروں کو لہریں دھکیل کر گونج رہی تھیں۔ چنانچہ اس تلاطم خیز پانی کی طغیانی زمین کے وزنی بوجھ کے دباؤ سے فرو ہوگئی۔

جب اطراف زمین کے نیچے طغیانی کا زور و شور کم ہوگیا اور اس کے کندھوں پر پہاڑوں کا بوجھ لاد دیا تو خالقِ کائنات نے اس کے ناک کے بانسوں سے چشمے جاری

کر دیئے اور انہیں دُور دُور تک جنگلوں اور گڑھوں میں پھیلا دیا، اور زمین کی حرکت کو پہاڑوں کی چٹانوں اور بلند چوٹیوں کے ذریعے معتدل بنا دیا۔

چنانچہ جا بجا زمین کی گہرائیوں کی تہہ تک پہاڑوں کے پہنچ جانے اور اس کی بلند و پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے وہ ہلنے سے رُک گئی۔

مالکِ ارض و سماء نے زمین سے فضا و بسیط تک وسعت رکھی، اور اس کے باشندوں کے سانس لینے کے لیے ہوا مہیا کی۔ اور پھر بے آب و گیاہ زمینوں کو جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ سکتا تھا اور نہ وہاں تک نہروں اور نالوں کے پہنچنے کا کوئی ذریعہ تھا۔ انہیں سیراب کرنے کے لیے دوشِ ہوا پر بادل اُڑا دیئے جنھوں نے ان مُردہ زمینوں میں زندگی کی روح پھونک دی اور سرسبز و شاداب کھیت اُگا دیئے۔

اس نے بکھرے ہوئے اَبر اور چھٹکی ہوئی بدلیوں کو یکجا کر کے اَبرِ محیط بنا دیا۔ پھر جب اس میں پانی کے ذخیرے کروٹیں بدلنے لگے اور بجلی کی چمک اَبر کی تہوں اور گھنے بادلوں میں لہروں کی طرح دوڑنے لگی تو خدا نے انہیں موسلا دھار برسنے کے لیے بھیج دیا۔

جب بادلوں نے اپنا سینہ اعضا و جوارح سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا بوجھ اس پر مستقل طور پر لدا ہوا تھا، اس پر ڈال دیا تو خالق و مالک نے غیر آباد زمینوں سے پودے اور خشک پہاڑوں پر ہری بھری گھاس پیدا کی۔ اب زمین اپنے بناؤ سنگھار سے خوش اور سرسبز و شاداب زیور جو اسے پہنائے گئے تھے اُن سے جھوم رہی تھی۔ اور خداوندِ عالم نے نباتات کو ساری مخلوق کے لیے لوازمِ حیات اور چوپایوں کا رزق قرار دیا۔

اور خداوندِ عالم نے زمین کے اطراف و جوانب میں کشادہ راستے کھول دیئے اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کے لیے روشن نشانات مقرر فرما دیئے اور جب خدا

نے زمین بچھا دی اور نظر فریب اور دلکش نظاروں سے سجا دی اور تمام فرمان ایجاد نافذ کر چکا تو اس نے حضرت آدم کو ساری مخلوق سے بہتر ہونے کی وجہ سے منتخب فرمایا، پھر انھیں زوجِ انسانی کا پہلا مالک قرار دیا، انھیں جنت میں رکھا، رزق وسیع کیا، اور جس چیز سے منع فرمایا تھا، اس سے خبردار بھی کیا اور بتلا دیا تھا کہ اس کی نافرمانی (ترکِ اولیٰ) اور خود اپنی منزلت کو خطرہ میں ڈالنا ہے لیکن جس اقدام کے کرنے سے روکا گیا تھا، وہی اقدام ان سے سرزد ہوا۔ پھر توبہ کے بعد خدا نے انھیں زمین پر اُتار دیا، تاکہ زمین کو ان کی نسل سے آباد کرے اور ان کے ذریعے اپنے بندوں پر حجت قائم کردی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی بارگاہ میں بلا لینے کے بعد بھی اس نے کبھی اہلِ زمین کو ان نشانیوں سے خالی نہیں رکھا۔ جو ان کی ربوبیت کی دلیلوں کو ان پر محکم کرتی رہیں اور بندوں کے لیے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں، اور یکے بعد دیگرے وہ ہر دور میں اپنے منتخب نبیوں اور رسالت کے امانت داروں کی زبانی ان حجتوں کے عہد و میثاق کو دہراتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے وہ حجت تمام ہوگئی اور اس کی تنبیہ انتہائی منزل تک پہنچ گئی۔

اور اس نے اپنے بندوں کی روزیاں مقرر کیں۔ کسی کی زیادہ اور کسی کی کم، اسے کہیں تنگی سے تقسیم کیا اور کہیں فراوانی سے۔ مگر اس میں عدل و انصاف کو قائم رکھا تاکہ کشادہ اور تنگ روزی سے ان کی آزمائش کرے، اور جذبۂ شکر اور قوتِ صبر کا اندازہ کرے۔

پھر اس نے رزق کی کشادگی کے ساتھ فقر و فاقہ، سلامتیوں کے ساتھ آفتوں، شادمانیوں کے ساتھ رنج و افکار کو شامل کر دیا۔ اس نے موت کو خلق کر کے کسی کی مدتِ عمر طویل رکھی اور کسی کی کم۔ کسی کو مقدم رکھا اور کسی کو مؤخر اور عمروں کی رسیوں میں

موت کی گرہ لگا رکھی ہے۔

وہ دلوں کے بھید جاننے والا، اور چیونٹیوں کے مسکنوں اور حشرات الارض کی قرارگاہوں سے آگاہ ہے۔ پہاڑوں کے غاروں اور ان کے درون میں وحشی جانوروں کے چھپنے کی جگہ اور شاخوں سے پتوں کے پھوٹنے کے مقامات اور صلب کی راہوں سے گزر کر مرکب نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اُٹھنے والے اَبر کے سکون اور جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ بادلوں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے۔

نیز ہر نقشِ قدم، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر کلمہ کی آواز، ہر ہونٹ کی حرکت، ہر جاندار کی قیام گاہ، ہر ذرّہ کا وزن، ہر جاندار کی سانس کی آواز اور جو کچھ اس زمین پر ہے سب جانتا ہے۔ اس کا علم ہر شے کے اندر اُترا ہوا ہے اور ایک ایک چیز اس کے شمار میں ہے۔ اس کا دامنِ عدل ان کے لیے پھیلا ہوا ہے اور اس کا فضل سب پر شامل ہے۔ باوجودیکہ وہ اس کے شایانِ شان عبادت سے قاصر ہیں۔

بارالہا! تو ہی بہتر ہے، بہتر توصیف اور کثیر حمد کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی جائے تو تو بہترین سرچشمۂ اُمید ہے۔

پروردگار تیرے سامنے وہ شخص ہے جس نے تیری توحید میں تجھے منفرد اور یکتا مانا ہے، جو تیری ذات سے مخصوص ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے سوا کسی کو مستحق نہیں سمجھتا۔ اور میری حاجت تجھ سے ہے جس کی تیرے فضل کے سوا نہ کوئی تلافی کر سکتا ہے اور نہ تیری عطا و بخشش کے بغیر کوئی اِسے رفع کر سکتا ہے۔ لہٰذا پالنے والے ہمیں تو اسی جگہ اپنی خوشنودی عطا فرما دے، اور دوسروں کی طرف دست طلب دراز کرنے سے بے نیاز کر دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علمائے یہود کے سوالات کے جوابات

آدمؑ کو آدمؑ اور حواؑ کو حواؑ کیوں کہتے ہیں؟

کتاب الخصال اور علل الشرائع میں منقول ہے کہ یہودی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور پوچھا کہ آدمؑ کو آدمؑ اور حواؑ کو حواؑ کیوں کہتے ہیں؟

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: آدمؑ چونکہ "ادیم ارض" یعنی زمین کے اوپر والے حصے سے پیدا ہوئے اس لیے اس کو آدمؑ کہتے ہیں۔

خداوند متعال نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور سفید، سرخ سیاہ اور بھسری رنگ کی مٹی لے کر آؤ، ہموار اور ناہموار زمین کی خاک لے کر تمام کو آپس میں ملا دو۔

پھر فرمایا: زمین کا میٹھا، تلخ اور گندہ پانی اکٹھا کرو۔ جب ہر قسم کی خاک اور ہر قسم کا پانی آپس میں ملا دیا گیا تو آدمؑ کے مجسمۂ خاکی کو تیار کیا گیا۔ اس مجسمۂ آدمؑ کے منہ میں میٹھے پانی کو ڈالا گیا۔ کھٹے پانی کو آنکھوں میں، کڑوے پانی کو کانوں میں اور بدبودار پانی کو آدمؑ کے دماغ میں ڈالا گیا اور حواؑ کو حواؑ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک جان دار سے بنائی گئی ہیں۔

علمائے یہود کے دس سوالات

علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانۂ خلافت میں یہودیوں کے علماء کا ایک وفد آیا اور خلیفہ سے پوچھا:

- آسمان کے تالے کون سے ہیں؟ ان تالوں کی چابیاں کون سی ہیں؟
- وہ کون سی قبر ہے جس نے میت کو سیر کرائی؟

○ وہ کون سا منذر ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا، لیکن نہ وہ جن تھا نہ انسان اور نہ ہی فرشتہ ہے؟

○ وہ پانچ چیزیں کون سی ہیں جو زمین پر آئیں، لیکن باپ کے صلب و شکمِ مادر میں نہیں رہیں؟

○ تیتر اپنی زبان میں کیا کہتا ہے؟

○ مرغ اپنی بانگ میں کیا کہتا ہے؟

○ گدھا اپنی ہنہناہٹ کے وقت کیا کہتا ہے؟

○ گھوڑا اپنی ہنہنانے کی آواز میں کیا کہتا ہے؟

○ مینڈک کی صدا کا معنی کیا ہے؟

○ قمری اپنی زبان میں کیا کہتی ہے؟

حضرت عمر نے سر جھکایا اور جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہا: اے ابالحسنؑ! ان سوالات کے جوابات دینا آپؑ کے بغیر ناممکن ہے۔

جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: میں علمائے یہود کے سوالات کے جوابات اس شرط پر دوں گا کہ اگر جواب صحیح ہوئے تو تم اسلام قبول کرو گے۔ علمائے یہود نے یہ شرط قبول کر لی تو آپؑ نے فرمایا:

○ سنو! شرک کا اختیار کرنا آسمان کا تالا ہے اور مشرک جو عمل کرے وہ آسمان کی طرف نہیں جاتا۔ اس تالے کی چابی کلمۂ اخلاص یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

○ وہ قبر جس نے اپنا میت کو سیر کرائی وہ مچھلی ہے، جس کے شکم میں حضرت یونس علیہ السلام سیر کرتے رہے اور سات دریاؤں کی سیر کی۔

○ وہ منذر جس نے اپنی قوم کو ڈرایا، وہ چیونٹی ہے جس نے حضرت سلیمان

علیہ السلام کی آمد سے اپنی قوم کو ڈرایا اور کہا: اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمہیں رُوند نہ ڈالے۔

○ وہ پانچ چیزیں، لیکن صلب پدر اور شکم مادر کے بغیر، ان میں ایک حواؑ، دوسرا حضرت آدمؑ، تیسرا اسماعیلؑ کی قربانی کا دُنبہ، چوتھی حضرت صالحؑ کی ناقہ اور پانچواں حضرت موسیٰؑ کا عصا۔

○ تیتر اپنی آواز میں کہتا ہے: اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَا غَافِلِيْنَ "اے غافلو! خدا کو یاد کرو"۔

○ گھوڑا کہتا ہے: اَللّٰهُمَّ اَنصُرِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ "اے اللہ! مسلمانوں کو کفار پر فتح نصیب فرما"۔

○ گدھا کہتا ہے: اللھم العن العشارین "جرمانہ وصول کرنے والوں پر لعنت کر"۔

○ مینڈک اپنی زبان میں کہتا ہے: سبحان ربی المعبود المبح فی بحج البحار "پاک ہے میرا معبود رب جس کی تسبیح سمندر کی گہرائیوں میں بھی کی جاتی ہے"۔

○ قمری کہتی ہے: اللّٰھم العن مبغضی آلِ محمدؐ "اے اللہ! دشمنِ آلِ محمدؐ پر لعنت کر"۔

راوی کا بیان ہے: یہ علمائے یہود تین افراد تھے۔ ان میں سے دو مسلمان ہو گئے لیکن ایک شخص کہنے لگا: یا امام برحقؑ! یا امام المتقینؑ! یا وصی رسولؐ اللہ! یا امیر المومنینؑ! میرے دل میں بھی شمع اسلام روشن ہو رہی ہے لیکن کلمۂ شہادت اُس وقت پڑھوں گا جب آپؑ میرے سوال کا جواب دیں گے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تو بھی پوچھ جو پوچھنا چاہتا ہے۔

وہ یہودی عالم کہنے لگا: مجھے اس قوم کے بارے میں بتائیں جو ابتدائے زمانہ میں تھے اور مر گئے۔ پھر تین سو نو برس بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا، ان کا واقعہ کیا ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: وہ اصحابِ کہف تھے جن کا قصہ قرآن میں بھی بیان ہوا ہے۔

وہ یہودی عالم کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! میں نے تمہارا قرآن بھی بہت سنا ہے لیکن میں اس کی یہ تفصیل و تفسیر جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کتنے لوگ تھے؟ ان کے نام کیا تھے؟ کون سے شہر کے باشندے تھے؟ اس زمانے کا حکمران یا بادشاہ کون تھا؟ ان کے کتے کا نام کیا تھا؟ اس غار کا کیا نام تھا؟

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مجھے میرے حبیب رسولِ خدا نے بتایا کہ ملک روم میں "افسوس" نامی ایک شہر تھا۔ وہاں کا بادشاہ انتہائی رحم دل اور بہت نیک اور پارسا انسان تھا۔ جب اس رحم دل بادشاہ کا انتقال ہوا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، اور یہ اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ فارس کے بادشاہ جس کا نام "دقیانوس" تھا، نے ان کے باہمی اختلاف اور انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر ایک لاکھ کے مسلح لشکر کے ساتھ حملہ کر دیا اور ملک میں لوٹ مار کر کے دارالحکومت پر قبضہ کر لیا۔ جب شہر "افسوس" پر اس کا مکمل قبضہ ہو گیا تو اس نے اپنی حکومت میں ایک قلعہ بنوایا، جو تین مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ اس قلعہ میں ہزار مربع گز کا ایک محل تعمیر کرایا۔ یہ محل سنگِ مرمر کا بنا ہوا تھا اور اس میں چار ہزار سونے کے ستون تھے۔ اور ایک قندیل سنہری بنائی ہوئی تھی۔ جو سنہری زنجیروں کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔ ان قندیلوں میں عمدہ قسم کا روغن ڈالا جاتا تھا۔ اس محل کے مشرق کی جانب بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں۔ اسی طرح مغرب کی جانب بھی اتنی ہی بارہ دریاں تھیں۔ ان کے درمیان اسی گز لمبا اور چالیس گز چوڑا سنہری تخت بنا ہوا تھا، جس کے ستون چاندی

تخت قیمتی جواہرات سے مرصع تھا اور اس کے اُوپر ریشم اور دیباج کی قالین بچھی ہوئی تھی۔ تخت کی دائیں جانب ایک طلائی کُرسی لگائی ہوئی تھی جس پر ملک ورُوم کے رؤساء بیٹھتے تھے۔

ایسی ہی کُرسی تخت کی بائیں جانب تھی، جن پر غیر ملکی سفیر بیٹھتے تھے۔ پھر دقیانوس آتا اور اس تخت پر بیٹھ جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے سامنے پچاس نوجوان اور خوبصورت لڑکے حاضر رہتے، جن کے کانوں میں گوشوارے، جسموں پر ریشمی لباس ہاتھوں میں کنگن پہنے ہوئے تھے اور ان غلاموں میں ہر ایک کے پاس سونے کا بنا ہوا عصا ہوتا تھا اور یہ سب کے سب غلام ہمیشہ اس کے پیچھے مؤدب کھڑے رہتے۔

اس بادشاہ نے اپنے امورِ مملکت میں مشاورت کے لیے چھے علمائے قوم کو منتخب کیا ہوا تھا۔ جن میں سے تین اس کے دائیں جانب اور تین عالمِ دین بائیں جانب بیٹھتے تھے۔

وہ یہودی عالم کہنے لگا: یا اباالحسنؑ! ان علماء کے نام بھی بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو عالم بادشاہ کی دائیں جانب بیٹھتے ان کے نام یہ تھے: تملیخا، مکسلمینا، مشیلینا۔

اور جو عالمِ دین بائیں جانب ہوتے، ان کے نام یہ تھے: مرنوس، دیرنوس، شاذریوس۔

''دقیانوس'' جس وقت اپنے تخت پر آ کر بیٹھتا، اور تمام اراکینِ سلطنت بھی جمع ہوجاتے تو پھر تین خاص نوکر اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوجاتے۔ جن کے ہاتھوں میں سونے کے پیالے، جو مشک و کستوری سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ ان پیالوں میں ایک ایک سفید رنگ کا پرندہ ہوتا تھا، جو اپنے پَروں کو اس خوشبو سے تر کرلیتا، اور جب نوکر دقیانوس کے سامنے یہ پرندہ لے کر جاتا تو بادشاہ سیٹی بجاتا اور یہ

پرندہ اُڑ کر بادشاہ کے جسم پر اپنے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سے خوشبو نچھاور کرتا اور کوئی پرندہ اُڑ کر بادشاہ کے تاج کے کنگرے پر بیٹھ کر پَر مارتا اور خوشبو بادشاہ کے جسم پر بکھیر دیتا تھا۔

ان پرندوں کی پھڑ پھڑاہٹ سے پوری محفل خوشبو سے مہک جاتی تھی اور ماحول میں ایک سُرور پیدا ہو جاتا۔ دقیانوس بادشاہ اپنی بادشاہت کے نشے میں غرور و تکبر کی اس حد تک پہنچ گیا کہ خدائی دعویٰ کر بیٹھا۔

ثعلبی کی روایت کے مطابق پورے تیس سال تک حکمرانی کرتا رہا اور اُس کا تکبر بڑھتا رہا۔ اس عرصہ میں نہ تو اسے کبھی بخار ہوا اور نہ ہی سر درد ہوا۔ اور نہ کسی دوسری وبائی مرض میں کبھی مبتلا ہوا۔

وہ بادشاہت کے عیش و عشرت اور دولت کی فراوانی میں اِس قدر متکبر ہوا کہ پہلے تو خدائی دعویٰ کیا، پھر لوگوں کو مجبور کیا کہ لوگ اُس کی عبادت کریں۔ جو شخص اس کی دعوت قبول کرتا اور اِس کی عبادت کرتا تو دقیانوس اِسے انعام و اکرام سے نوازتا، جو اسے خدا ماننے سے انکار کرتا اور اس کی عبادت نہ کرتا، اُس کو عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔

دقیانوس بادشاہ نے اپنی عوام کے لیے ایک عید کا مخصوص دن مقرر کیا ہوا تھا۔ ایک دن اتفاقاً عید کا روز تھا۔ بادشاہ اپنے اراکینِ سلطنت کے ساتھ عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مصروف تھا کہ ایک نوکر نے آ کر اطلاع دی کہ فارس کا لشکر آ رہا ہے اور ہماری مملکت کی حدود میں داخل ہو چکا ہے۔ جب یہ اندوہناک خبر بادشاہ نے سنی تو اس کا رنگ اُڑ گیا۔ لشکر کے آنے کی اطلاع پا کر خوف و ہراس سے کانپنے لگا۔ تاج اُتار کر پھینک دیا اور اپنے محل میں جا کر چھپ گیا۔

اس کے غلام اِس کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک غلام نے بادشاہ کی یہ کیفیت دیکھی کہ بادشاہ اِس قدر خوفزدہ ہے کہ اس کا جسم کانپ رہا ہے۔ اس غلام نے

دل میں سوچا: یہ کیسا خدا ہے جو لشکر کی خبر سن کر کانپ رہا ہے۔ وہ مسلسل یہی سوچتا رہا۔
یہ خدا ہے تو کانپتا کیوں ہے؟
یہ خدا ہے تو کھاتا پیتا کیوں ہے؟ یہ خدا ہے تو سوتا کیوں ہے۔
یہ علامات خدا کی تو نہیں ہیں بلکہ یہ تو خدا کے بندوں کی صفات ہیں۔ خدا کی ذات تو اس سے بلند و برتر ہے۔
یہ چھے وزیر و مشیر باری باری ایک گھر میں اکٹھے ہوتے، وہاں کھانا کھاتے۔
اس رات تملیخا کے گھر تمام احباب کو اکٹھے ہونا تھا، تملیخا نے اپنے دوستوں کے لیے بہترین کھانا تیار کیا۔ سب لوگ جمع ہوئے اور جب کھانا کھا چکے تو تملیخا کھڑا ہوا اور دوستوں سے مخاطب ہو کر کہا:
اے میرے دوستو! میرے دل میں ایک خیال جاگزیں ہے، جس کی وجہ سے میں بے حد بے چین ہوں۔
دوستوں نے پوچھا: وہ ایسی کون سی بات ہے جس نے تجھے بے چین کیا ہے؟
تملیخا کہنے لگا: میں سوچتا ہوں کہ وہ کون سی ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں اور سہارے کے ہمارے سروں پر کھڑا کیا ہوا ہے؟
وہ کون سی ہستی ہے جس نے آسمانوں میں چاند اور سورج کو راستہ دیا ہے؟
میں اکثر سوچتا ہوں کہ وہ کون سی ذات ہے جس نے آسمانوں کو بے شمار ستاروں سے مزین فرمایا ہے؟ اتنی وسیع و عریض زمین کا فرش کس نے بچھایا ہے، اور اس زمین کو سرسبز و شاداب کس نے بنایا ہے؟ اور اس کائنات کا مالک کون ہے جس نے دریاؤں اور سمندروں کو پیدا کیا ہے؟
اور وہ کون سی ہستی ہے جس نے بلند و بالا، جن کی چوٹیاں آسمانوں کو چھوتی ہیں، ان پہاڑوں کو زمین پر نصب فرمایا ہے۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ پہلے ہم کہاں تھے، اور شکمِ مادر میں کس نے ہماری پرورش کی اور پھر ہمیں اس دنیا میں بھیجا۔

میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ کائنات کی یہ موجودات بغیر کسی صانع کے تو وجود میں نہیں آ سکتی ہیں اور وہ صانع اور خالق یہ دقیانوس تو نہیں ہو سکتا ہے۔

اگر "دقیانوس" خالق ہوتا تو اِسے نیند نہ آتی، یہ کھانے پینے کا محتاج نہ ہوتا، اس کو خوف لاحق نہ ہوتا۔ تم لوگوں نے دیکھا آج صرف اس نے ایک ہولناک خبر سنی، جس کی وجہ سے اس کا رنگ فق ہو گیا، جسم کانپنے لگا۔ تاج اُتار کر پھینک دیا۔ کیا یہ صفات خالق و مالک و صانع کی ہو سکتی ہیں؟ بلکہ اس کائنات کا خالق کوئی اور ذات ہے، جو بادشاہوں کا بادشاہ اور آسمان و زمین کا مالک ہے۔

جب تملیخا کی تقریر ختم ہوئی تو اس کے باقی پانچ ساتھی تملیخا کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے: تمہاری اس ایمان افروز باتوں کے باعث ہمیں بھی گمراہی سے نجات مل گئی ہے۔ اب تم جو حکم دو گے ہم مطیع ہوں گے۔

تملیخا اُٹھا اور اپنے کھجوروں کے باغ میں پہنچا، اِسے ہزار درہم کا بیچ کر اپنے دوستوں کے پاس آیا، رقم اپنی آستین میں رکھ لی۔

صبح کو عید کا جشن تھا۔ دقیانوس لوگوں کے ساتھ مل کر جشن منا رہا تھا۔ تملیخا اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر دقیانوس کی سلطنت سے بھاگ نکلے۔ جب شہر سے تین میل کی مسافت کو پہنچے، تملیخا نے دوستوں سے کہا:

اے میرے دوستو! ہم طلب گارِ حق ہیں اور حق کی تلاش میں جس قدر بھی مصائب برداشت کیے جائیں، اجر و ثواب میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا گھوڑوں کو آزاد کر دو، ہم پیدل چلیں گے۔

سب اپنی سواریوں کو آزاد کر کے پیدل چلنے لگے۔ سات فرسخ کا فاصلہ طے

زر، مگر پاؤں زخمی ہو گئے۔ خون بہنے لگا۔ راستے میں دیکھا ایک چرواہا ریوڑ چرا رہا ہے۔ انہوں نے اس سے پانی مانگا۔ چرواہا کہنے لگا: اے دوستو! میرے پاس پانی بھی ہے اور دودھ بھی۔ آپ لوگوں کی مرضی ہو تو میں حاضر کروں، لیکن ایک بات مجھے بتاؤ کہ وضع قطع اور شکل و صورت سے تو آپ شہزادے معلوم ہوتے ہیں، یا پھر کسی بادشاہ ... سے فرار کیے ہوئے ہیں۔

تملیخا نے جواب دیا: اے چرواہے! ہمیں جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ تملیخا نے واقعہ چرواہے کے سامنے بیان کیا۔ جب چرواہے نے یہ واقعہ سنا تو وہ بھی تملیخا کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا:

اے سردار! جو شمع آپ کے دل میں روشن ہوئی ہے، اسی حقیقت کا میں بھی متلاشی تھا اور میں بھی تلاشِ حق کی خاطر آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ صرف مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں یہ بھیڑ بکریاں ان کے مالکوں کو لوٹا دوں۔ بس ابھی حاضر خدمت ہوتا ہوں۔

تملیخا نے اجازت دی۔ چرواہا گیا، ریوڑ کو شہر پہنچایا اور جلد ہی واپس آ پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کا کتا بھی اس کے پیچھے پہنچ چکا ہے۔

یہودی عالم نے مولاؑ سے پوچھا: اس کتے کا نام کیا تھا، اور اس کا رنگ کیسا تھا؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کتے کا نام "قطمیر" تھا اور اس کا رنگ سیاہ و سفید تھا۔

جب وہ چلے تو کتا بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ کئی دوست کہنے لگے: اس کتے کو واپس کرو، کیونکہ یہ بھونکے گا، اور ہمارا راز افشا ہو جائے گا۔

وہ کتے کو واپس لوٹانے کے لیے اسے پتھر مارتے، ڈراتے دھمکاتے کہ یہ واپس ہو جائے۔ ان کے اس سلوک کی وجہ سے کتا گویا ہوا۔ کہنے لگا: اے اللہ کے

بندوں، اے راہِ حق کے مسافرو، مجھے نہ مارو اور نہ مجھے دُور کرو۔ میں اپنا حق ادا کروں گا اور تمہاری حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔

اب اُنھوں نے کتے کو ساتھ آنے دیا اور آگے چل پڑے۔ چرواہے کو تو سب راستے جنگل، صحرا و باغات کے معلوم تھے، کیونکہ یہ اس کا علاقہ تھا۔ وہ انھیں ایک وادی میں لے آیا۔ جہاں میوہ دار درخت اور ٹھنڈے پانیوں کے چشمے تھے۔

ان سب نے پھل کھائے اور پانی پیا۔ خوب سیر ہو گئے۔ بھوک و پیاس کا کوئی احساس نہ رہا۔ پھر چرواہے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار تھی۔

یہودی عالم نے پوچھا: یا حضرتؑ! اس غار کا نام کیا تھا؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اس غار کو ''وصید'' کہتے تھے۔ یہ لوگ غار میں داخل ہوئے۔ سفر سے تھک چکے تھے۔ رات چھانے لگی تھی، تھکن کی وجہ سے ان پر نیند غالب آ گئی۔ ان کا کتا بھی غار کے دروازہ پر ہاتھ پاؤں پھیلائے سو گیا۔

اسی وقت اللہ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ ان کی ارواح قبض کر لے، اور دو فرشتوں کو ان پر مقرر کیا جو ان کے پہلو بدلتے تھے۔ کبھی دائیں کروٹ اور کبھی بائیں کروٹ۔ اور سورج کے موکل فرشتے کو حکم دیا کہ سورج اس انداز سے گردش کرے کہ ان کے دائیں بائیں دھوپ کا اثر پہنچتا رہے۔

دقیانوس جب اپنے جشن عید سے فارغ ہوا تو پوچھا وہ میرے چھ خصوصی عالم کہاں ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ وہ تو فرار ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی بادشاہ نے ان کی تلاش میں ۸۰ ہزار کا لشکر تیار کیا جو ان کی تلاش میں نکلا۔ چلتے چلتے وہ غار کے پاس آ پہنچے۔ اندر جا کر دیکھا کہ وہ مرے پڑے ہیں۔

دقیانوس نے جب خود جا کر ان کی حالت دیکھی تو کہنے لگا: اب ہم انھیں کیا سزا دیں گے، جب کہ خود اُنھوں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے۔ صرف اتنا کرو کہ اس غار کو پتھر اور چونے سے بھر دو تا کہ وہ کبھی بھی نکل نہ سکیں۔

جب اس کے سامنے غار کو بند کر دیا گیا تو دقیانوس کہنے لگا: (معاذ اللہ) اب اپنے خدا سے کہیں کہ وہ انھیں غار سے نکالے۔

دقیانوس غرور و تکبر میں لشکر سمیت واپس ہوا اور وہ تین سو نو سال تک سوئے رہے۔ جب اللہ نے ارادہ فرمایا کہ اب انھیں زندہ کیا جائے تو اسرافیل کو حکم دیا کہ ان کی روحیں واپس لوٹاؤ۔

جب روح واپس ہوئی تو وہ نیند سے بیدار ہوئے، دیکھا سورج چمک رہا ہے۔ کہنے لگے: آج ہم سے عبادت میں غفلت ہوگئی ہے۔

بھوک بھی لگ رہی ہے، اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ یہ فیصلہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور شہر سے کھانا لے آئے، لیکن احتیاط کرنا کہ لوگ اسے پہچان نہ لیں ورنہ ہم پکڑے جائیں گے۔

تملیخا نے کہا: میں جاتا ہوں، لیکن میں لباس چرواہے کا بدل کر جاؤں گا۔ تملیخا نے لباس بدلا اور بھیس بدل کر غار سے باہر آیا۔ تھوڑی دیر چلا کہ اُسے احساس ہوا کہ کچھ ماحول میں تبدیلی ہے۔ نہ اِس باغ کے آثار تھے، جہاں اُنھوں نے کل پھل کھائے تھے۔ وہ چشمے بھی غائب تھے جہاں سے پانی پیا تھا۔ وہ بڑا حیران تھا کہ ایک ہی رات میں اتنی بڑی تبدیلی کیسے آ گئی۔ اس حیرانگی اور سراسیمگی کے عالم میں چلتا رہا۔ جب شہر میں پہنچا تو ان عمارات کے وہ نقوش بھی نہ تھے جو اس کے ذہن میں تھے۔ ان کی جگہ نئی نئی فلک بوس عمارتیں تعمیر ہو چکی تھیں۔

تملیخا اسی سوچ بچار میں آگے بڑھتا رہا، حتیٰ کہ شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔

دہاں دیکھا سبز رنگ کا جھنڈا لہرا رہا ہے، جس پر لکھا ہوا ہے:

لا إله الا الله عیسٰی روح الله

تملیخا مزید حیران ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا: شاید میں خوابِ غفلت میں ہوں۔ اُس نے اپنے آپ کو جگانے کے لیے آنکھوں کو ہاتھوں سے مَلنا شروع کیا کہ اسی دوران ایک شخص مل گیا۔

تملیخا نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟

اس شخص نے جواب دیا کہ "شہرِ افسوس" ہے۔

تملیخا نے پوچھا: اس وقت بادشاہ کون ہے؟

وہ کہنے لگا: عبدالرحمٰن۔ یہ سن کر تملیخا مزید حیران ہوا اور حیرانگی میں وہ ایک نانبائی کی دکان پر پہنچا۔ درہم نکالا جو دقیانوسی دَور کا سکّہ تھا۔

یہودی عالم نے مولاؑ سے پوچھا: وہ درہم کتنا وزنی تھا؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے آج کے درہم کے ۲،۲،۳،۱۰ حصّہ کے برابر تھا۔

نانبائی نے جب وہ درہم دیکھا، حیران ہو کر پوچھا: اے بھائی! یہ خزانہ آپ کو کہاں سے ملا ہے؟

تملیخا نے جواب دیا: مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا، بلکہ میں نے کل اپنا ایک باغ فروخت کیا تھا، یہ اُس باغ کی قیمت ہے۔ یہ دقیانوس کا سکّہ ہے۔

وہ نانبائی ان باتوں سے مزید حیران ہوا اور اُس نے تملیخا کو پکڑا اور اپنے بادشاہ کے روبرو پیش کر دیا اور کہنے لگا: بادشاہ سلامت! اس شخص کو خزانہ ملا ہے اور یہ عجیب باتیں بتا رہا ہے۔

بادشاہ کہنے لگا: اے جوان! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر تجھے کوئی خزانہ ملا تو

...پیغمبر کے فرمان کے مطابق اس کا پانچواں حصہ یعنی خمس لے سکتے ہیں۔ وہ
...کر دے اور باقی خزانہ تیرے لیے حلال اور پاک ہے۔

...تملیخا کہنے لگا: حضور میری گزارش غور سے سنیں، مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا، بلکہ یہ
...کھجور کے باغ کی ہے جو کل میں بیچ کر گیا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ لوگ
...بتوں کی پوجا کرتے تھے، اور ہم نے انکار کیا۔ ہم چھے ساتھی تھے۔ بادشاہ کے
...سے ہم شہر چھوڑ کر فرار ہوئے۔ رات ہم نے غار "وصید" میں گزاری۔ صبح اُٹھے،
...لگی ہوئی تھی، روٹی خریدنے کے لیے میں اس شہر میں پہنچا اور یہ درہم میرا اپنا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟

کہنے لگا: تملیخا۔ بادشاہ کہنے لگا: یہ ہمارے زمانے کا نام نہیں۔ پھر بادشاہ نے
پوچھا: اس شہر میں تمہارا کوئی خاندان یا کوئی مکان وغیرہ بھی ہے؟

تملیخا نے جواب دیا: جی ہاں، میرا خاندان یہاں ہے۔

بادشاہ نے کہا: اچھا تم ہمارے ساتھ چلو، اور اس شہر میں اپنا گھر تلاش کرو۔

چلتے چلتے ایک دروازہ پر جا کر تملیخا رُک گیا اور بتایا کہ یہ میرا گھر ہے۔ دروازہ
...دی۔ اندر سے ایک انتہائی ضعیف العمر بزرگ باہر آیا اور اُس نے کہا: میرے
گھر میں کیا تلاش کرتے ہو؟

بادشاہ نے کہا: اے بزرگ محترم! یہ نوجوان کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے اور بہت
عجیب عجیب باتیں سنا رہا ہے۔ ذرا آپ ہی اس سے پوچھیں۔

بوڑھے نے تملیخا کو دیکھا اور پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟

تملیخا نے کہا: میرا نام تملیخا بن قسطیکین ہے۔

نام سنتے ہی بوڑھا تملیخا کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا: آسمان و زمین کے
...کی قسم تو ہمارا جد اعلیٰ ہے۔

پھر اُس بزرگ نے بادشاہ کو بتایا کہ یہ چھ لوگ تھے جو اپنا دین بچا کر وقت کے
ظالم سے فرار ہوئے تھے اور ابھی تک ان کے بارے کسی کو معلوم نہ تھا۔

بادشاہ فوراً سواری سے اُترا اور تملیخا کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور پوچھا: آپ
کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟

تملیخا نے جواب دیا: وہ غارِ وصید میں ہیں۔

لوگ آگے بڑھ کر تملیخا کے ہاتھ پاؤں چوم رہے تھے۔ اس وقت شہر میں دو
بادشاہ تھے۔ ایک نصرانی اور دوسرا یہودی تھا۔ دونوں بادشاہوں نے اپنے اپنے لشکر تیار
کیے اور غارِ وصید کی طرف چلے۔ جب غار کے پاس پہنچے تو تملیخا نے کہا: آپ لوگ
یہیں رُکیں۔ میں آگے جاتا ہوں اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع بھی دیتا ہوں اور انھیں
بیدار بھی کرتا ہوں۔ کیونکہ اگر اُنھوں نے اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو
سمجھیں گے کہ دقیانوس آ گیا ہے۔ تم لوگ یہاں انتظار کرو، میں جا کر واپس آتا ہوں۔

تملیخا اندر گیا۔ اُس کے ساتھی منتظر تھے۔ فوراً اُٹھے، تملیخا کو گلے لگایا اور شکر ادا
کیا کہ خدا نے تجھے دقیانوس کے شر سے نجات دی ہے۔

تملیخا نے کہا: دقیانوس کی بات چھوڑو۔ تم یہ بتاؤ کہ تم کتنی مدت سوئے ہو؟

وہ کہنے لگے: یہی کوئی ایک آدھ دن ہم نے آرام کیا۔

تملیخا نے کہا: نہیں بھائی ہم تین سو نو سال سو چکے ہیں۔ دقیانوس ہلاک ہو چکا
ہے۔ کئی صدیاں گزر گئی ہیں۔ ہمارے بعد اللہ نے دین کی تبلیغ کے لیے عیسیٰؑ نبی کو بھیجا
ہے، اور تبلیغ دین کے بعد اللہ نے انھیں آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔ اب لوگ عیسیٰؑ مسیح کے
مذہب کے پیروکار ہیں، اور وہ تمھاری زیارت کرنے کے لیے غار کے باہر جمع ہیں۔ تم
لوگوں کی کیا رضا ہے؟

وہ کہنے لگے: بھائی تملیخا ... ئیں گے تو لوگ ہمیں دیکھیں گے اور ط...

ہم سے سوالات پوچھیں گے اور ہم ان لوگوں کے درمیان پھنس جائیں گے۔

تملیخا نے پوچھا: اب تمہاری مرضی کیا ہے؟

وہ کہنے لگے: آؤ ہم مل کر خدا سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں پھر اُسی حال میں واپس لوٹا دے، جیسے ہم پہلے تھے۔ اُنھوں نے دعا مانگی اور ان کی دعا مستجاب ہوئی۔

تملیخا کے ساتھ جو لوگ غار تک آئے تھے۔ وہ سات روز تک متواتر ان پہاڑوں کے گرد پھرتے رہے لیکن انھیں غار کا کوئی نام ونشان بھی نہ مل سکا۔ آخرکار ان کے مسلمان بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ میں اس جگہ ایک مسجد تعمیر کراتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ مسلمان تھے، لہٰذا ان کی یادگار قائم رکھنا ہم پر لازم ہے۔

یہودی بادشاہ کہنے لگا: وہ لوگ ہمارے دین پر مرے ہیں، لہٰذا ان کی یاد میں ہم عبادت گاہ تعمیر کریں گے۔ اسی بات پر اختلاف پیدا ہوگیا۔ معاملہ جنگ کی صورت اختیار کرگیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ یہودیوں کو شکست ہوئی، مسلمان بادشاہ نے اپنی خواہش کے مطابق وہاں مسجد تعمیر کروائی۔

اس کے بعد مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے یہودی عالم کو مخاطب کرکے فرمایا: اب مجھے بتاؤ میں نے جو واقعہ بیان کیا ہے، وہ یہی ہے؟

وہ یہودی عالم کہنے لگا: اے اباالحسنؑ! آپؑ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے اس بیان میں ایک حرف کا بھی فرق نہیں ہے۔ اور اب میں اعلان کرتا ہوں کہ اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واشهد انك وصية وخليفته من بعد

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ ان کے وصی اور خلیفہ ہیں"۔

اے محمدؐ! آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں

محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں روایت بیان کی ہے کہ ابن عمر کا بیان

پھر اُس بزرگ نے بادشاہ کو بتایا کہ یہ چھ لوگ تھے جو اپنا دین بچا کر دقیانوس ظالم سے فرار ہوئے تھے اور ابھی تک ان کے بارے کسی کو معلوم نہ تھا۔

بادشاہ فوراً سواری سے اُترا اور تملیخا کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور پوچھا: آپ کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟

تملیخا نے جواب دیا: وہ غارِ وصید میں ہیں۔

لوگ آگے بڑھ کر تملیخا کے ہاتھ پاؤں چوم رہے تھے۔ اس وقت شہر میں دو بادشاہ تھے۔ ایک نصرانی اور دوسرا یہودی تھا۔ دونوں بادشاہوں نے اپنے اپنے لشکر تیار کیے اور غارِ وصید کی طرف چلے۔ جب غار کے پاس پہنچے تو تملیخا نے کہا: آپ لوگ یہیں رُکیں۔ میں آگے جاتا ہوں اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع بھی دیتا ہوں اور انھیں بیدار بھی کرتا ہوں۔ کیونکہ اگر اُنھوں نے اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو سمجھیں گے کہ دقیانوس آ گیا ہے۔ تم لوگ یہاں انتظار کرو، میں جا کر واپس آتا ہوں۔

تملیخا اندر گیا۔ اُس کے ساتھی منتظر تھے۔ فوراً اُٹھے، تملیخا کو گلے لگایا اور شکر ادا کیا کہ خدا نے تجھے دقیانوس کے شر سے نجات دی ہے۔

تملیخا نے کہا: دقیانوس کی بات چھوڑو۔ تم یہ بتاؤ کہ تم کتنی مدت سوئے ہو؟

وہ کہنے لگے: یہی کوئی ایک آدھ دن ہم نے آرام کیا۔

تملیخا نے کہا: نہیں بھائی ہم تین سو نو سال سو چکے ہیں۔ دقیانوس ہلاک ہو چکا ہے۔ کئی صدیاں گزر گئی ہیں۔ ہمارے بعد اللہ نے دین کی تبلیغ کے لیے عیسیٰؑ نبی کو بھیجا ہے، اور تبلیغ دین کے بعد اللہ نے انھیں آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔ اب لوگ عیسیٰؑ مسیح کے مذہب کے پیروکار ہیں، اور وہ تمھاری زیارت کرنے کے لیے غار کے باہر جمع ہیں۔ تم لوگوں کی کیا رضا ہے؟

وہ کہنے لگے: بھائی تملیخا! ہم باہر جائیں گے تو لوگ ہمیں دیکھیں گے اور طرح

طرح کے سوالات پوچھیں گے اور ہم ان لوگوں کے درمیان پھنس جائیں گے۔

تملیخا نے پوچھا: اب تمہاری مرضی کیا ہے؟

وہ کہنے لگے: آؤ ہم مل کر خدا سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں پھر اُسی حال میں واپس لوٹا دے، جیسے ہم پہلے تھے۔ اُنھوں نے دعا مانگی اور ان کی دعا مستجاب ہوئی۔

تملیخا کے ساتھ جو لوگ غار تک آئے تھے۔ وہ سات روز تک متواتر ان پہاڑوں کے گرد پھرتے رہے لیکن انھیں غار کا کوئی نام و نشان بھی نہ مل سکا۔ آخرکار ان کے مسلمان بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ میں اس جگہ ایک مسجد تعمیر کراتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ مسلمان تھے، لہٰذا ان کی یادگار قائم رکھنا ہم پر لازم ہے۔

یہودی بادشاہ کہنے لگا: وہ لوگ ہمارے دین پر مرے ہیں، لہٰذا ان کی یاد میں ہم اپنی عبادت گاہ تعمیر کریں گے۔ اسی بات پر اختلاف پیدا ہوگیا۔ معاملہ جنگ کی صورت اختیار کرگیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ یہودیوں کو شکست ہوئی، مسلمان بادشاہ نے اپنی خواہش کے مطابق وہاں مسجد تعمیر کروائی۔

اس کے بعد مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے یہودی عالم کو مخاطب کرکے فرمایا: اب مجھے بتاؤ میں نے جو واقعہ بیان کیا ہے، وہ یہی ہے؟

وہ یہودی عالم کہنے لگا: اے ابا الحسنؑ! آپؑ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے اِس بیان میں ایک حرف کا بھی فرق نہیں ہے۔ اور اب میں اعلان کرتا ہوں کہ اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واشهد انك وصية وخليفته من بعد

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ محمدؐ کے وصی اور خلیفہ ہیں''۔

اے محمدؐ! آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں

محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں روایت بیان کی ہے کہ ابن عمر کا بیان

تمہارے پیغمبر کا وصی کہاں ہے؟

لوگوں نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا۔

یہودی عالم نے کہا: چند مسائل ہیں جن کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں کہ ان مسائل کو صرف پیغمبرؑ یا وصی پیغمبرؑ ہی جانتا ہے۔ آپ اگر وصیِ رسولؐ ہیں تو جواب دیں۔

حضرت ابوبکر نے پوچھا: وہ کون سے مسائل ہیں؟ بیان کرو۔

یہودی عالم نے کہا: وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے لیے نہیں ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں اور وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نہیں جانتا ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: یہ تو دھریوں جیسے سوال ہیں۔ آسمان و زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے خدا نہ جانتا ہو۔

مسجد میں موجود لوگ طیش میں آ گئے اور اُسے زدوکوب کرنے کے لیے اُٹھے۔

اتنے میں ابن عباس اُٹھے اور کہنے لگے: یہ کوئی منصفانہ رویہ نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم نے اس کی باتیں نہیں سنیں کہ یہ کیا کہتا ہے؟

ابن عباس نے کہا: میں نے سب باتیں سنی ہیں۔ اگر آپ کے پاس جواب ہے تو اسے مطمئن کرو ورنہ کسی ایسے شخص کے پاس اسے بھجوا دو جو اسے مطمئن کر سکے۔

میں نے کئی مرتبہ رسولِ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے جناب علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا: "اے اللہ! علیؑ کے دل میں نورِ ہدایت پیدا کر، اور اس کی زبان کو ثابت فرما"۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر اُٹھے، اُس یہودی کے علاوہ مہاجرین و انصار کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: یا ابا الحسنؑ! یہ شخص دھریوں جیسے مسائل پوچھ رہا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: وہ کون سے مسائل ہیں۔

یہودی کہنے لگا: میرے مسائل وہ ہیں جن کا جواب پیغمبرؐ یا وصی پیغمبرؐ کے پاس ہے

آپؑ نے فرمایا: بیان کر، تیرے کیا مسائل ہیں۔

یہودی کہنے لگا:

أخبرني عمّا ليس لله عمّا ليس عند الله وعمّا لا يعلمه إلّا الله

"مجھے ایسی چیز بتاؤ جو خدا کے لیے نہیں، اور وہ چیز بتاؤ جو اللہ کے پاس نہیں، اور وہ کون سی چیز ہے جسے اللہ نہیں جانتا؟"

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جو چیز خدا کے لیے نہیں وہ شریک ہے۔ وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔ خداوند کریم اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔ اور وہ چیز جسے خدا نہیں جانتا وہ تم یہودیوں کی بات ہے جو تم کہتے ہو کہ عزیز فرزندِ خدا ہے، حالانکہ خدا کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر یہودی کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؑ سچے وصیِ رسولؐ ہیں۔

اس وقت حضرت ابوبکر اُٹھے اور جناب امیر علیہ السلام کے سر کا بوسہ لے کر فرمایا: بے شک آپؑ مفرج الکرب یعنی مشکلات کو دُور کرنے والے ہیں"۔

پیغمبر کے علم کا وارث

دو یہودی علماء کے سوال:

بحار الانوار اور ارشاد القلوب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں: دو یہودی علماء مدینہ آئے اور کہا: اے مدینہ کے مسلمانو! ہمیں اپنے پیغمبر موسیٰ بن عمران نے خبر دی ہے کہ تہامہ کی سرزمین پر ایک نبی مبعوث ہوگا جس کے نزدیک یہود

کے دین و مذہب کی کوئی اہمیت نہ ہوگی۔ اب ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وہ نبی ظاہر ہو چکا ہے۔ ہم آپ کے نبی سے ملنے آئے ہیں۔
اگر یہ وہی نبی برحق ہیں، جن کی خبر ہمیں ہمارے نبی موسیٰؑ نے دی تھی تو پھر ہم اس پر ایمان لائیں گے ورنہ ہم آخری دم تک اس سے جنگ کریں گے۔ ہمیں بتاؤ وہ پیغمبر کون ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: ہمارے پیغمبرؐ کا وصال ہو چکا ہے۔

وہ یہودی علماء کہنے لگے: اگر اس نبیؐ خدا کا وصال ہو چکا ہے تو ان کا وصیؑ کون ہے؟ کیونکہ کوئی نبی اُس وقت تک دنیا چھوڑ کر نہیں جاتا، جب تک اپنے وصی کا اعلان نہ کرے۔ تمہارے نبی کا وصی کون ہے؟

مہاجرین اور انصار کا ایک بڑا مجمع حضرت ابوبکر کے گرد تھا۔ اُنھوں نے خلیفۂ اوّل کی طرف اشارہ کیا کہ یہ پیغمبر کے جانشین ہیں۔ وہ علمائے یہود حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم نے چند ایسے مسائل پوچھنے ہیں جن کا جواب نبی یا اس کا وصی ہی دے سکتا ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے مسائل کا جواب دیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: پوچھو میں تمہارے مسائل حل کروں گا۔

علمائے یہود نے سوال پوچھنے شروع کیے لیکن تسلی بخش جواب نہ پا سکے۔ اس صورت حال سے مہاجرین و انصار بھی بے چین اور ناخوش نظر آ رہے تھے۔

علمائے یہود کہنے لگے: محمدؐ کیسے پیغمبرؐ تھے جن کے بعد اُن کے علم کا وارث کوئی نہیں ہے۔ جبکہ ہر پیغمبر کا علم اُس کے وصی کے پاس ہوتا ہے۔

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اُٹھا اور جلدی سے جناب امیر علیہ السلام کی تلاش میں نکلا اور ان کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ سنایا۔

جناب علی علیہ السلام مسکرائے اور اُٹھ کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن عباس

یہودی عالم نے عرض کیا: یا مولاؑ! وہ کون سی چیزیں ہیں جو ہمیشہ حاضر ہیں اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو ہمیشہ غائب ہیں؟

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: آسمان و زمین ہمیشہ حاضر ہیں اور موت وحیات ہمیشہ غائب۔

یہودی عالم نے پوچھا: وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: واللیل والنھار "رات اور دن ہیں"۔

پھر یہودی عالم نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا:

- وہ کون سا ایک ہے جس کے ساتھ دوسرا نہیں؟
- وہ کون سے دو ہیں جن کے ساتھ تیسرا نہیں؟
- وہ کون سا تین ہے جس کے ساتھ چوتھا نہیں؟
- وہ کون سے چار ہیں جن کے ساتھ پانچواں نہیں؟
- وہ کون سے پانچ ہیں جن کے ساتھ چھٹا نہیں؟
- وہ کون سے چھ ہیں جن کے ساتھ ساتواں نہیں؟
- وہ کون سے سات ہیں جن کے ساتھ آٹھواں نہیں؟
- وہ کون سے آٹھ ہیں جن کے ساتھ نواں نہیں؟
- وہ کون سے نو ہیں جن کے ساتھ دسواں نہیں؟
- وہ کون سے دس ہیں جن کے ساتھ گیارھواں نہیں؟

اس طرح وہ یہودی عالم سو تک گنتا گیا، اور کہا: اے رسولؐ کے وصی! یہ باتیں تورات وانجیل میں ہیں، اور آپ کے قرآن میں بھی ہوں گئیں۔

امام المتقین، وصی رسولؐ مسکرائے اور جواب دینا شروع کیا اور فرمایا: سن

اے عالم یہود! وہ واحد جس کے ساتھ دوسرا نہیں، وہ ذات خدائے واحد ہے۔

* وہ دو حضرت آدمؑ و حواؑ ہیں، جن کے ساتھ تیسرا کوئی اور نہ تھا۔
* وہ تین حضرت جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور اسرافیلؑ ہیں، جن کے ساتھ چوتھا نہیں۔
* وہ چار آسمانی کتب ہیں: تورات، زبور، انجیل اور قرآن، جن کے ساتھ پانچواں نہیں۔
* وہ چھ وہ دن ہیں جن میں اللہ نے زمین و آسمان کو خلق فرمایا، ان میں ساتواں نہیں۔
* وہ سات جہنم کے دروازے ہیں جن میں آٹھواں نہیں؟
* وہ نو، وہ قبائل ہیں جو زمین میں فساد کرتے تھے اور ان میں دسواں نہیں۔
* وہ دس، مناسکِ حج کے وہ ایام ہیں جو دس ذی الحج کو پورے ہوتے ہیں۔
* وہ گیارہ، وہ ستارے ہیں جنھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا، ان میں بارھواں نہیں۔
* وہ بارہ، سال کے بارہ مہینے ہیں، جن میں تیرھواں نہیں۔

یہودی عالم کہنے لگا: حضور! وہ بیس کون سے ہیں جن کے ساتھ اکیسواں نہیں؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: وہ بیس، وہ درہم ہیں جن کے بدلے حضرت یوسفؑ فروخت ہوئے۔

یہودی بولا: وہ تیس کون سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ تیس ماہِ رمضان کے تیس دن ہیں جن کے روزے واجب

ہیں۔

یہودی نے پوچھا: یا حضرتؑ! وہ چالیس کون سے ہیں؟

فرمایا: وہ چالیس، وہ چالیس دن ہیں جن میں حضرت موسیٰؑ کو تورات ملی۔

یہودی نے کہا: وہ پچاس کون سے ہیں؟

مولاؑ نے فرمایا: وہ مال ہیں جو حضرت نوحؑ کی مدت سے کم تھے۔

پھر یہودی نے پوچھا: وہ ساٹھ کون سے ہیں؟

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ ساٹھ روزے ہیں جو ماہِ رمضان کے روزے کا کفارہ ہیں۔

یہودی نے پھر سوال کیا: وہ ستر کون سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ ستر افراد تھے جنھیں حضرت موسیٰؑ ساتھ لے گئے تھے۔

یہودی نے پوچھا: یا اباالحسنؑ! وہ اسی کون سے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ اسی وہ افراد تھے جو طوفانِ نوحؑ کے بعد بچے اور زمین پر پہلی بستی آباد کی۔

یہودی نے کہا: وہ نوے کون سے ہیں؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: وہ نوے وہ پھٹے اور اور تختے تھے، جو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں نصب کیے تھے۔

یہودی نے پوچھا: یا حضرت! وہ سو کون سے ہیں؟

مولا علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا: زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔

ان تمام سوالات کے جوابات پا کر وہ دونوں یہودی عالم مسلمان ہو گئے اور ان میں سے ایک جنگِ جمل میں اور دوسرا جنگِ صفین میں شہید ہوا۔

ایسا ہی واقعہ خلیفۂ دوئم کے زمانۂ خلافت میں بھی پیش آیا۔

آلِ داؤدؑ کے ایک شخص کے جناب امیر علیہ السلام سے سوالات

کتاب بحارالانوار میں کتاب صفوۃ الصفوۃ کے حوالے سے ابی نوف سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص مدینہ داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اہلِ مدینہ آہ و بکا اور گریہ کر رہے ہیں۔ افسردہ اور غمگین ماحول دیکھ کر وہ لوگوں سے پوچھنے لگا: اس وادی میں یہ آہ و بکا کیسی ہے؟ آپ لوگ گریہ کیوں کر رہے ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا: ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس دنیا سے انتقال کر گئے ہیں۔

وہ شخص کہنے لگا: آپ کے رسولؐ کی وفات کے دن کا ذکر ہماری کتب میں بھی موجود ہے۔

پھر اس نے پوچھا: تمہارے رسول کا وصی کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہاں بیٹھو، وہ اِدھر ہی آ جائیں گے۔

جب جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ وہ آ گئے ہیں، جو مرضی ہو آپ پوچھ لیں۔

وہ یہودی شخص جناب امیرؑ کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا اور پوچھا: آپؑ علی ابن ابی طالبؑ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں میں ہی علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔ پھر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے قریب بٹھایا۔

وہ یہودی کہنے لگا: میں چند سوالات کے جوابات جاننا چاہتا ہوں۔ آپ اجازت فرمائیں تو میں پوچھنے کی جسارت کروں۔

جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا: جو مرضی آئے، پوچھ، میں تجھے جواب دوں گا۔

یہودی نے پوچھا: شبِ معراج خدا نے رسولِ اعظمؐ سے پہلی بات کون سی کی؟

وہ چار جہنمی افراد کون سے ہیں جن کو شبِ معراج خازنِ جہنم نے رسولِ پاکؐ سے گفتگو کرنے کی اجازت دی۔

وہ کون سا فرشتہ تھا جس نے شبِ معراج رسولِ خدا سے معافی مانگی؟

رسولِ معظم کا جنت میں کون سا مقام ہے؟

مولائے کائنات جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے فرمایا: شبِ معراج اللہ نے اپنے نبی سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰؐ سے جو پہلی بات کی وہ یہ آیت تھی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ

"رسولؐ پر جو کچھ رب کی طرف سے نازل کیا گیا، اس پر ایمان لایا"۔

یہودی کہنے لگا: یا علیؑ! میں یہ بات نہیں پوچھنا چاہتا۔

جنابِ مولا علیؑ نے فرمایا: تو جو پوچھتا ہے وہ ایک مخفی راز ہے، جس کا اظہار مناسب نہیں۔

یہودی نے کہا: یا حضرتؑ! میں نے یہ بات آپ کے سوا، اور کسی سے نہیں پوچھی ہے۔ آپ مجھے وہی مخفی بات ہی بتائیں۔

جناب امام المتقین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں تجھے وہی بات بتا دوں تو پھر اسلام قبول کرلو گے۔

کہنے لگا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: رسولِ خدا شبِ معراج جب مقام قاب قوسین پر پہنچے تو حجاب اُٹھا اور ایک فرشتے نے آواز دی: اے محمدؐ! خدا آپ کو سلام کہتا ہے، اور فرماتا ہے کہ کائنات کے سردار و مولا کو بھی میرا سلام پہنچا دیجیے۔

رسولِ خدا نے پوچھا: اے خالق و مالک! وہ سیّد و سردار کون ہے؟

آوازِ قدرت آئی: وہ سیّد اور سردار علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

یہودی نے کہا: یا علیؑ! آپؑ نے سچ فرمایا ہے اور میں بھی یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کیونکہ ہمارے جدِ اعلیٰ داؤدؑ کی کتاب میں یہی تحریر ہے۔

وہ چار افراد جن سے شبِ معراج جہنم اُٹھائے گئے اور اُنھوں نے رسولِ اعظم سے گفتگو کی وہ قابیل، نمرود، ہامان اور فرعون تھے۔ ان کو جب نبی آخر الزمانؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو خازنِ جہنم کی اجازت سے اُنھوں نے رسولِ خدا سے عرض کی:

یارسول اللہ! ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں واپس پلٹ جانے کی اجازت لے دیں تاکہ ہم واپس جاکر نیک عمل کریں اور دوبارہ مریں۔ ان کی بات سن کر جبرئیلؑ کو غصہ آیا اور دوبارہ طبقِ جہنم ان پر ڈال دیا گیا۔

وہ فرشتہ جس نے معذرت کی تھی وہ ملک الموت تھا۔ جو زمین پر ایک ظالم بادشاہ کی روح قبض کرنے گیا، اور اُس نے بوقتِ مرگ ایسی غلط بات کہی جس سے عزرائیل کا غیظ و غضب بڑھ گیا، اور اسی غصّے کی حالت میں واپس آسمان پر پہنچا اور رسولِ اعظم کے پاس سے گزرا۔ جبرئیلؑ نے آواز دی:

اے عزرائیلؑ! اس غیض و غضب کی حالت میں کیوں جا رہے ہو؟ تجھے معلوم نہیں یہ اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰؐ سامنے موجود ہیں۔ یہ سن کر عزرائیلؑ فوراً واپس ہوئے اور رسولِ خدا سے معافی مانگی اور آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تمھارا چوتھا سوال کہ رسولِ اعظم کا جنت میں کون سا مقام ہوگا؟

تو سنو! رسولِ اعظم کا جنت میں مقامِ عدن ہوگا اور آپ کے بارہ وصی بھی آپ کے ساتھ اِسی مقام پر ہوں گے۔

یہودی کہنے لگا: قسم بخدا میں نے اپنے جدِ اعلیٰ داؤدؑ کی کتاب میں اِسی طرح پڑھا ہے اور وہی کتاب بطورِ میراث میرے پاس موجود ہے۔ اِس کے بعد اس نے وہ کتاب نکالی اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دی اور جو کچھ مولائے کائناتؑ نے اِس کے سوالات کے جواب میں فرمایا تھا وہ سب کچھ اس میں موجود تھا۔

قرآن اور تورات میں کسی قسم کا تضاد نہیں

علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں لکھا ہے کہ چند علمائے یہود مدینہ آئے۔ اُس وقت سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔

علمائے یہود کہنے لگے: ہمیں اصحابِ کہف کے واقعہ کے بارے میں کچھ پوچھنا ہے۔

اصحابِ رسولؐ نے کہا: پوچھو آپ لوگوں کا جو مسئلہ ہے۔

اُنھوں نے کہا: اصحابِ کہف کا جو واقعہ ہماری تورات میں موجود ہے۔ تمھارے قرآن میں اس طرح نہیں ہے حالانکہ دونوں کتب سماوی ہیں۔

صحابہ نے پوچھا: کیا اختلاف ہے؟

علمائے یہود کہنے لگے: قرآن میں ہے کہ اصحابِ کہف تین سو نو سال غار میں ٹھہرے رہے۔ یہ نو سال کون سے ہیں؟

ان کے اس سوال پر صحابہ کرام اور باقی لوگ بھی پریشان ہو گئے کہ ان کو ان کے سوال کا جواب دے کر کیسے مطمئن کیا جائے کہ اِسی اثناء میں مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ تشریف لے آئے؟

اصحابِ کرام نے علمائے یہود کے سوالات کے بارے میں آپ کو بتایا۔

آپؑ نے فرمایا: قرآن اور تورات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ قرآن کے تین سو سال شمسی حساب سے بتائے گئے ہیں جبکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا، اور قرآن

میں انھی تین سو سال کو قمری سال کے حساب سے تین سو نو سال بتایا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن اور تورات میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

خدا کون و مکان کا خالق ہے

شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: کیا آپ خلیفۂ رسولؐ ہیں۔

اُنھوں نے جواب دیا: ہاں میں خلیفۂ مسلمین ہوں۔

یہودی عالم کہنے لگا: ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ پیغمبر کا خلیفہ اُمت کے تمام لوگوں سے زیادہ صاحبِ علم ہوتا ہے، لہٰذا مجھے اپنے خدا کے بارے میں بتائیں کہ وہ کہاں ہے؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: خدا آسمان پر اپنے عرش پر ہے۔

یہودی کہنے لگا: اس کے معنی تو یہ ہیں کہ زمین تمہارے خدا سے خالی ہے اور جب وہ ایک مقام پر ہے تو دوسرا مقام تو اُس سے خالی ہوگا؟

حضرت ابوبکر کو غصہ آ گیا اور کہا: یہ تو دھریوں جیسی گفتگو کر رہا ہے۔ اب اُٹھ اور جلدی سے دربار سے باہر نکل جا، ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ یہودی عالم حیران و پریشان ہو کر دربار سے نکلا اور سوچتا رہا کہ یہ کیسا خلیفہ ہے؟

اسی سوچ میں چلتا جا رہا تھا کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کیوں ناراض واپس جا رہے ہو؟

مجھے معلوم ہے جو تو نے حضرت ابوبکر سے پوچھا ہے اور جو تجھے جواب ملا ہے۔ آ میرے ساتھ میں تجھے تیرے سوال کا جواب بتاتا ہوں۔ میری بات ذرا غور سے سن!

تیرا یہ سوال بھی صحیح نہیں کہ خدا کہاں ہے؟ کیونکہ خدا کون و مکان کا خالق ہے، لہٰذا خالق کو مخلوق میں محدود نہیں کیا جا سکتا ہے، بلکہ خدا ہر جگہ، ہر وقت حاضر و ناظر

موجود ہے۔ خدا کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ لیکن کوئی چیز خدا کا احاطہ نہیں کر سکتی، اور جو کچھ میں تجھے بتا رہا ہوں بالکل تمھاری کتاب میں اِسی طرح موجود ہے۔ اگر میں تیری کتاب میں سے دکھا دوں تو تو ایمان لائے گا؟

یہودی عالم کہنے لگا: بے شک میں ایمان لاؤں گا۔

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: تمھاری کتاب کے فلاں مقام پر لکھا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرق کی طرف سے ایک فرشتہ آیا، آپؑ نے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟

فرشتے نے جواب دیا: میں رب کی طرف سے آ رہا ہوں۔

ایک دوسرا فرشتہ مغرب کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟

اس نے کہا: میں خدا کی طرف سے آ رہا ہوں۔

تیسرا فرشتہ ساتویں آسمان سے آیا، اور جنابِ موسیٰؑ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟

کہنے لگا: میں پروردگار کی طرف سے آ رہا ہوں۔

اس وقت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی مقام بھی خالی نہیں اور وہ ہر مقام کے نزدیک ترین ہے۔

یہودی عالم یہ سن کر کہنے لگا:

اَشھَدُ اَنَّ ھُوَ الحَقُّ وَ اَنَّکَ اَحَقُّ بِمَقَامِ النَّبِی مِمَّن استَولٰی عَلَیہِ ....

"میں گواہی دیتا ہوں کہ بات یہی ہے جو آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ آپ ہی کسی اور سے نبیؐ کی مسند پر بیٹھنے کے زیادہ اہل

ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں،
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپؑ محمدؐ کے وصی اور خلیفہ ہیں''۔

جنابِ صدوق بسلسلۂ اسناد امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''میں اور علیؑ اس اُمت کے باپ ہیں، جس نے ہمیں پہچانا اُس نے خدا کو پہچانا، اور جس نے ہمیں نہ پہچانا، اُس نے خدا کو نہ پہچانا اور علیؑ ہی کے فرزند اُمت کے سبطین ہیں اور سردارانِ جوانانِ جنت ہیں''۔

باپ کا مدفون خزانہ کہاں ہے؟

قطب راوندی نے کتاب خرائج میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت لکھی ہے کہ حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں ایک یہودی نوجوان مسجدِ نبویؐ میں آیا اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَابَکر۔

دربار سے ایک شخص نے اس نوجوان کے منہ پر تھپڑ رسید کیا اور کہا تو نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیفَۃَ رَسُولِ اللّٰہِ اَبِی بَکر کیوں نہیں کہا؟

حضرت ابوبکر نے کہا: اسے چھوڑو۔ اس کی بات تو سن لو یہ کیا کہتا ہے؟ پھر پوچھا: اے نوجوان کیوں آئے ہو؟

وہ یہودی نوجوان کہنے لگا: میرا باپ دنیا سے کوچ کر گیا ہے۔ اس کا کافی مال تھا لیکن نہیں معلوم کہ وہ مال کہاں دفن کر گیا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کسی کو امانت کے طور پر دے گیا ہے۔ اگر آپ مجھے کسی طرح اس مال کا پتا بتا دیں تو کُل مال کا تہائی حصہ آپ کو دے دوں گا۔ ایک تہائی مہاجرین وانصار کو دوں گا اور تہائی میرا اپنا ہوگا اور مسلمان ہو جاؤں گا۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے بے وقوف غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کے

پاس نہیں ہے؟ یہ کہہ کر اُٹھے اور گھر چلے گئے۔ وہ نوجوان حضرت عمر کے پاس آیا، لیکن
وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ اتنے میں مولائے کائنات امام المتقین، وصی رسول
جناب علی علیہ السلام تشریف لے آئے۔ جونہی اس نوجوان نے مولا علیؑ کو دیکھا، اپنی
جگہ سے اُٹھا اور آپؑ کے سامنے آ کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا اَمِيرَ المُؤمِنِينَ۔
لوگوں نے جب اِس کا یہ سلام سنا تو نہایت برہمی کا اظہار کیا، اور اُس نوجوان
سے پوچھنے لگے کہ علیؑ کو اس انداز سے سلام کیوں کیا ہے؟
وہ یہودی نوجوان کہنے لگا: میں نے از خود نہیں بلکہ ہماری مقدس کتاب تورات
میں بھی علی علیہ السلام کو امیر المومنین ہی کہا گیا ہے۔
جناب مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اے نوجوان اگر تیری مشکل آسان
ہو جائے اور تیری پریشانی کا حل تجھے مل جائے تو کیا تو اسلام قبول کرے گا؟
وہ نوجوان کہنے لگا: جی ہاں، یا علیؑ! میں اسلام لے آؤں گا۔
جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا: تو لکھنا جانتا ہے۔
وہ کہنے لگا: جی ہاں، میں بہترین لکھ سکتا ہوں۔
جناب امیرؑ نے فرمایا: جاؤ کاغذ، قلم اور دوات لے کر آؤ۔
وہ نوجوان گیا، قلم اور سفید چمڑے کا ایک ٹکڑا لے کر آیا۔ مولاؑ نے اس ٹکڑے
پر کچھ لکھا، اور اس جوان سے فرمایا:
یہ خط لے جا اور یمن کے ملک جا کر وادئ برہوت کا پوچھ لینا۔ اور اپنے ساتھ
کچھ تختیاں بھی لے جانا۔ جب وادئ برہوت پہنچ جاؤ تو غروبِ آفتاب تک اِسی وادی
کے کنارے پر بیٹھنا۔ جب آفتاب کے غروب کا وقت ہوگا تو فضا میں سیاہ رنگ کے
بڑے بڑے کوے نمودار ہوں گے، اور مختلف آوازیں پیدا ہوں گی۔ اس وقت تو اپنے
باپ کا نام پکار کر میرا یہ پیغام دینا کہ اے میرے والد! میں وصی رسولؐ علی ابن ابی

دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپ میرے سردار علی علیہ السلام نبیٔ رحمت کے سچے خلیفہ ہیں۔

یاامیرالمومنینؑ! میں یہ درہم و دینار آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ آپؑ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں فرمانِ خدا اور رسولؐ کے مطابق خرچ کریں۔

مدینہ کے لوگوں نے پوچھا: یااباالحسنؑ! آپؑ کو اِس کی مشکل کا حل کیسے معلوم ہوا؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اگر برداشت کرسکو تو میں تمھیں اِس سے زیادہ مشکل بات بتاؤں۔

لوگوں نے پوچھا: یاامیرؑ! وہ کون سی مشکل بات تھی؟

آپؑ نے فرمایا: ایک دن میں اور رسولِ خدا بیٹھ کر کھجوریں گن رہے تھے کہ ہم نے چھیاسٹھ کھجوریں شمار کیں، تو ہمیں چھیاسٹھ ملائکہ کی آوازیں سنائی دیں۔ تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے آنے والے ہر فرشتے کی زبان بھی معلوم ہے اور میں اس کے نام سے واقف بھی ہوں۔

(قول مؤلف) قطب راوندی نے یہ حدیث نقل کی ہے اور حاجی نوری نے مستدرک جزودوم میں روایت کے بعد ان اشکال کا اضافہ بھی کیا ہے، ہم اسے تبرکاً تحریر کررہے ہیں:

قَسِیمُ النَّارِ ذُوْخِیرٍ وَخَیْرٌ
یُخَلِّصُنَا الغَدَاۃَ مِنَ السَّعِیْرِ

''علی علیہ السلام جنت، جہنم تقسیم کرنے والے فضائل کے مالک ہیں اور کل ہمیں جہنم سے بچائیں گے''۔

فَکَانَ مُحَمَّدٌ فِی الدِّیْنِ شَمْسٌ

عَلِیٌّ بَعْدَہٗ کَالْبَدْرِ الْمُنِیْرِ

"دین میں اگر محمدؐ چمکتا سورج ہے تو اس کے بعد علیؑ چودھویں کا چمکتا چاند ہے"۔

ھُمَا فَرْعَانِ مِنْ عَلْیَا قُرَیْشٍ
مَصَاصَ الْخَلْقِ بِالنَّسَبِ الشَّھِیْدِ

"محمدؐ اور علی علیہ السلام قریش کے بلند خاندان کی شاخیں ہیں، اور اسی خاص نصب کی وجہ سے آپ مخلوقِ اعلیٰ ہیں"۔

فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ وَاَنْتَ مِنِّی
کَھَارُوْنَ وَاَنْتَ مِنِّی وَزِیْرٌ

"نبی کریمؐ نے علی علیہ السلام سے فرمایا: تو میرے لیے ہارونؑ کی مثل ہے اور تو ہی میرا وزیر ہے"۔

وَاَنْتَ غِیَاثُھُمْ وَالْغَوْثُ فِیْھِمْ
لَدَی الظَّمَانِ کَالصُّبْحِ الْمُنِیْرِ

"اے علیؑ! تو مخلوق کا مددگار ہے اور ہر مصیبت زدہ کو صبح روشن کی طرح مدد ملتی رہے گی"۔

وِلَائِی فِی الْبَتُوْلِ وَفِیْ بَنِیْھَا
کَمِثْلِ الْاَرْضِ فِیْ یَوْمِ الْمَطِیْرِ

"جنابِ بتول علیہا السلام اور اس کے شہزادوںؑ کی محبت میرے دل میں بارش کی سبزہ زار زمین کی مثل ہے"۔

مَصِیْرِی آلِ اَحْمَدَ یَوْمَ حَشْرٍ
وَیَوْمَ الْحَشْرِ حَسْبُھُمْ نَصِیْرٌ

''قیامت کے دن آلِ محمدؑ میری پناہ گاہ ہوں گے، اور قیامت کو
یہی مددگار ہی کافی ہیں''۔

چھ انبیاءؑ کے ناموں والے پتھر کی تلاش

بحارالانوار میں کتاب کشف الیقین کے حوالے سے سعید بن عاص کی روایت ہے کہ میں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ساتھ تھا، جب آپؑ کوفہ شہر سے نکلے اور مقامِ نخلہ کی طرف روانہ ہوئے، اثنائے راہ ہمیں پچاس یہودی ملے۔ اُنھوں نے آپؑ کو دیکھتے ہی پوچھا: کیا علی بن ابی طالبؑ آپ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، میں ہوں۔

وہ کہنے لگے: ہم نے آسمانی کتب میں پڑھ رکھا ہے کہ اس سرزمین میں ایک ایسا پتھر چھپا ہوا ہے جس پر چھ انبیاء کے نام درج ہیں۔ ہم نے تو بہت کوشش کی، مگر تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ اگر آپ واجب الاطاعت امامؑ ہیں تو ہمیں پتھر تلاش کردیں، ہم سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا میرے ساتھ چلو۔

اس کے بعد آپؑ آگے آگے چلے اور وہ پچاس لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ بالآخر ایک صحرا میں پہنچے۔ یہاں اُونچے اُونچے ریت کے ٹیلے تھے۔ ہر طرف ریت ہی ریت تھی۔ آپؑ ایک ٹیلے پر جا کر کھڑے ہوئے اور باآوازِ بلند فرمایا:

أَيُّهَا الرِّيحُ السَفِيُ الرَّمِلِ عَنِ الصَّخرَةِ بِحَقِّ اِسمِ اللّٰهِ الِاَعظَمِ

''اے ہوا خدا کے اسمِ اعظم کے صدقے میں اس چٹان سے ریت کو اُڑا لے''۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی آپ کے دعائیہ کلمات ختم نہیں ہوئے تھے کہ ہوا کا

تیز جھونکا آیا اور ٹیلے پر موجود تمام ریت کو اُڑا دیا۔ ریت کے نیچے ہم نے دیکھا کہ ایک پتھریلی چٹان موجود تھی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے چٹان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جس پتھر کی تمہیں تلاش تھی وہ یہ ہے۔

وہ لوگ کہنے لگے: یا حضرتؑ! اُس پتھر پر تو انبیاءؑ کے نام لکھے ہوئے ہیں، ہمیں تو وہ نظر نہیں آتے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: وہ نام اس پتھر کی دوسری جانب لکھے ہیں، ذرا اس پتھر کو اُلٹاؤ۔

وہ پچاس لوگ مل کر پتھر کو اُلٹانے لگے، مگر پتھر ذرا سا بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور لوگ بلائے گئے یہاں تک کہ ایک ہزار آدمیوں نے مل کر زور لگایا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ان سب کی بھرپور طاقت کے باوجود چٹان ہل نہ سکی۔ جب آپؑ نے ان سب لوگوں کی یہ حالتِ زار دیکھی تو آپؑ نے فرمایا:

تم سب لوگ دُور ہٹ جاؤ۔ وہ سب لوگ چٹان کے قریب سے ہٹ گئے۔ آپؑ اس چٹان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور دو انگلیوں سے پکڑ کر چٹان کو اُلٹا دیا۔ جب چٹان اُلٹی تو اس پر خطِ جلی سے آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و موسٰیؑ و عیسٰیؑ اور محمدؐ کے اسمائے مبارک تھے۔ جب ان لوگوں نے ان اسماء کی زیارت کی تو یہودی یک زبان ہو کر کہنے لگے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ ، وَاَنْتَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَيِّدُ الْوَصِيِّيْنَ وَحُجَّةُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَنْ عَرَفَكَ سَعِدَ وَنَجَا وَمَنْ خَالَفَكَ ضَلَّ وَغَوٰى وَ اِلَى الْجَحِيْمِ هَوٰى ، جَلَّتْ مَنَاقِبُكَ عَنِ التَّعْدِيْدِ وَكَثُرَتْ اٰثَارُ نَعْتِكَ عَنِ التَّحْدِيْدِ

راہب کا عبادت خانہ نظر آیا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: آواز دو شاید اس گرجا میں کوئی راہب ہو۔ لوگوں نے آواز دی تو راہب گرجا کے اندر سے فوراً بولا: تم کون ہو اور کیا بات ہے؟

لوگوں نے کہا: ہمیں کوئی پانی کا پتہ بتا دیں۔

راہب نے جواب دیا کہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر تم لوگوں کو پانی ملے گا اور میرے پاس بھی اتنا پانی نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کو پانی پلا سکوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: سُن لیا یہ راہب کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں نزدیک کہیں پانی نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: یا امیر المومنینؑ! آپ ہمیں اجازت دیں، ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے جاتے ہیں اور پانی لے آتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہمیں گھوڑے دوڑانے کی ضرورت نہیں۔ پھر آپؑ نے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور ایک جگہ پر نشان لگا کر فرمایا: اسی جگہ سے یہ ریت اور مٹی ہٹاؤ۔ یہیں سے تمہیں پانی ملے گا۔ وہ جگہ راہب کے عبادت خانہ کے بالکل قریب تھی۔ لشکریوں نے بیلچے لے کر مٹی ہٹانا شروع کی۔ تھوڑی ہی دیر بعد مٹی اور ریت ہٹ گئی اور نیچے ایک بڑی چٹان نمودار ہوئی۔

لوگوں نے مل کر اس چٹان کو ہٹانا شروع کیا لیکن چٹان کا ہٹانا بے حد مشکل ہو گیا۔

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: پانی ہمیں اسی پتھر کے نیچے سے ملے گا۔ کوشش کرو کہ یہ پتھر یہاں سے ہٹ جائے۔ جب لوگ تھک چکے اور ان کی تمام تر کوشش ناکام ہو گئی تو آپ چٹان کے قریب تشریف لائے، آستین اُلٹی اور صرف دو انگلیوں

ے چٹان کو ایک طرف سے پکڑا اور چند گز دُور پھینک دیا۔ پتھر کا ہلنا تھا کہ ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ پیاسے لشکر نے پانی پیا، خود بھی سیراب ہوئے۔ اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا، اور اپنے خالی مشکیزے بھی بھر لیے۔ جناب امیر علیہ السلام نے پھر اُسی طرح سے چٹان کو اُٹھا کر وہاں رکھ دیا۔

آپؑ نے فرمایا: اس پر دوبارہ مٹی ڈال دو اور اس کے آثار بالکل ختم کر دو۔ لوگ مٹی ڈالنے میں مصروف تھے اور وہ راہب اپنے گرجا گھر کے باہر کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے لوگوں کو آواز دی کہ رُک جائیں اور مجھے آنے دیجیے۔ لوگوں نے اس کے آنے کا انتظار کیا۔ راہب بھاگتا ہوا آیا اور جناب امام المتقین، مولا المومنین علی علیہ السلام کے سامنے ادب سے کھڑے ہو کر پوچھا:

ءَاَنْتَ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

"کیا آپ نبی مرسل ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: نہیں میں نبی و رسول نہیں ہوں۔

پھر کہا: کیا آپؑ کوئی مقرب فرشتہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

پھر راہب کہنے لگا: آپ نبی یا فرشتہ بھی نہیں ہیں تو پھر آپ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں نبی اعظم، شافعِ محشر، آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰؐ کا وصی ہوں۔

راہب نے عرض کیا: اے رسولِ معظمؐ کے وصی! اپنا ہاتھ ذرا بڑھایئے۔

مولائے کائناتؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ راہب نے آپؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحد ہے اور محمدؐ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں اور آپ شاہِ مرسلینؐ کے سچے وصی ہیں اور نبیؐ کے بعد اِس منصب کے زیادہ حق دار ہیں۔

جذبۂ ایمانی سے سرشار اُس راہب نے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے دیکھ کر تو مسلمان کیوں ہوا ہے اور اتنی مدت سے اِس مقام پر کیوں قیام پذیر ہے؟

راہب نے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے کئی آباو اجداد اس مقام پر رہتے رہتے گزر چکے ہیں، اور اِسی انتظار میں رہے کہ ہمیں اس ہستی کی زیارت نصیب ہو جو یہاں پر پانی کا چشمہ ظاہر کرے، لیکن ان کے مقدر میں آپ کی زیارت نہ تھی اور الحمدللہ! مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوگئی۔ ہم نے کتبِ آسمانی میں پڑھ رکھا ہے کہ اِسی سرزمین پر پانی کا ایک میٹھا چشمہ ایک چٹان کے نیچے موجود ہے جس کا علم پیغمبر کو یا پھر پیغمبر کے وصی کو ہے اور اس چشمے کو صرف وہی ذات ہی ظاہر کر سکتی ہے۔

آپؑ نے میرے سامنے پانی کا چشمہ ظاہر بھی کیا، پانی خود بھی پیا اور باقی لشکر کو بھی پلایا، لہٰذا مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ہی اُس سچے اور برحق نبیؐ کے سچے وصی ہیں جس کا ذکر سابقہ کتب میں ہم نے پڑھا ہے۔ اب میں خدا کا شکرگزار ہوں، جس نے مجھے آپ کی زیارت کی یہ سعادت نصیب فرمائی۔ میں آج آپ کے سامنے مسلمان ہوتا ہوں اور آپ کی ولایت کا اقرار کرتا ہوں۔

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے جب راہب کی یہ بات سنی تو دل گیر ہوگئے، اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی۔ پھر فرمایا: خدا کا شکر ہے جس نے ہمارا نام اپنی آسمانی کتب میں بھیجا۔ اِس کے بعد آپؑ نے وہاں سے کوچ فرمایا۔

وہ راہب بھی جذبۂ ایمانی کی دل میں لَو روشن کیے ہوئے آپؑ کے لشکر میں شامل ہوگیا اور جنگِ صفین میں درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔

جناب امیر علیہ السلام نے راہب کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور لحد میں اُتارا۔

پھر فرمایا: میں اِسی لمحہ میں راہب اور اس کی زوجہ کا مقامِ جنت دیکھ رہا ہوں اور پھر راہب کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا آزاد کردہ غلام ہے۔

خلیفۂ رسولؐ، وارثِ علمِ نبیؐ کا رسولِ خدا کا ایک وعدہ پورا کرنا

بحارالانوار میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے نبی آخرالزمان! میری قوم یہود نے مجھے بھیجا ہے، اور ان کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ ہماری قوم سے ہمارے نبی حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے ایک عہد لیا ہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا اور وہ قومِ عرب سے ہوگا۔ جب آپ اُن کی رسالت و نبوت کے ظہور کا سنو تو ان کے پاس جا کر کہنا کہ اس پہاڑ سے سات ناقے پیدا کرے۔ جب وہ تمہیں پہاڑ سے سات ناقہ نکال دے تو تم پر واجب ہے کہ اِسی کا کلمہ پڑھو۔ کیونکہ وہ سیدالانبیاء ہوگا، رحمۃ للعالمینؐ ہوگا، شافعِ محشر ہوگا اور اُس کا وصی سیدالاوصیاء ہوگا اور وہ ذاتِ پیغمبرؐ کے لیے ایسا ہوگا جیسا کہ میرے لیے میرا بھائی ہارونؑ ہے۔

آپؐ یہودی کی یہ بات سن کر اُٹھے اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے فرمایا: آؤ میرے ساتھ چلو۔ ان لوگوں کے ساتھ مدینے کے مسلمان بھی ساتھ مل کر چلے۔ بالآخر سب سرکارِ دوعالمؐ کے ہمراہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آپؐ نے اپنی عبا اُتار کر زمین پر بچھائی، دو رکعت نماز ادا کی اور دعائیہ کلمات ادا کیے۔ اچانک پہاڑ سے کچھ آوازیں سنائی دیں اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی ناقہ آرہی ہو۔ جونہی یہود کی نگاہ پہاڑ سے نکلنے والی ناقاؤں پر پڑی تو حضور کے قدموں میں گر گیا، اور کلمۂ شہادتین پڑھنے کے بعد اقرار کیا۔

''آپ بھی سچے ہیں اور آپ کا دین بھی سچا ہے''۔ وہ یہودی عالم اُسی لمحے مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے سچے نبیؐ! اے آقائے دوجہاں، میری درخواست ہے کہ فی الحال آپ اِس ناقے کو واپس کیجیے۔ میں واپس جاتا ہوں اور

پوری قوم کو اس واقعہ سے مطلع کرتا ہوں، تا کہ وہ بھی آ کر یہ عظیم معجزہ دیکھ لیں اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو سکیں۔

سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، یہ ناقہ تیرے وطن واپس ہو جائیں گی۔ یہودی عالم وطن واپس ہوا، اپنے قبیلے میں پہنچ کر پوری قوم کو جمع کیا اور جو کچھ بھی دیکھا، وہ ان لوگوں کے سامنے بیان کر دیا۔

واقعات سننے کے بعد وہ سب کے سب مدینہ جانے پر آمادہ ہو گئے تا کہ وہ رسولوں کے رسول، نبیوں کے نبیؐ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا معجزہ دیکھیں اور مشرف بہ اسلام ہوں۔

انھیں مدینہ آنے میں کچھ وقت گزر گیا۔ کچھ وقت تیاری اور سفر کرنے میں گزرا۔ آخر جب یہ لوگ منازل راہ طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچے تو مدینہ سوگوار تھا، ہر آنکھ اشکبار تھی، کیونکہ پیغمبر خدا کا انتقال ہو چکا تھا۔ سلسلۂ وحی ختم ہو چکا تھا۔ اس افسردہ اور غمناک ماحول میں اُنھیں کسی سے معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ کے بعد ان کی مسندِ خلافت پر حضرت ابو بکر بیٹھے ہوئے ہیں۔

نمائندگان یہود بالآخر حضرت ابو بکر کے پاس پہنچے اور پوچھا: کیا آپ خلیفۂ رسولؐ ہیں؟

کہنے لگے: ہاں، میں خلیفۂ رسولؐ ہوں۔

یہودی نے کہا: اگر آپ خلیفۂ رسولؐ ہیں تو جو وعدہ ہمارے ساتھ رسولِؐ اعظم نے کیا تھا وہ پورا کر دیجیے۔

خلیفہ نے پوچھا: کون سا وعدہ؟

وہ یہودی کہنے لگا: آپ کیسے خلیفۂ رسولؐ ہیں کہ رسولؐ نے آپ کو اپنے علم کا وارث نہیں بنایا ہے اور آپ کو رسولؐ کے عہد کا علم بھی نہیں، حالانکہ [illegible] لؐ میں تو

علمی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔
حضرت ابوبکر فکرمند اور پریشان تھے کہ اب ان کو کیسے مطمئن کیا جائے۔ اس وقت ایک صحابی نے اُس یہودی عالم کا ہاتھ پکڑا اور کہا: میرے ساتھ چلئے میں آپ کو خلیفۂ رسولؐ اور وارثِ علمِ نبیؐ کے پاس لیے جاتا ہوں۔ تمام لوگ اس صحابی کے ساتھ چلے۔ دروازۂ بتولؑ پر آ کر دق الباب کیا۔ جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ آپ اِس وقت غم کی تصویر بنے ہوئے تھے، آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ رسولؐ خدا کی وفات کا تازہ غم واندوہ آپ کے محاسنِ اقدس سے نمایاں تھا۔ آنکھوں سے آنسو صاف کر کے جناب امیر علیہ السلام نے یہودیوں کے بہت بڑے ہجوم کو دیکھ کر فرمایا: تم لوگ اس لیے آئے ہو کہ میں رسولؐ خدا کا وعدہ پورا کروں۔

یہودیوں نے کہا: جی ہاں، ہم اسی مقصد کے لیے آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ چلو، سب لوگ آپ کے ہمراہ چلے اور اُس پہاڑ پر جا پہنچے جہاں رسالت مآبؐ یہودی عالم کو لے کر گئے تھے۔ اسی جگہ آپؑ نے نماز ادا کی جہاں رحمتِ دوعالم محمد مصطفیٰؐ نے نماز پڑھی تھی۔

نماز کے بعد آپؑ نے رو کر فرمایا: اے رسولؐ خدا! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں، وہ بھی وقت تھا جب آپؐ نے اِسی مقام پر نماز ادا کی تھی۔ دعا کے بعد آپؑ نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ پہاڑ سے ناقہ نکلنا شروع ہوئے حتیٰ کہ سات ناقے عمدہ قسم کی باہر آ گئیں۔ جب یہودی نے یہ منظر دیکھا تو بیک وقت کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کیا اور تمام یہودیوں نے مولائے کائنات علی علیہ السلام کے سامنے اسلام قبول کیا اور مشرف بہ اسلام ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے۔

میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے

اس روایت کو بے شمار علمائے شیعہ نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوصصام عبسی مدینہ آیا۔ یہ عہدِ رسالتؐ تھا۔ اس نے اپنے اُونٹ کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا، اور خود داخلِ مسجد ہوا۔ مسجد میں موجود سب اصحابِ رسولؐ کو سلام کرنے کے بعد پوچھا:

أَيُّكُمُ الْفَتَى الْقَوِيُّ الَّذِي يَزْعَمُ أَنَّهُ النَّبِي

"تم میں سے وہ طاقتور جوان کون ہے جو اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے؟"

حضرت سلمان فارسیؓ اپنی جگہ سے اُٹھے اور فرمایا:

يَا أَخَا الْعَرَبِ أَمَا تَرَىٰ صَاحِبَ الْوَجْهِ الْأَقْمَرِ وَالْجَبِينِ الْأَزْهَرِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

"اے شیخ عرب! تجھے اس بھرے مجمع میں چمک دار چہرے اور نورانی پیشانی والی شخصیت ہمارے سردار محمدؐ نظر نہیں آتے؟"

ابوصصام حضورؐ کے سامنے آیا اور کہنے لگا: اگر آپ پیغمبر خدا ہیں تو مجھے بتائیں کہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب برسے گی؟ میری ناقہ کے شکم میں کیا ہے؟ کل میں کیا کروں گا اور کون سے وقت کروں گا؟

سرکارِ دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے۔ اسی وقت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور یہ آیات پڑھ کر سنائیں:

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

"یقیناً اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی پانی برساتا ہے
اور شکم کا حال جانتا ہے، اور کوئی نفس نہیں جانتا ہے کہ وہ کل کیا
کمائے گا اور کسی کو نہیں معلوم ہے کہ اسے کس زمین پر موت
آئے گی۔ بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے"۔ (لقمان:۳۴)

جب ابوصمصام نے یہ آیات سنی تو فوراً اسلام لایا، اور کہنے لگا: حضورؐ! اگر میں واپس جا کر اپنے خاندان اور قبیلہ کو مسلمان بناؤں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟

سیدالکونین، حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوصمصام! اس کے بدلے تجھے اسی ناقہ ملیں گی۔ جن کی پشت سرخ، شکم سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں گی اور ان پر یمنی اور حجازی تحائف بھی لدے ہوئے ہوں گے۔

ابوصمصام نے کہا: اے اصحابِ رسولؐ! تم سب گواہ رہنا، میرے ساتھ نبی آخرالزمانؐ نے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ پھر وہ اپنے وطن روانہ ہوا۔

ابوصمصام واپس آیا اور اپنے خاندان بنی عبس کو دعوتِ اسلام دی۔ وہ سارے کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا۔ جب اس کا مقصد پورا ہو گیا تو حسب وعدہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن جب وہ مدینہ پہنچا تو کیا دیکھا مدینہ سوگوار ہے۔ رسولؐ اعظم اِس دُنیائے فانی سے انتقال فرما چکے ہیں اور مسندِ خلافت پر حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے ہیں۔

وہ بہت پریشان اور افسردہ مسجد میں داخل ہوا، اور حضرت ابوبکر سے درخواست کی کہ میں نے اپنے خاندان اور سارے قبیلے کو مسلمان کیا ہے اور میرے ساتھ سیدالانبیاء محمد مصطفیٰؐ کا وعدہ تھا کہ ان صفات کی اسی ناقہ مجھے بطور انعام دیں گے۔

اب چونکہ سرکارؐ اس دنیا سے انتقال فرما گئے ہیں اور آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے ہیں۔ لہٰذا ان کا وعدہ آپ پورا کریں۔

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: اے شیخ عرب! کیسی عجیب بات ہے جس کا تو

میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے

اس روایت کو بے شمار علمائے شیعہ نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو صمصام عبسی مدینہ آیا۔ یہ عہدِ رسالت تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا، اور خود داخلِ مسجد ہوا۔ مسجد میں موجود سب اصحابِ رسولؐ کو سلام کرنے کے بعد پوچھا:

أَيُّكُمُ الْفَتَى الْقَوِيُّ الَّذِي يَزْعَمُ أَنَّهُ النَّبِيُّ

"تم میں سے وہ طاقتور جوان کون ہے جو اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے؟"

حضرت سلمان فارسیؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا:

يَا أَخَا الْعَرَبِ أَمَا تَرَى صَاحِبَ الْوَجْهِ الْأَقْمَرِ وَالْجَبِينِ الْأَزْهَرِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ

"اے برادرِ عرب! تجھے اس بھرے مجمع میں چمک دار چہرے اور نورانی پیشانی والی شخصیت ہمارے سردار محمدؐ نظر نہیں آتے؟"

ابو صمصام حضورؐ کے سامنے آیا اور کہنے لگا: اگر آپ پیغمبرِ خدا ہیں تو مجھے بتائیں کہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب برسے گی؟ میری ناقہ کے شکم میں کیا ہے؟ کل میں کیا کروں گا اور کون سے وقت مروں گا؟

سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے۔ اسی وقت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور یہ آیت پڑھ کر سنا گئے:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا
تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ
[illegible]

"یقیناً اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور شکم مادر کا حال جانتا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کسی کو نہیں معلوم ہے کہ اسے کس زمین پر موت آئے گی۔ بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے"۔ (قرآن: ۳۴)

جب ابوصمصام نے یہ آیت سنی تو فوراً اسلام لے آیا، اور کہنے لگا: حضورؐ! اگر میں واپس جا کر اپنے خاندان اور قبیلہ کو مسلمان بناؤں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟

سید الکونین، حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوصمصام! اس کے بدلے تجھے اسی اونٹنیاں ملیں گی۔ جن کی پشت سرخ، شکم سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں گی اور ان پر یمنی اور حجازی تحائف بھی لدے ہوئے ہوں گے۔

ابوصمصام نے کہا: اے اصحاب رسولؐ! تم سب گواہ رہنا، میرے ساتھ نبی آخر الزمانؐ نے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ پھر وہ اپنے وطن روانہ ہوا۔

ابوصمصام واپس آیا اور اپنے خاندان بنی عبس کو دعوتِ اسلام دی۔ وہ سارے کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا۔ جب اس کا مقصد پورا ہو گیا تو حسبِ وعدہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن جب وہ مدینہ پہنچا تو کیا دیکھا مدینہ سوگوار ہے۔ رسولِ اعظمؐ اس دنیائے فانی سے انتقال فرما چکے ہیں اور مسندِ خلافت پر حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے ہیں۔

وہ بہت پریشان اور افسردہ مسجد میں داخل ہوا اور حضرت ابوبکر سے درخواست کی کہ میں نے اپنے خاندان اور سارے قبیلے کو مسلمان کر لیا ہے اور میرے ساتھ پیغمبر مصطفیٰؐ کا وعدہ تھا کہ ان صفات کی اسی اونٹنیاں مجھے عطا فرمائیں گے۔

اب چونکہ سرکار اس دنیا سے انتقال فرما گئے ہیں اور آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے ہیں، لہٰذا ان کا وعدہ آپ پورا کریں۔

مطالبہ کر رہا ہے اس بات کو تو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ ہمارے سامنے تو نبی اکرمؐ کی کوئی میراث باقی نہیں۔ صرف ایک گھوڑا ہے جسے "دلدل" کہتے ہیں۔ دوسری زرہ ہے جو علیؑ کے پاس ہے اور ایک باغ فدک ہے جسے ہم نے عدل سے تقسیم کر دیا ہے کیونکہ پیغمبروں کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔

اس وقت حضرت سلمان فارسیؓ مسجد میں موجود تھے۔ اُنھوں نے جب یہ عجیب و غریب گفتگو سنی تو افسوس کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اگر آپ کے پاس اس سوال کا جواب نہیں، اور اس کا مسئلہ حل نہیں کر سکتے ہو تو ابوصمصام کو اُس شخص کے پاس بھیجو جو اس کا مسئلہ حل کر سکے۔ یعنی جو اس کا حق دار ہے، جس کے پاس اس کا حل موجود ہے۔ خدا کے لیے اس کو اس کے پاس بھیجو۔ پھر حضرت سلمان فارسیؓ نے ابوصمصام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: آؤ میں تجھے رسولؐ کے حقیقی وصی کے پاس لے کر چلتا ہوں۔

ابوصمصام اُٹھا اور جناب سلمان فارسیؓ کے ساتھ چل دیا۔ مولائے کائناتؑ کے دروازہ پر پہنچ کر دق الباب کیا۔ آپؑ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ آپؑ نے اندر سے آواز دی: اے سلمانؓ! تو بھی آ جا اور ابوصمصام کو بھی ساتھ لے آ۔

ابوصمصام کہنے لگا: ربِ کعبہ کی قسم! یہ بات عجیب ہے، جس نے مجھے دیکھا تک نہیں، وہ میرا نام کیسے جانتا ہے۔

سلمانؓ نے فرمایا: اے ابوصمصام! یہ وہ ذات ہے جو رسولؐ کا وصی ہے جس کے بارے میں سردارِ انبیاءؐ کا فرمان ہے: "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔ جس کو علم و حکمت کی ضرورت ہو وہ اس دروازہ پر آئے۔ یہ وہ ذات ہے جس کے بارے فرمانِ رسولؐ ہے: "علیؑ ہر بشر کا سردار ہے۔ جس نے تسلیم کیا وہ شکرگزار رہا اور جس نے انکار کیا وہ منکر رہا"۔

یہ وہ ذات ہے جس کے بارے فرمانِ خدا ہے: ”کیا مومن اور فاسق دونوں برابر ہو سکتے ہیں“۔

یہ وہ ذات ہے جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”کیا حاجیوں کو براب کرنا اور مسجدِ حرام کو آباد کرنا اِس کے برابر ہو سکتا ہے۔ جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت پر بھی ایمان لائے۔ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے“۔

یہ وہ ہستی ہے جس کے بارے اللہ نے فرمایا: ”اے رسولؐ! جو حکم آپ کو بھیجا گیا ہے اسے پہنچا دو“۔ یہ وہ ذات ہے جس کے بارے اللہ نے فرمایا: ”اے نبیؐ! ان سے کہو، تم اپنے بیٹے لے آؤ اور میں اپنے بیٹے لے آتا ہوں۔ ہم اپنی عورتیں لائیں گے تم اپنی عورتیں لاؤ، ہم اپنے نفوس کو لائیں گے تم اپنے نفوس لاؤ، پھر ہم مباہلہ کریں گے اور جھوٹے پر خدا کی لعنت ہوگی“۔

اے ابوصصام! یہ وہ ذات ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ”سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ تم سے رِجس کو دُور کرے، اے اہلِ بیتؑ! تمہیں ایسا پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے“۔

یہ وہ ہستی ہے جس کے بارے میں ارشادِ ربِ کائنات ہے: ”تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ مومن جو نماز قائم کرتے ہیں، اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں“۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا: ابوصصام داخل ہو اس دروازہ میں جو دروازہ ہے اُس ہستی کا جو بعد نبیؐ کے سارے مسلمانوں کا امیر اور مولاؑ ہے۔

ابوصصام حاضرِ خدمت ہوا اور رسولِ خدا کی دی ہوئی تحریر آپؑ کے حوالے کی۔ آپؑ نے تحریر دیکھی اور فرمایا: سلمانؓ! مدینہ شہر کی گلیوں میں منادی کرا دو کہ اگر کسی نے وصیِ رسول کو رسولؐ کا قرضہ ادا کرتے دیکھنا ہو تو کل مدینہ سے باہر فلاں مقام پر پہنچ

جائے۔

صبح ہوئی، منادی کے مطابق مومن و منافق سب جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ بھی اپنے فرزندان اور اصحابِ خاص کے ساتھ تشریف لائے۔ جب آپؑ مجمع عام میں پہنچے تو اپنے فرزند جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو پاس بلایا اور اُن کے کان میں کچھ فرمایا اور پھر فرمایا: ابوصصام! میرے بیٹے کے ساتھ سامنے والے ٹیلے پر چلا جا۔

جب جنابِ حسن علیہ السلام اُس ریت کے ٹیلے پر پہنچے تو آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر کوئی دعائیہ کلمات پڑھے۔ پھر عصائے رسولؐ اُٹھایا اور اِس ٹیلے پر مارا۔ ریت ہٹی اور ایک چمک دار گول رنگ کا پتھر نمودار ہوا جس پر جلی حروف سے دو سطریں لکھی ہوئی تھیں:

پہلی سطر پر لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم – لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

دوسری سطر پر لکھا ہوا تھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ

جناب امام حسن علیہ السلام نے اس پتھر کو ہٹایا تو ایک مُہار نمودار ہوئی۔ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے ابوصصام! اِدھر آ، اور اپنی ناقاؤں کی مہار پکڑ۔ ابوصصام نے مہار پکڑی، ناقہ نکلنا شروع ہوئیں حتیٰ کہ اسّی ناقہ علامات کے مطابق باہر آئیں۔ سب پر یمنی اور حجازی تحائف بھی لدے ہوئے تھے۔ جب ابوصصام نے اسّی ناقاؤں کی ایک قطار دیکھی تو جناب امیر کے پاس آیا اور فرطِ جذبات میں کہنے لگا: اے نبی برحقؐ کے سچے وصی! آپؑ نے وہ وعدہ پورا کر دیا جو رسولِ خداؐ نے مجھ سے کیا تھا۔ سچ فرمایا تھا: سرکارِ دو عالمؐ نے کہ ”علیؑ ہر بشر کا سردار ہے“۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا: ابو صمصام عبسی تیرے وعدہ کے متعلق مجھے رسول اکرمؐ نے اپنی زندگی میں بتا دیا تھا کہ اس چٹان کے نیچے اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ سے دو ہزار سال پہلے اتنی پیدا کر رکھی ہیں۔ اس معجزہ کو دیکھ کر مومنین کے دلوں میں ایمان کا نور اور بڑھ گیا، اور ولایتِ علیؑ کی صداقت کی کرنیں دلوں میں اِس طرح جاداہ حیات بن گئیں کہ سارا مدینہ نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھا، لیکن منافقین نے یہ معجزہ دیکھا تو کہنے لگے: نعوذ باللہ! یہ علیؑ علیہ السلام کا جادو ہے۔

ہے ثنائے جناب امیر بولتا ہے
مرے قلم کی زباں سے ضمیر بولتا ہے
علیؑ کی ذات پہ تنقید کرنے والے سن!
علیؑ کے لہجے میں ربِ قدیر بولتا ہے

فرزندِ ہارونؑ کے سات سوال

ثقۃ الاسلام کلینی نے کتاب کافی میں اور علامہ قندوزی نے ''ینابیع المودۃ'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ جس دن حضرت ابو بکر کا انتقال ہوا، میں جنازہ میں موجود تھا۔ پھر لوگوں نے حضرت عمر کی بیعت کرنا شروع کر دی۔ حضرت علی علیہ السلام ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک نوجوان جو شکل وصورت میں خوبصورت، خوش لباس، اچھی وضع قطع والا تھا اور حضرت ہارونؑ بن عمران کی اولاد میں تھا۔ حضرت عمر کے پاس گیا، اور پوچھا: کیا کتابِ خدا اور احکامِ مصطفیٰؐ سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔

حضرت عمر خاموش رہے۔ اُس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ حضرت عمر نے پوچھا: تیرا مقصد کیا ہے اور تو کیا کہنا چاہتا ہے؟

وہ نوجوان کہنے لگا: مجھے اپنے مذہب کے چند مسائل میں اشتباہ ہو رہا ہے۔ اگر

آپ مجھے دین اسلام کے احکام کے مطابق مطمئن کر دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

حضرت عمر نے مولا علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: وہ جوان جو گوشے میں تشریف فرما ہے اس کے پاس جاؤ۔ جو مرضی آئے اس سے پوچھ لو۔

وہ ہارونی نوجوان پوچھنے لگا: یہ نوجوان کون ہے جس کی طرف آپ مجھے بھیج رہے ہیں؟

حضرت عمر نے جواب دیا: یہ علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔ رسولؐ کے چچازاد اور حسنؑ و حسینؑ کے والد اور جناب فاطمہ زہراؑ کے شوہر نامدار ہیں۔

وہ نوجوان جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور پوچھا: کیا آپ وہی ہیں جیسا کہ حضرت عمر نے آپ کا تعارف کروایا ہے۔

مولا المومنین علی علیہ السام نے فرمایا: ہاں میں وہی ہوں۔

وہ نوجوان کہنے لگا: میں پہلے تین مسئلے اور پھر تین مسئلے اور پھر ایک مسئلہ پوچھوں گا۔

وہ نوجوان کہنے لگا: یا حضرتؑ! پہلے تین مسئلے پوچھوں گا۔ اگر آپؑ نے ان کا جواب دیا تو پھر تین اور مسئلے پوچھوں گا اور پھر ایک پوچھوں گا۔ اگر ان مسئلوں کے مجھے اطمینان بخش جواب نہ ملے تو میں سمجھوں گا کہ آپ عالم نہیں ہیں۔ اس لیے ایک دم سارے مسئلوں پر بات نہیں کرنا چاہتا۔

مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: میں اگر تجھے بتا ہی دوں تو تجھے کیسے معلوم ہوگا کہ جواب یہی ہے۔

اس نوجوان نے ایک کتاب نکالی اور کہنے لگا: میرے پاس یہ کتاب ہے جو میرے دادا ہارونؑ کو ان کے بھائی جناب موسیٰؑ نے دی تھی جس میں تمام جواب موجود ہیں اور یہ کتاب مجھے میرے آباء واجداد سے میراث میں ملی ہے۔

جناب علی مرتضیٰؑ نے فرمایا: اگر میں صحیح جواب تجھے بتا دوں، اور اسی طرح جواب دوں جو آپ کی کتاب میں موجود ہیں تو کیا آپ مسلمان ہو جاؤ گے۔

نوجوان نے کہا: جی حضور! میں اس لیے ہی تو آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا اب بیان کرو اپنے مسائل۔

وہ نوجوان کہنے لگا:

① پہلا قطرۂ خون کون سا ہے جو زمین پر گرا؟

② پہلا چشمہ کون سا ہے جو زمین پر ظاہر ہوا؟

③ وہ پہلا پتھر کون سا ہے جو زمین پر نصب ہوا؟

مولائے کائنات جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: تم یہودیوں کا خیال ہے کہ پہلا قطرۂ خون ہابیل کا تھا، جو زمین پر گرا، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے حضرت حواؑ کے جسم سے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرا۔

پہلا چشمہ تم یہودیوں کے خیال میں وہ ہے جو بیت المقدس میں موجود چٹان کے نیچے نمودار ہوا، حالانکہ پہلا چشمۂ آب وہ زمین پر نمودار ہوا جسے آبِ حیات کہتے ہیں، اور اس کا پانی حضرت خضرؑ نے پیا تھا اور آپؑ نے ابدی زندگی حاصل کی۔

پہلا پتھر تم یہودیوں کے نزدیک وہ چٹان ہے جو بیت المقدس میں موجود ہے حالانکہ پہلا پتھر حجرِ اسود ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ساتھ لائے تھے۔

پھر یہودی نوجوان نے پوچھا: وہ کون سا درخت ہے جو سب سے پہلے زمین پر اُگا؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تم یہودی کہتے ہو کہ وہ زیتون کا درخت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ "عجوہ" کھجور کا درخت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور زمین پر کاشت کیا تھا اور آپ اِسی کے سائے میں بیٹھتے تھے۔ اس

لیے ہر عمدہ کھجور "عجوہ" کہلاتی ہے۔

یہودی نوجوان نے کہا: یا حضرتؑ! یہ سب جواب درست ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا اب باقی تین سوال کیا ہیں وہ بھی پوچھ لو۔

یہودی نوجوان نے پوچھا: یا حضرتؑ!

(۱) آپؑ کے پیغمبرؐ کے کتنے وصی ہیں؟

(۲) نبیؐ کا جنت میں مقام کیا ہوگا؟

ان کے ساتھ کون کون ہوں گے؟

جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر آخرالزماںؐ کے بارہ اوصیاء ہوں گے۔ کوئی مانے یا نہ مانے ان کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

پیغمبرؐ کا مقام جنت میں بلندترین مقام جنت عدن میں ہوگا۔

پیغمبرؐ کے ساتھ جنت میں ان کے بارہ اوصیاء ہوں گے۔ سب سے پہلے میں جاؤں گا اور آخر میں ہمارا بارہواں امام المنتظرؑ محمد مہدیؑ برحق ہوگا۔

وہ یہودی نوجوان کہنے لگا: یا علیؑ! یہ جوابات سب درست ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: اب تمہارا آخری سوال کیا ہے؟

وہ یہودی نوجوان کہنے لگا: آپؑ رسول اکرمؐ کے وصی ہیں، نبیؐ کے بعد کتنا عرصہ اس دنیا میں رہیں گے، اور آپؑ اپنی طبعی موت مریں گے یا آپ کو شہادت نصیب ہوگی؟

جناب سید الصادقین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے نوجوان! میں نبیؐ کے بعد تیس سال زندہ رہوں گا اور پھر مجھے سر پر ایک ضرب لگے گی جس سے میری ریش اقدس خون سے خضاب ہوگی اور یہی ضربت میری شہادت کا سبب ہوگی۔

وہ یہودی نوجوان یہ جواب سن کر زار زار رونے لگا اور جناب امیرؑ کے قدموں

میں گرا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے سچے اور آخری رسولؐ ہیں۔ اور آپ محمد مصطفیؐ کے سچے وصی ہیں۔ آپؑ کی ذات ہمیشہ بلند رہے گی، اور آپؑ پر کسی کو فوقیت حاصل نہ ہوگی۔ آپؑ ہمیشہ غالب رہیں گے اور کبھی مغلوب نہ ہوں گے۔

پھر وہ نوجوان جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ گیا اور آپؑ نے اسے دینی احکام سکھائے۔

خدا ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی کتاب کافی کے باب کون و مکان میں نقل کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت اپنے عالم رأس الجالوت کے پاس آئی اور کہا: ہم نے سنا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ عظیم عالم ہیں۔ آؤ ان کے پاس چلیں اور ان سے کچھ پوچھتے ہیں۔

رأس الجالوت نے کہا: ٹھیک ہے، چلتے ہیں۔ جب یہ سب لوگ جناب امیر المومنینؑ سے ملنے کے لیے آئے تو لوگوں نے کہا: فی الحال آپ لوگ قصر الامارہ میں بیٹھیں، جناب امیرؑ ابھی تشریف لے آئیں گے۔ جب جناب علی مرتضیٰؑ تشریف لائے تو یہ لوگ حاضر خدمت ہوئے، عرض کیا: یا امیرؑ! ہم لوگ آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو مرضی میں آئے سوال کرو۔

کہنے لگے: ہمیں بتائیے کہ آپؑ کا رب اور خالق کب سے ہے؟ یعنی اس کی ابتداء کیا ہے؟

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: میرے خدا کے بارے میں کب اور کہاں کا تصور کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ میرا خدا مکان و زمان کا خالق ہے، نہ خدا سے پہلے کسی چیز کا تصور ہو سکتا ہے، بلکہ وہ ہر شے سے پہلے تھا، اور کہاں اور کیسے کے الفاظ

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام جنگِ نہروان سے واپس آ کر مسجدِ کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ یہودیوں کا رأس الجالوت جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا اباالحسنؑ! میں چاہتا ہوں کہ آپ سے چند ایسے مسائل پوچھوں جن کا علم نبیؐ کو ہے یا نبیؐ کے وصی کے پاس ہے۔

آپؑ نے فرمایا: رأس الجالوت جو مرضی آئے مجھ سے پوچھ۔

رأس الجالوت کہنے لگا: میں نے آسمانی کتب میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم ایک پیغمبر بھیجے گا اور پیغمبر اپنے خاندان میں سے اپنے وصی کو منتخب کرے گا۔ جو بعد اُن کے اُن کے تمام امور کی نگرانی کرے گا، اور اُن کے فرمان اور احکام پر عمل پیرا ہوگا۔ لیکن وہ وصی رسولؐ کے بعد سخت آزمائش میں مبتلا ہوگا۔ اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ نبیؐ کی زندگی میں کتنی مرتبہ وصیِ پیغمبر پر امتحان آئے گا اور نبیؐ کی زندگی کے بعد کتنی دفعہ آزمائش میں مبتلا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے اس خدا کی قسم! جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات کو نازل فرمایا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بنایا۔ اگر میں تجھے بتا دوں تو پھر تو مسلمان ہو جائے گا؟

رأس الجالوت کہنے لگا: جی ہاں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر کی زندگی میں وصیِ پیغمبرؐ کے مقامِ اطاعت کو واضح کرنے کے لیے اللہ نے سات مقام پر وصیِ پیغمبر کو آزمایا۔ اسی طرح نبیؐ کے وصی کا مقامِ صبر واضح کرنے کے لیے اللہ نے سات مقامات پر وصیِ پیغمبر کو آزمایا۔

رأس الجالوت نے کہا: یہ تو آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اب آپؑ یہ فرمائیں کہ آپ کو حیاتِ طیبہ جناب رسول اکرمؐ کی زندگی میں کتنی مرتبہ اور ان کی وفات کے بعد

تنی مرتبہ آزمایا گیا؟

جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا: یہ مجمع عام کی بات نہیں۔ یہ سب کچھ میں تجھے علیحدگی میں بتاؤں گا۔ آ میرے ساتھ۔

جناب امیر علیہ السلام کے چند مقرب صحابی کہنے لگے: یا امیر المومنینؑ! اگر اجازت ہو تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں تاکہ ہم بھی آپ کے مقامِ امتحان سن سکیں۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: ہو سکتا ہے تم لوگ میری باتیں برداشت نہ کر سکو۔

کہنے لگے: یا مولاؑ! ہمیں یقین کامل ہے کہ اس صفحۂ ہستی پر آپؑ کے بغیر کوئی وصیِ پیغمبرؐ نہیں ہے۔

جناب مولائے کائنات بیٹھ گئے۔ وہ چند صحابی بھی بیٹھ گئے۔ آپؑ نے فرمایا: رأس الجالوت! اللہ نے پیغمبرؐ کی زندگی میں سات مرتبہ مجھے آزمایا، اور ہر مقام پر مجھے مطیع اور تابع فرمان پایا ہے۔

پہلا مقامِ آزمائش

یہ وہ وقت تھا جب اللہ نے نبیؐ کو مبعوث فرمایا اور اللہ نے حکم دیا کہ لوگوں کو میری توحید کا پیغام پہنچاؤ۔ حکمِ ربی کے مطابق نبی کریمؐ نے عبدالمطلب کے خاندان کے ہر چھوٹے بڑے کو اپنے گھر جمع کیا اور کلمۂ توحید پڑھنے کی دعوت دی۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کسی نے ان کی دعوت پر لبیک نہیں کہا، اور طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ اگرچہ میرا سن چھوٹا تھا، مگر میں نے آپ کی دعوتِ حق قبول کی اور عہد کیا کہ میں رسولؐ خدا کی ہر قسم کے حالات میں مدد کے لیے تیار ہوں۔ اللہ کی زمین پر اس وقت میرے اور جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سوا کوئی بھی نماز پڑھنے والا نہ تھا۔ اس دعوتِ توحید کے بعد پوری قوم اللہ کے برگزیدہ نبی کے مخالف ہو [illegible] کہ میں آپؐ کی مدد کے لیے ہر دم کمربستہ رہا۔

پھر جناب امیرؑ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا ایسا ہے یا نہیں۔
اصحاب کہنے لگے: ہمارے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، واقعاً ایسا ہی ہے۔

دوسرا مقامِ آزمائش

وہ رات جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے مکہ سے ہجرت کا حکم دیا، نبی اکرمؐ نے مجھے بلا کر فرمایا:
یا علیؑ! مجھے آج رات مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہے، کیا آپ آج رات میرے بستر پر سوئیں گے؟
میں نے سرکارؐ سے پوچھا: اگر میں سو جاؤں تو کیا آپ محفوظ رہیں گے؟
آپؐ نے فرمایا: ہاں، حکمِ ربی ہے۔
میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میں آپؐ کے بستر پر سو جاؤں گا۔ آپ تشریف لے جائیے۔
اور وہ ایسی رات تھی کہ آقائے دوجہاں بحفاظت چلے گئے، لیکن میں تلواروں کے سایہ میں ساری رات سویا رہا۔ میں مطمئن تھا کہ یہ مقامِ اطاعت ہے۔
پھر مولاؑ نے صحابہ کو دیکھ کر فرمایا: ایسا ہے یا نہیں؟
صحابہ نے جواب دیا: واقعاً ایسا ہی ہے۔

تیسرا مقامِ آزمائش

جنگِ بدر کا دن تھا جب عتبہ، شیبہ، ولید وغیرہ میدانِ قتال میں للکار رہے تھے اور ان سے مقابلے کی جرأت کوئی نہیں کر رہا تھا لیکن رسولِ خدا نے چچا حمزہؓ اور مجھے ان سے مقابلے کا حکم دیا۔ حکمِ رسولؐ کی اطاعت میں ہم میدانِ جنگ میں نکلے، حالانکہ میرا سن چھوٹا تھا، لیکن خدا نے مجھے کامیاب فرمایا اور میں نے دشمنوں کا مقابلہ اِس طرح کیا

کہ بے شمار دشمنوں کو قتل کیا اور انھیں قیدی بھی بنایا۔

پھر آپؑ نے صحابہ کی طرف منہ کر کے فرمایا: واقعہ ایسا ہے یا نہیں؟

صحابہ نے جواب دیا: حضور! واقعاً ایسا ہی ہے۔

چوتھا مقامِ آزمائش

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اُحد کا دن تھا جب ہر کوئی رسولؐ کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گیا اور ہر طرف ندا آ رہی تھی کہ معاذ اللہ رسولؐ مارے گئے حالانکہ آقائے دوجہاں زندہ تھے اور میں تنہا رسولِ خدا کے ساتھ جہاد میں مصروف تھا۔ اس دن میرے جسم پر ستر زخم آئے، لیکن اللہ نے ہمیں نصرت عطا کی اور مشرکین بُری طرح شکست خوردہ ہوئے۔ پھر آپؑ نے صحابہ سے پوچھا: واقعہ ایسا ہے یا نہیں؟

صحابہ نے جواب دیا: آپؑ سید الصادقین ہیں، یا مولاؑ! واقعاً بات اسی طرح ہے۔

پانچواں مقامِ آزمائش

جنگِ خندق کا دن تھا جب قریش باہمی قسم کھا کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اور مجبوراً رسالت مآبؐ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، اور فوج قریش سیلاب کی طرح جمع ہوئی اور اِسی روز اُنھوں نے فخریہ طور پر اپنے شہسوار عمرو بن عبدود کو بھیجا۔ کوئی بھی اس کے مقابلے کی جرأت نہ کر سکا لیکن میں نے اس کا سر قلم کیا اور جنگ میں فتح و نصرت پائی۔

پھر آپؑ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا اور پوچھا: بتاؤ بات ایسی نہیں ہے؟

صحابہ کہنے لگے: یا امیر المومنینؑ! واقعاً ایسا ہی ہے۔

چھٹا مقامِ آزمائش

جنگِ خیبر کا دن تھا، جبکہ عرب کے مشہور جنگجو قلعہ خیبر میں جمع تھے اور کوئی بھی

ان کے مقابلے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ جو بھی جاتا دشمن کے ہاتھوں مارا جاتا یا باغی ہو جاتا۔ اس صورت حال میں رسول اکرمؐ نے مجھے بلایا اور فوج کا علم میرے سپرد کیا۔ میں میدانِ جنگ میں گیا، علم پتھر پر گاڑا، ایمانی طاقت اور اللہ کی مدد سے آگے بڑھا، ہاتھ سے درِ خیبر اُکھاڑ کر دُور اُچھال دیا اور ان کے بڑے بڑے بہادروں کو تہِ تیغ کیا اور خیبر

پھر آپؑ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا ایسا نہیں جو میں نے بتایا ہے؟

صحابہ نے کہا: یا مولا علیؑ شیر خدا! واقعاً بات ایسی ہے۔

ساتواں مقامِ آزمائش

وہ فتح مکہ کا دن، جب رسولِؐ خدا نے اتمامِ حجت کی خاطر مشرکینِ مکہ کو خط بھیجا اور آخر میں سورۂ برأت کی چند آیات دے کر حضرت ابوبکر کو بھیجا کہ میرا پیغام مکہ والوں کو پہنچاؤ۔ حضرت ابوبکر جب آیاتِ برأت لے کر چلے تو وحی خدا ہوئی:

”اے نبیؐ! یا خود جاؤ یا پھر اسے بھیجو جو تجھ سے ہے“۔

وحی کا آنا تھا کہ اللہ کے نبیؐ نے مجھے فرمایا: جاؤ یہ آیات برأت اور میرا خط تم مشرکینِ مکہ کو پہنچاؤ۔ میں گیا، خط لے کر مشرکین مکہ کے پاس پہنچا، انھیں نبیؐ کا پیغام پہنچایا۔

وہ لوگ غصے سے آگ بگولا ہو گئے، لیکن میں نے پروا نہیں کی اور انتہائی جرأت کے ساتھ تبلیغ اسلام کی۔

پھر جناب علی علیہ السلام نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: بتاؤ ایسی بات نہیں؟

صحابہ کہنے لگے: جی ہاں یہ بات بالکل حق ہے۔

اس کے بعد جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے یہودی عالم سے فرمایا کہ یہ

سات مقامات ایسے تھے جن میں ہر قسم کی آزمائش پر میں پورا اُترا اور رسولِ خدا کا اطاعت گزار رہا۔ اگر اپنی تعریف کرنا نامناسب نہ ہوتا تو میں تفصیل سے آپ لوگوں کو بتاتا کہ حالات کتنے ناگزیر تھے جن میں ہمیشہ ثابت قدم رہا اور میں نے اطاعتِ رسول کی۔

صحابہ کہنے لگے: اے سیدالصادقینؑ! آپؑ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ سچ ہے اب آپ اُن سات مقامات کے بارے میں بھی بتائیے جن میں بعد از رسول آپؑ نے صبر کیا اور آپؑ امتحان میں مبتلا رہے۔

جناب مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

پہلا مقامِ صبر

وہ دن تھا جب رسالت مآبؐ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا اور یہ دن نہ صرف میرے لیے بلکہ جملہ اہلِ بیتؑ کے لیے مصیبت عظمٰی کا دن تھا۔ میرا جگر پاش پاش تھا۔ اہلِ بیتؑ کو تسلی دینا، انھیں صبر کی تلقین کرنے والا میرے سوا کوئی نہ تھا اور سرکارِ دوعالمؐ کی تجہیز و تکفین بھی میرے ذمہ تھی۔

رسالت مآبؐ کی تجہیز و تکفین کے فرائض سے فارغ ہو کر میں نے اُسی مصیبتِ عظمٰی میں قرآنِ پاک کو جمع کرنا شروع کیا۔ پہاڑ جتنا غم تھا میرے سینے میں، اور مفارقتِ رسولِ پاک کے غم و الم میں ہم اہلِ بیتؑ نڈھال تھے۔ یہ مقامِ صبر میرے لیے انتہائی مشکل تھا۔

پھر اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا بات ایسی ہے یا نہیں؟

لوگوں نے جواب دیا: یا مولاؑ! واقعاً بات ایسی ہے۔

دوسرا مقامِ صبر

وہ دن تھا مجھے حقِ خلافت نہیں دیا گیا، جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے کئی مقامات پر کئی مرتبہ مجمع عام میں لوگوں سے فرمایا کہ میرے بعد علیؑ اُمت کا امام ہے۔ جسے یہ خوشگوار معلوم ہو کہ میری زندگی جیئے اور میری موت مرے اور باغِ عدن میں رہے، وہ میرے بعد علیؑ کو اپنا امیر سمجھے، اور علیؑ کے بعد ان کے جانشین کی اطاعت کرے۔ اور میرے بعد میرے اہلِ بیتؑ کی پیروی اختیار کرے۔ کیونکہ اہلِ بیتؑ میری عترت ہیں۔ میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں، انھیں میرا ہی فہم و علم بخشا گیا۔ پس ہلاکت ہو میری اُمت کے ان لوگوں کے لیے جو میرے اہلِ بیتؑ کے فضل و شرف کو جھٹلائیں اور میری قرابت کا خیال نہ رکھیں۔ خدا ان کو میری شفاعت سے محروم رکھے۔

رسولِ خدا نے کئی مقامات پر فرمایا: علیؑ مسلمین کا خلیفہ ہے اور یہاں تک آپؐ کا فرمان ہے کہ جو لوگ سن رہے ہو، میرا پیغام تمام لوگوں تک پہنچا دو۔

میں تجہیز و تکفین اور تدفینِ رسولؐ میں مصروف تھا اور لوگوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے اہلِ بیتؑ سے مشورہ کیے بغیر اپنی مرضی کے مطابق خلیفۂ رسولؐ منتخب کرلیا۔ میرے لیے یہ انتہائی صبر آزما مرحلہ تھا۔

پھر صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا: بات ایسی ہے یا نہیں؟

سب نے بہ یک زبان عرض کیا: جی ہاں جناب ابا الحسنؑ ایسا ہی ہے۔

تیسرا مقامِ صبر

حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد کے حالات تھے کہ مسندِ خلافت خالی ہو چکی تھی۔ لوگ جانتے تھے کہ علیؑ کی موجودگی میں خلافت کا حق دار علیؑ ہے۔ میرا خاندان بزرگ تھا۔ اہلِ بیتؑ کی عظمتیں بھی سب پر عیاں تھیں۔ میری دین اسلام کے لیے خدمات کے بھی سب معترف تھے۔ رسولؐ کے فرامین بھی موجود تھے۔ میں وصیِ رسول اور قاضی دینِ رسولؐ ہونے کے حوالے سے بھی مقدم تھا اور میں اہلِ بیتؑ رسولؐ میں سے تھا لیکن پھر بھی اُمت نے مجھے خلافت سے محروم رکھا، اس صورتِ حال کو برداشت

کرنا بھی میرے لیے انتہائی صبر آزما تھا۔
پھر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ایسا ہے یا نہیں؟
لوگوں نے عرض کیا: یا خیر الوصیین! آپؑ سچے ہیں۔

چوتھا مقامِ صبر

حضرت عمر کا زمانہ خلافت تھا، یہ وہ دور تھا خلیفہ سمیت ہر کوئی مشکل مسائل میں میری طرف رجوع کرتے، اور میں ہر ایک کے ساتھ سچے دل سے خیر خواہی کے ساتھ ہمیشہ ان کو مشورے دیتا رہا۔ میں نے خلافتِ ثلاثہ میں مصالحانہ روش قائم رکھی، اور شاہانِ وقت سے صلح و آشتی کو اپنا وطیرہ بنایا۔ اگرچہ میں دیکھ رہا تھا کہ مسندِ رسولؐ غیروں کے قبضہ میں ہے۔ حالانکہ رسولؐ اہلِ بیتؑ کو اس کا وارث بنا گئے تھے۔ مگر پھر بھی میں ان سے آمادہ و پیکار نہ ہوا۔ اپنا حق لینے پر کمربستہ نہ ہوا، صرف اس لیے کہ اُمت کا بھلا ہو، دین پر آنچ نہ آئے اور دینِ محمدیؐ کو بچانے کے لیے میں نے مصالحانہ رویہ اختیار کیا اور اپنے حق کو قربان کر دیا۔ لیکن آخری ایام میں ایسی شوریٰ ترتیب دی گئی کہ اسی کے فیصلے کے پیش نظر مجھے حق خلافت سے محروم ہونا پڑا۔ ان تمام حالات میں مَیں نے پھر بھی صبر کیا۔

پانچواں مقامِ صبر

جنگِ جمل کا دن تھا جس دن لوگ اکٹھے ہو کر میرے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لشکر کی صورت میں بصرہ روانہ ہوئے۔ ہر قسم کے لوگوں کو میرے خلاف جمع کیا گیا، حتیٰ کہ میری بیعت کرنے والے لوگ بھی بیعت توڑنے لگے۔ اس تمام صورتِ حال میں مَیں لوگوں کو نصیحت بھی کرتا رہا اور حالات پر صبر بھی کرتا رہا۔

رجز بن قیس جعفی نے جنگِ جمل کے موقع پر آپؑ کے فضائل بیان کرتے

ہوئے یہ اشعار کہے تھے:

اضربکم حتٰی نقر والعلی
خیر قریش کلها بعد النبی
من زانه الله وسماه الوصی

"میں تم کو تہِ تیغ کرتا رہوں گا جب تک تم علیؑ کی امامت کا اقرار نہ کر لو۔ وہ علیؑ جو بعد رسول قریش میں سب سے بہتر ہیں جنھیں خدا نے کمالات و فضائل سے زینت بخشی اور ان کا نام وصی رکھا ہے"۔

زیاد بن لبید انصاری جو اصحاب جناب امیرالمومنینؑ سے ہیں جنگِ جمل میں یہ اشعار کہے:

کیف تری الانصار فی یوم الکلب
انا الناس لانبالی من عطب
ولانبالی فی الوصی من غضب
وانما الانصار جد لا لعب
هذا علی و ابنِ عبدالمطلب
ننصره الیوم علی من قد کذب
من یکسب البغی فبئس ما اکتسب

"اے امیرالمومنینؑ! آپ اس قدر شدید جنگ کے دن انصار کو کیسا پا رہے ہیں۔ ہم لوگ ایسے آدمی ہیں جو موت سے نہیں ڈرتے، اور وصی کے بارے میں ہم غضب و غصہ کی پروا نہیں کرتے۔ انصار کا کھیل تماشا نہیں، وہ حقیقت و واقعیت کے

ہوئے یہ اشعار کہے تھے:

اضربکم حتی نقر والعلی

خیر قریش کلھا بعد النبی

من زانہ اللہ وساہ الوصی

''میں اس وقت تک تم کو تہِ تیغ کرتا رہوں گا جب تک تم علیؑ کی امامت کا اقرار نہ کرلو۔ وہ علیؑ جو بعد رسولؐ قریش میں سب سے بہتر ہیں جنھیں خدا نے کمالات و فضائل سے زینت بخشی اور ان کا نام وصی رکھا ہے''۔

زیاد بن لبید انصاری جو اصحاب جناب امیر المومنینؑ سے ہیں جنگِ جمل میں یہ اشعار کہے:

کیف تری الانصار فی یوم الکلب

انا الناس لانبالی من عطب

ولانبالی فی الوصی من غضب

وانما الانصار جد لا لعب

ھذا علی و ابنِ عبدالمطلب

ننصرہ الیوم علی من قد کذب

من یکسب البغی فبئس ما اکتسب

''اے امیر المومنینؑ! آپ اس قدر شدید جنگ کے دن انصار کو کیسا پا رہے ہیں۔ ہم لوگ ایسے آدمی ہیں جو موت سے نہیں ڈرتے، اور وصی کے بارے میں ہم غضب و غصہ کی پروا نہیں کرتے۔ انصار کا کھیل ٹھٹھا نہیں، وہ حقیقت و واقعیت کے

حامل ہیں۔ یہ علیؑ ہیں جو فرزندِ عبدالمطلب ہیں، ہم ان کی آج جھوٹوں کے مقابلے میں مدد کر رہے ہیں، جس نے بغاوت کا ارتکاب کیا، اس نے بہت بُرا کیا"۔

ابوالہیثم بن تیہان صحابی رسولؐ کے جنگِ جمل پر کہے ہوئے اشعار میں سے ایک شعر:

ان الوصی امامنا وولیّنا

برح الخفاء باحت الاسرار

"وصیِ پیغمبرؐ ہمارے امام و حاکم ہیں۔ پردہ اُٹھ گیا اور راز ظاہر ہو گئے"۔

چھٹا مقام صبر

جنگِ صفین کا واقعہ تھا۔ خدا اور رسولؐ نے میرے فضائل واضح کر دیئے تھے اور رسولؐ کی رحلت کے بعد کئی لوگ مجھے بیعت لینے کا کہنے لگے، اور خصوصاً ابوسفیان نے بھی مجھے حق حاصل کرنے کے لیے کہا لیکن اس کے بیٹے نے مقامِ صفین پر میرے خلاف لشکر جمع کر لیا۔ اور آتشِ جنگ بھڑکانے کی کوشش کی۔ میں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن کوئی بات نہ مانی گئی۔ مجبوراً رسولِ خدا کا علَم لے کر ہمیں صف بستہ ہونا پڑا۔ میدانِ جنگ میں کئی حیلہ سازیاں کی گئیں۔ قرآن کو حکم بنایا گیا، اور اس میں بھی کئی بہانے بنائے گئے۔

اس مقام پر میرے ساتھ جو رویہ اپنایا گیا وہ میرے لیے مقامِ صبر تھا۔
زجر بن قیس جعفی نے جنگِ صفین کے موقع پر یہ اشعار کہے تھے:

فصلی الالٰه علی احمدٍ

رسول الملیك تمام النعم

رسول المليك ومن بعده
خليفتنا القائم السدعم

عليا عَنَيتُ وصى النبى
بجالد عنه غواة الامم

"خدا رحمت نازل کرے حضرت احمد مجتبیٰؐ پر جو خدا کے رسولؐ تھے اور جن کے ذریعے نعمتیں تمام ہوئیں (رحمت نازل) خدا کے رسولؐ پر اور ان کے بعد ہمارے موجودہ خلیفہ پر جو جائے پناہ ہیں۔ میری مراد علیؑ سے ہے، جو رسولؐ کے وصی ہیں، جس سے اُمت کے گمراہ لوگ برسرِ پیکار ہیں"۔

عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے جنگِ صفین میں یہ اشعار کہے:

وان ولى الامر بعد محمد
على وفى كل المواطن صاحبه

وصى رسول الله حقًا وصنوه
واوّل من صلّى ومن لان جانبه

"رسالت مآبؐ کے بعد مالک و مختار علیؑ ہیں، جو ہر منزل پر رسولؐ کے ساتھ رہے۔ رسولؐ کے وصیؑ برحق ہیں۔ وہ اور رسولؐ ایک جڑ کی دو شاخیں ہیں اور پہلے نمازی ہیں اور نرم پہلو رکھنے والے ہیں"۔

نوٹ: یہ تمام اشعار کتب و سیر و تواریخ خصوصاً جنگِ جمل و صفین پر لکھی گئی ہیں۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد اوّل میں یہ تمام اشعار اکٹھا کیے ہیں۔

ساتواں مقامِ صبر

جنگِ نہروان کا دن تھا جس کی خبر مجھے رسولِ خدا نے زندگی میں دی تھی کہ آخری ایام میں زندگی کی جنگ ایسے لوگوں سے کرنا پڑے گی جو بظاہر نمازی اور روزہ دار ہوں گے، لیکن ایمان نکل چکا ہوگا اور وہ لوگ میرے ساتھ جنگ پر کمربستہ ہوں گے۔ مجبوراً مجھے بھی ان سے جنگ کرنا پڑی اور اکثریت ان میں قتل ہو گئے۔ پھر آپؑ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: واقعہ ایسا ہے یا نہیں؟

صحابہ نے عرض کیا: حضور! واقعاً ایسا ہی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یہ سات مقامِ آزمائش و صبر رسولؐ کی زندگی میں اور سات مقامِ آزمائش و صبر بعد از رسولِ خدا تم لوگوں کو بتا دیئے ہیں۔ اب تیرے ایک سوال کا جواب باقی ہے۔

اس کے بعد جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰؑ بہت رُوئے حتیٰ کہ آپ کے محاسن شریفہ آنسوؤں سے تر ہو گئے۔

صحابہ نے عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! وہ آخری جواب کیا ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب میری ریش مبارک کو میرے خون سے تر کیا جائے گا۔ اس وقت اِس قدر گریہ ہوا کہ کوفہ کے ہر گھر میں اس گریہ کی آواز پہنچی، اور یہ یہودی عالم مسلمان ہو گیا، اور آپؑ کی شہادت کے وقوع تک آپؑ کے ساتھ رہا۔

اس مصیبت عظمیٰ کے وقت اس عالم نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ابن ملجم کا گناہ قابیل اور ناقہ کے قاتل سے بھی زیادہ ہے۔

رأس الجالوت کے سوالات

ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ رأس الجالوت (یہودیوں کا عالم)

رأس الجالوت نے پوچھا: وہ کون سا پانی ہے جو نہ آسمان کا ہے اور نہ زمین سے ہے؟

جناب امام المتقین علیہ السلام نے فرمایا: وہ ان گھوڑوں کے پسینے کا پانی ہے جنہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوڑا کر جمع کیا۔

رأس الجالوت نے پوچھا: یا امیرؑ! وہ کون سی چیز ہے جس میں روح نہیں مگر وہ سانس لیتی ہے؟

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: وہ صبح صادق ہے جو سانس لیتی ہے۔

رأس الجالوت کا اگلا سوال ناسخ التواریخ میں یہ تھا کہ وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں حالانکہ ان میں زندگی نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ سورج اور چاند ہیں جو ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

رأس الجالوت نے پوچھا: وہ کون سا نور ہے جو نہ سورج کا ہے نہ چاند کا نہ ستارے کا اور نہ کسی چراغ کا ہے؟

جناب مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ نوری ستون تھا، جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے وادی تیہ میں حضرت موسیٰؑ کے لیے بھیجا تھا۔

رأس الجالوت نے سوال کیا: وہ کون سا وقت ہے جو دن ہے نہ رات کا ہے؟

وصیِ رسولؐ نے فرمایا: وہ صبح صادق اور طلوعِ شمس کے درمیان کا وقت ہے۔

رأس الجالوت نے پوچھا: یا امیرؑ! وہ کون سی چیز ہے جس کا کوئی قبلہ نہیں؟

فرمایا: وہ خانہ کعبہ ہے۔

رأس الجالوت نے پوچھا: وہ کون ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں ہے؟

فرمایا: وہ آدم علیہ السلام ہیں۔

جنت کی وسعت سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے

مناقب میں روایت ہے کہ سدی کہتا ہے: میں عمر بن خطاب کے پاس تھا کہ

کعب بن اشرف، مالک بن صیفی اور حی بن اخطب، عمر بن خطاب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے قرآن میں ہے:

وجنۃ عرضھا السموات والارض

"جنت کی وسعت سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔ اگر جنت کی وسعت اتنی ہے تو جہنم کہاں ہے؟"

حضرت عمر اس کا جواب نہ دے سکے۔ اچانک مولائے کائنات علی علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور پوچھا: کیا بات چل رہی ہے۔ لوگوں نے وہی مسئلہ مولاؑ کے سامنے پیش کیا۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: یہ بات تو اللہ جانتا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: پھر یہ بھی اللہ جانتا ہے کہ بہشت اتنی وسیع ہے تو جہنم کہاں ہے؟

یہ بات جب رسولؐ خدا تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا:

فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"اسی قسم کا سوال نصرانیوں کے ایک پادری نے بھی کیا تھا اور حضرت نے انھیں بھی یہی جواب دیا تھا"۔

ہر مخلوق کا محافظ خود خدا ہے!

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں مفصل روایت لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ رسولؐ کے بعد اُمت ایک دن عظیم امتحان میں مبتلا ہوئی، اور اگر امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نہ ہوتے تو نہیں معلوم کہ اسلام کا کیا حال ہوتا۔

واقعہ یہ تھا کہ جب قیصر روم نے سنا کہ مسلمانوں کے رسولؐ دنیا سے انتقال فرما گئے اور لوگوں نے اپنی مرضی سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ نامزد کرلیا ہے۔ قیصر روم نے اپنے تمام مذہبی علماء کو جمع کیا اور انھیں یہ بتایا کہ مسلمانوں کے رسولؐ اس دنیا سے انتقال فرما چکے ہیں اور مسلمانوں نے اپنی مرضی سے ایک شخص کو خلیفہ نامزد کرلیا ہے حالانکہ یہ مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ نبیؐ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا ہے۔ پھر قیصر روم نے اپنے علماء پر یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کی کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ قیصر روم نے علماء سے کہا کہ تم چند علماء مل کر جاؤ اور مسلمانوں سے مناظرہ کرو، اور اپنے دین مسیح کی حقانیت کو ثابت کرو۔

چنانچہ سو علمائے نصاریٰ کا وفد مدینے روانہ ہوا، جب وہ وہاں پہنچے تو انھوں نے پوچھا کہ خلیفۂ رسول کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ ہمارے نبی سرورِ دوجہان محمد مصطفیٰؐ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفۂ رسولؐ ہیں۔

وہ علماء دربارِ خلافت میں پہنچے۔ مہاجرین و انصار دربار میں جمع تھے۔ اس مجمع میں ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید وغیرہ بھی موجود تھے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں: میں بھی اس وقت دربار میں موجود تھا۔ دربار پہنچ کر نصرانی عالم نے پوچھا: میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے پیغمبرؐ کا جانشین کون ہے؟ کیونکہ ہم دین مسیح کے پیروکار ہیں، اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پیغمبرؐ کے انتقال کے بعد تم لوگوں میں اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ ہمیں تمہارے دین کے بارے میں بھی کچھ معلومات درکار ہیں۔ اگر ہمیں تمہارا دین سچا معلوم ہوا تو ہم مسلمان ہوجائیں گے، ورنہ ہم اپنے دین پر صحیح ہیں۔

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ خلیفۂ رسولؐ ہیں۔

نصرانی عالم نے پوچھا: کیا آپ محمدؐ کے بعد اس کے وصی اور اُمت کے راہنما ہیں؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: نہیں میں وصی پیغمبر نہیں ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: یہ خلیفۂ رسولؐ خدا ہیں۔

نصرانی عالم نے کہا: پھر تو آپ کو خداوند متعال نے بہت وسیع علم عطا کیا ہوگا کہ آپ ایسے عالم ہیں کہ آپ کو کسی مسئلے میں کوئی دقت پیش نہ آتی ہوگی؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: نہیں میرے پاس اتنا علم نہیں ہے۔

نصرانی عالم نے کہا: ''خلیفہ'' کا لفظ تو بہت بلند ہے کیونکہ خداوند متعال نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ کہا ہے۔ آپ کو یہ لفظ کیسے پسند آیا؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: ایسا تو ممکن نہیں ہے کہ محمد مصطفیٰؐ نبی ہوں اور اپنے بعد اپنے خلیفہ کا انتخاب خود نہ کریں۔ حالانکہ سیرتِ انبیاءؑ تو یہ ہے کہ نبی اپنے بعد خلیفہ کو خود منتخب کرے۔

پھر وہ نصرانی عالم اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے نہایت حیرانگی سے کہا: یہ کیسا دین ہے جس کا پیغمبر اپنا خلیفہ خود نامزد نہیں کرتا؟ پھر پوچھا: آپ کا بیان ہے کہ لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے؟ اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر خداوند متعال نے اپنی مرضی مخلوق کے حوالے کردی ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ کو نبیؐ اور رسول بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کے بعد وہ نصرانی علماء مناظرہ کے لیے آمادہ ہوگئے۔ ایک نصرانی عالم نے حضرت ابوبکر کو مخاطب کرکے پوچھا: اے بزرگوار! مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ کے نزدیک تیرا اور میرا مقام کیا ہے؟

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: میں خود کو مومن خیال کرتا ہوں، لیکن معلوم نہیں خدا کے نزدیک میرا کیا مقام ہے، اور تجھے کافر سمجھتا ہوں لیکن نہیں معلوم خدا کے

تعین کریں کہ اختلاف کیوں ہوا ہے۔ ہم اس غرض سے آئے ہیں لیکن ابھی تک ہم نہ ہی دین اسلام کی حقانیت کو جان سکے ہیں اور نہ ہی آپ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکا۔

جاثلیق کی بات سن کر مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

أَنَا وَصِيُّهُ وَالْقَائِمُ بِتَاوِيلِ كِتَابِهِ ، وَالْعَارِفُ بِحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ وَبِمُحْكَمِهِ وَمُتَشَابِهِهِ وَنَاسِخِهِ وَمَنْسُوخِهِ وَأَمْثَالِهِ وَعِبَرِهِ وَعِنْدِي عِلْمُ مَا يُفْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ أُمَّتِهِ وَعِنْدِي عِلْمُ الْبَلَايَا وَالْمَنَايَا وَالْوَصَايَا وَالْأَنْصَابِ وَفَصْلُ الْخِطَابِ وَمَوْلِدُ الْإِسْلَامِ وَمَوْلِدُ الْكُفْرِ

"آپؑ نے فرمایا: میں محمدؐ اللہ کے نبی کا وصی ہوں، قرآن کی تاویل دیکھ کر قیام کرتا ہوں، اور قرآن کے ہر حلال وحرام حکم کا عالم ہوں۔ قرآن کی محکم اور متشابہ، ناسخ اور منسوخ آیات کو جانتا ہوں۔ قرآن کی مثالیں اور عبرتیں بھی میرے علم میں ہیں۔ جس علم کی بھی اُمت محتاج ہے۔ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں۔ حوادثات و مافی الضمیر اور انبیاء کی وصیتوں کا عالم ہوں، اور میرے پاس قولِ فصیل ہے اور میں اسلام اور کفر کی ابتداء کو بھی جانتا ہوں"۔

اے جاثلیق! قیامت تک آنے والی ہر بات، ہر چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھ سکتا ہے، کیونکہ میرے پاس قرآن کی ہر آیت کا علم ہے، چاہے وہ رات کو اُتری ہو یا دن کو، اور صرف قرآن ہی نہیں بلکہ تورات، زبور وانجیل پر بھی میرا علم محیط ہے، جو کچھ علم رسولؐ تھا وہ سارا اُنھوں نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

میں رسولؐ کا چچازاد ہوں، میں اور میرے فرزند علمِ رسولؐ کے وارث ہیں۔ہم اس اُمت میں کشتی نوحؑ کی مثل سفینۂ نجات ہیں، جو کشتی میں سوار ہوا، اس نے نجات پائی، اور جو رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔ میں علیؑ بن ابی طالبؑ اور میرے فرزند اُمت محمدؐ کے لیے بابِ حطہ یعنی توبہ قبول ہونے کا دروازہ ہیں۔ میری رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰؐ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ صرف یہ کہ نبی آخرالزماںؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اے جاثلیق! تجھے علم ہونا چاہیے کہ مومن وہ ہے جو مجھ سے دوستی رکھے۔

جاثلیق نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: یہ حضرت علم کا بحر بے کنار معلوم ہوتے ہیں، مجھے امید ہے کہ جس دین کے ہم متلاشی ہیں وہ ہمیں ان سے مل سکتا ہے اور ہم گوہرِ مقصود پا سکتے ہیں۔

اس کے بعد نصرانی عالم جناب امیر علیہ السلام کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور پوچھا: اَیُّهَا الْعَالِمُ! اے عالم! مجھے بتائیں آپ کا اور میرا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے؟

امام المتقین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: میں خود بھی اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم اور اُس کی رحمتِ خاص سے اللہ کے نزدیک بھی میں مومن ہوں۔

لیکن تو اللہ کے نزدیک کافر اور منکر ہے، کیونکہ جب تو پیدا ہوا تو اللہ نے تجھ سے ایک عہد لیا تھا جس کا تو منکر ہوگیا اور بالغ ہونے کے بعد بھی تیرے اندر یہ شعور پیدا نہ ہوا کہ اچھائی و برائی، نیکی و بدی کے درمیان فرق واضح ہے، اور اگر اسی حالت پر تو قائم رہا اور مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا۔

نصرانی عالم نے پوچھا: مجھے اپنا مقامِ جنت بتائیے اور میرا جہنم میں کیا مقام ہے؟

جناب امام الصادقین علیہ السلام نے فرمایا: اے جاثلیق! جنت وجہنم کا سوال دنیا میں تو حل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ دونوں مقام بعد از مرگ کے ہیں۔ البتہ وہ مقام واضح کردوں جس کی نشاندہی قرآن میں اللہ نے فرمائی ہے۔ نیک لوگوں کا مقام جنت کیا ہوگا اور کافروں کے لیے مقام جہنم کیسا ہوگا؟ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ○ (الحجر، آیہ ۴۳-۴۴)

"اور جہنم ایسے لوگوں کی آخری وعدہ گاہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے ایک حصہ تقسیم کردیا گیا ہے"۔

یعنی جو شخص کفر کی حالت میں مرے گا تو وہ جہنم کا حق دار ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (الحجر، آیہ ۷۵)

"ان باتوں میں صاحبانِ ہوش کے لیے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں"۔

متوسم رسولؐ خدا ہیں، میرے اور میرے فرزند بھی متوسم ہیں اور ہمارا مقام جنت میں سرکار دوعالم محمد مصطفیؐ کے ساتھ مقام عدن میں ہوگا۔

نصرانی عالم اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے کہا: جس کی ہمیں تلاش تھی وہ ہمیں مل گیا ہے۔

پھر مولائے کائناتؑ سے مخاطب ہوا اور پوچھا: یا حضرتؑ! یہ فرمائیں کہ عرش کو خداوند متعال اُٹھائے ہوئے ہے یا عرش نے خداوند متعال کو اُٹھایا ہوا ہے؟

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس سوال کا تجھے صحیح جواب مل جائے تو پھر تو مسلمان ہو جائے گا؟

وہ کہنے لگا: جی ہاں! میں دینِ اسلام کو اپنا لوں گا۔

جناب امام المتقین علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اس عہد اور قول کا خدا ضامن ہے۔

جاثلیق کہنے لگا: میں خدا کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ اگر آپ نے صحیح جواب دیا تو صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے یہ تمام ساتھی بھی مسلمان ہو جائیں گے۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عرش آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے، وہ تمام خدا کی ملکیت ہیں اور اسی کے حکم سے قائم و دائم ہیں کیونکہ خود خدا فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ أَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا

"بے شک اللہ زمین و آسمان کو زائل ہونے سے روکے ہوئے ہے، اور اسی کے علاوہ کوئی دوسرا سنبھالنے والا ہوتا تو اب تک دونوں زائل ہو چکے ہوتے، وہ بڑا بُردبار اور بخشنے والا ہے"۔

(الفاطر، آیہ ۴۱)

جاثلیق کہنے لگا: مجھے یہ بتائیے کہ آپ کا قرآن کہتا ہے:

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (الحاقہ، آیہ ۱۷، پارہ ۲۹)

یہ کس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا عرش کا نگہبان ہے اور یہاں فرشتوں کا بھی ذکر ہے؟

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: یہ صحیح ہے کہ اللہ نے عرش کو چار انوار سے خلق فرمایا ہے۔ ایک نور سرخ رنگ کا ہے جس سے ہر سرخی نمودار ہوتی ہے۔ دوسرا نور سبز

رنگ کا ہے جس سے ہر سبزی ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرا نور سفید رنگ کا ہے جس سے ہر سفیدی ظاہر ہوتی ہے۔ اس عرش کا مفہوم وہ علم ہے جو اللہ نے اپنی مخلوق کو عطا فرمایا ہے کہ جس علم سے قلب منور ہوتے ہیں، اور وہ قلب جو علم نور سے معمور ہو وہ نگاہِ خدا میں ہے جیسا کہ ہر مخلوق کا محافظ خود خدا ہی ہے۔ لہٰذا اے جاثلیق! کوئی چیز خدا کو نہیں اٹھا سکتی، بلکہ خداوند تعالیٰ اِس جہاں کی ہر چیز کو اپنے لطف و کرم اور مہربانی سے قائم کیے ہوئے ہے۔

جاثلیق نے پوچھا: مجھے خدا کے بارے میں بتائیے کہ وہ کہاں ہے؟

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: هاهنا وهاهنا وهو محيط بنا ومعنا "وہ یہاں بھی ہے وہاں بھی ہے، ہر جگہ ہے اور ہمارے ساتھ ہے، اس کی ذات ہم پر محیط ہے"۔

ارشادِ رب العزت ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (المجادلہ، آیہ ۷)

"کہیں بھی تین آدمیوں کے درمیان راز کی بات نہیں ہوتی ہے، مگر یہ کہ وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، اور پانچ کی رازداری ہوتی ہے، تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور کم و بیش بھی کوئی رازداری ہوتی ہے تو وہ ان کے ساتھ ضرور رہتا ہے۔ چاہے وہ کہیں بھی رہیں۔ اس کے بعد وہ روزِ حساب (قیامت کے دن) انھیں باخبر کرے گا کہ اُنھوں نے کیا کیا ہے؟"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کائنات کی ہر جگہ میں موجود ہے جو آسمان کو جائے اِسے بھی جانتا ہے اور جو زمین میں داخل ہو تو اس سے بھی واقف ہے اور یہی مفہوم سابقہ آیات کا بھی ہے۔

جاثلیق نصرانی عالم اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہنے لگا:

هَذَا وَاللّٰهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَلٰى لِسَانِ الْمَسِيحِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالْاَوْصِيَاءِ

''وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! اللہ کی طرف سے جس حق کی تعریف عیسیٰ مسیح اور باقی انبیاءؑ اور اوصیاءؑ نے کی تھی وہ یہی ہے''۔

جاثلیق نے پھر عرض کیا: اے عالم! مجھے بتائیے کہ بہشت دنیا میں ہے یا آخرت میں، اور یہ آخرت اور دنیا کہاں ہیں؟

سید المسلمین علی علیہ السلام نے فرمایا: دنیا آخرت میں ہے اور آخرت دنیا پر محیط ہے۔ آخرت ہی زندگی کا اصل گھر ہے، اور اس کی مثال سوئے ہوئے شخص جیسی ہے۔ جس کا جسم بستر پر ہے، لیکن اس کی رُوح اِدھر اُدھر سیر کر رہی ہے، اور اسے نیند نہیں آتی۔ گویا کہ بدن مر جاتا ہے، لیکن روح کو موت نہیں۔ اسی لیے تو خالق و مالک کا ارشاد ہے:

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

''اور آخرت کا گھر ہمیشہ کی زندگی کا مرکز ہے، اگر یہ لوگ کچھ جانتے''۔ (عنکبوت، آیہ ۶۴)

بہشت اور دوزخ، جنت اور جہنم دنیا ہی میں موجود ہیں۔ جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اسے اپنی منزل مل جاتی ہے، اور اُس کی منزل یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہوتا ہے یا پھر کوئی جہنم کا گڑھا اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔

جاثلیق نصرانی نے پوچھا: اے عالمِ حکیم! قرآنِ مجید کی اس آیت مجیدہ کی وضاحت فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الزمر، آیہ ۶۷)

"اور ان لوگوں نے واقعاً اللہ کی قدر نہیں کی ہے۔ جبکہ روزِ قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک و بے نیاز ہے، اور جن چیزوں کو یہ اسی کا شریک بناتے ہیں، ان سے بلند و بالاتر ہیں"۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے حکم دیا: ایک کاغذ کا ٹکڑا اور قلم دوات مجھے دو۔ آپ نے کاغذ پر جنت اور جہنم لکھا اور پھر اکٹھا کر کے نصرانی کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: تو نے دیکھا کہ میں نے اس کاغذ کو لپیٹا ہے۔ اب اس کو کھول۔

جاثلیق نے جب لپیٹا ہوا کاغذ کھولا، تو آپؑ نے فرمایا: جو میں نے لکھا تھا وہ قائم ہے یا مٹ گیا ہے؟

جاثلیق نے عرض کیا: آپؑ کا لکھا ہوا اس پر موجود ہے۔

خاتم الوصیین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح آیت میں جو ہے کہ آسمان لپٹے ہیں، ان کے لپٹ جانے سے جنت مٹ نہیں سکتی، بلکہ ان کا اپنا وجود قائم رہے گا۔

جاثلیق نے پوچھا: اے عالم خبیر! اس آیت کی وضاحت فرمائیے کہ قرآن میں ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص، آیہ ۸۸) "اس کی ذات کے سوا ہر چیز

فنا ہونے والی ہے"۔۔۔ یہ وجہِ خدا کیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟

مولائے کائناتؑ نے حکم دیا کہ تھوڑا سا ایندھن لے آؤ، جب ایندھن آ گیا تو آپؑ نے فرمایا: اب آگ روشن کرو، آگ روشن ہوئی، اس کے شعلے نکلنے لگے۔

آپؑ نے نصرانی سے فرمایا: اے جاثلیق! اب مجھے تو بتا کہ اس آگ کا چہرہ کون سا ہے؟

جاثلیق کہنے لگا: میں تو جدھر سے بھی دیکھتا ہوں، مجھے آگ ہی آگ نظر آتی ہے۔ کوئی ایک رُخ یا ایک جہت تو معلوم نہیں ہوتی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب تو بجھ جانے والی چیز کی جہت زاویہ و رُخ کا اندازہ نہیں کر سکتا جو کہ مخلوق ہے تو اس کے خالق اور ہمیشہ رہنے والی ذات کا چہرہ اور رُخ کا تعین کیسے کر سکتا ہے۔

ارشادِ رب العزت ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ، آیہ ۱۱)

جاثلیق نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا اے وصیِ مصطفیٰؐ! اور عالمِ خبیر! ہادیِ جہاں! اے امام المتقین! اے ولی المتقین! اے حجۃ اللہ! اے صفوۃ اللہ! اے ولی اللہ! آپ کا فرمان صحیح ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے بغیر کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں جن کو بشیر و نذیر بنا کر ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا گیا۔

اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ (علی علیہ السلام) نبیؐ کے وصی اور ان کے دوست اور نبیؐ کے حامل ہیں۔ آپؑ ہی اسرارِ نبیؐ کا مخزن اور اہلِ بیتؑ کے امین اور نبیؐ کے بعد مومنین کے مولا اور سرپرست ہیں۔

پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہوا اور اُس نے کہا: ہمیں اپنا مقصود مل

گیا ہے۔ آئیے ہم سب مل کر اس کی بیعت کریں۔ کیونکہ نجات علی مرتضیٰؑ کی اطاعت میں ہے۔ اسی وقت سب کے سب نصرانی جاثلیق سمیت حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور تمام نے مل کر گواہی دی کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام خلیفہ رسولؐ اور وصیِ پیغمبر ہیں۔

اس موقع پر جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَوْضَحَ بُرْهَانَ دِیْنِ مُحَمَّدٍ وَاَعَزَّ دِیْنَهٗ وَنَصَرَ جَمَاعَتَهٗ

"تعریف ہے اس ذات کی جس نے دین مصطفیٰؐ کی برہان کو واضح کیا، اور دین کو عزت بخشی اور جماعتِ مومنین کی مدد فرمائی"۔

حضرت ابوبکر نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا: جزاك الله یا ابا الحسن۔

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ تمام لوگ اُٹھے اور جناب امیرالمومنینؑ کے در انور پر آئے۔ جاثلیق کہنے لگا: اے وصیِ رسولؐ! ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ آپؑ منبرِ رسولؐ پر نہیں۔ ہمیں آپؑ حکم دیں تو آپ کی خدمت میں تمام زندگی گزار دیں یا پھر جہاد کریں۔

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: نہیں مجھے رسولؐ خدا نے صبر کا حکم دیا ہے اور جب جہاد کا وقت آئے گا تو میں تمہیں بلا لوں گا۔ پھر وہ لوگ سچے دین کے ایمان کی دولت دلوں میں بھر کر اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

قیصر روم کے سوال

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے یہ بات کب کہی کہ "میں اس مشکل سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے ابا الحسنؑ میرے پاس نہ ہو"۔ اس کی وجہ احمد نے اپنی کتاب فضائل میں لکھی ہے کہ

۱۴ وہ کون سا درخت ہے، جس کے سایہ کو تیز رفتار سوار سو سال دوڑ کر بھی عبور نہیں کر سکتا؟

۱۵ وہ کون سا درخت ہے جو دھوپ اور پانی کا محتاج نہیں، دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

۱۶ جنت کے برتن جن میں مختلف قسم کے کھانے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں، دنیا میں اس کی مثال کیسی ہے؟

۱۷ جنت کے سیب سے حوران برآمد ہوں گی، لیکن اس میں ذرا بھر کمی واقع نہیں ہوتی۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

۱۸ دنیا میں وہ موجود شے کون سی ہے کہ دنیا میں دو لوگوں کے لیے اور آخرت کے لیے ایک شخص کے لیے ہوگی؟

۱۹ بہشت کی چابیاں کیا ہیں؟

جب یہ تمام سوالات حضرت عمر نے سنے تو ان کے پاس ان کا جواب نہ تھا بالآخر وہ مولائے کائنات علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور وہ سوالات آپ کے روبرو پیش کیے۔

چنانچہ مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہ السلام نے قیصرِ روم کو ان سوالات کے جوابات لکھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! امابعد! تیرا خط موصول ہوا، اور میں اپنے رب کی عطا کردہ طاقت اور اس کے رسولؐ کی برکت سے تجھے جوابات بھیج رہا ہوں۔

۱ وہ چیز جو مخلوق نہیں ہے، وہ شریکِ خدا ہے کہ جس کو خدا نے خلق ہی نہیں فرمایا۔

۲ وہ چیز جس کا خدا سے تعلق ہی نہیں، وہ تمہاری یہ بات ہے کہ خدا کا بیٹا فلاں ہے حالانکہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے، اور نہ وہ کسی کا

باپ ہے اور نہ ہی بیٹا ہے۔

③ وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے: ”تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا“۔

④ وہ چیز جو صرف بال ہی بال ہیں وہ ہوا ہے۔

⑤ وہ چیز جس کا صرف منہ ہی منہ ہے وہ آگ ہے۔

⑥ وہ چیز جس کے صرف پاؤں ہی پاؤں ہیں وہ پانی ہے۔

⑦ وہ چیز جس کی صرف آنکھیں ہیں، وہ سورج ہے۔

⑧ وہ شخص جس کا کوئی خاندان نہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔

⑨ وہ چیزیں جو شکمِ مادر میں نہیں رہیں وہ پانچ یہ ہیں:

① آدم علیہ السلام ② حواؑ ③ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا دُنبہ ④ حضرت موسیٰؑ کا عصا ⑤ حضرت صالحؑ کا ناقہ

⑩ وہ بے جان چیز جو سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔

⑪ ناقوس کی آواز کا معنی یہ ہے:

حَقًّا حَقًّا مَهْلًا مَهْلًا

”حق ہے حق ہے، ٹھہرو ٹھہرو“۔

عَدْلًا عَدْلًا صِدْقًا صِدْقًا

”خدا عادل ہے اور وہ سچا ہے“۔

⑫ کوہِ طور وہ پرندہ ہے جس نے ایک مرتبہ پرواز کی۔

⑬ وہ زمین جس پر سورج ایک مرتبہ چمکا، دریائے نیل کی وہ زمین ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر راستہ بنایا تھا۔

⑭ وہ درخت جس کے سایہ کو تیز رفتار سوار سو سال میں بھی عبور نہیں کرسکتا وہ

"شجرِ طوبیٰ" ہے کہ جس کی شاخ جنت کے ہر محل میں پہنچی ہوئی ہے اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے کہ جس کی کرن ہر گھر میں پہنچتی ہے اور تمام زمین اس کی روشنی سے منور ہوتی ہے۔

⑮ وہ درخت جو پانی کے بغیر اُگا وہ درخت ہے جو حضرت یونسؑ کے لیے پیدا ہوا۔ اللہ نے فرمایا: "ہم نے نبیؑ کے لیے کدو کا درخت پیدا کیا"۔

⑯ جنت کے برتن میں مختلف اقسام کی نعمات ہوں گی، اور وہ ایک دوسرے میں مخلوط نہ ہوں گی۔ اس کی مثال دنیا میں مرغی کے انڈے کی سی ہے کہ جس میں سفید اور زرد دونوں پانی موجود ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے نہیں ہیں۔

⑰ سیب جنت سے حور برآمد ہوگی، لیکن سیب میں کمی نہ آئے گی۔ اس کی مثال یہ ہے جیسا کہ سیب سے کیڑا نکلتا ہے لیکن اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

⑱ وہ چیز جو دنیا میں مومن اور کافر کے لیے یکساں ہے لیکن آخرت میں وہ صرف مومن سے مخصوص ہوگی۔ وہ کھجور کا میوہ ہے، جسے آخرت میں صرف مومن ہی کھائیں گے، جب کہ دنیا میں اسے مومن و کافر دونوں کھا رہے ہیں۔

⑲ جنت کی چابیاں کلمۂ توحید ہے: لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ابن مسیب کا بیان ہے کہ خط قیصرِ روم کو ملا، پڑھ کر کہنے لگا: خدائے واحد کی قسم! یہ جوابات خاندانِ رسالتؐ سے ہی مل سکتے ہیں۔

پھر پوچھا: یہ جواب کس نے دیئے ہیں؟

ایلچی نے بتایا: یہ جوابات رسولِ خدا نبی آخر الزمانؐ کے چچازاد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دیئے ہیں۔ اس کے بعد قیصرِ روم نے مولائے کائنات وصی رسول کو یہ خط لکھا، جس کا مضمون یہ ہے:

سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ وَقَفْتُ عَلٰی جَوَابِکَ وَعَلِمْتُ